بیوہ گر

علیم الحق حقی

بیوہ گر

علیم الحق حقی

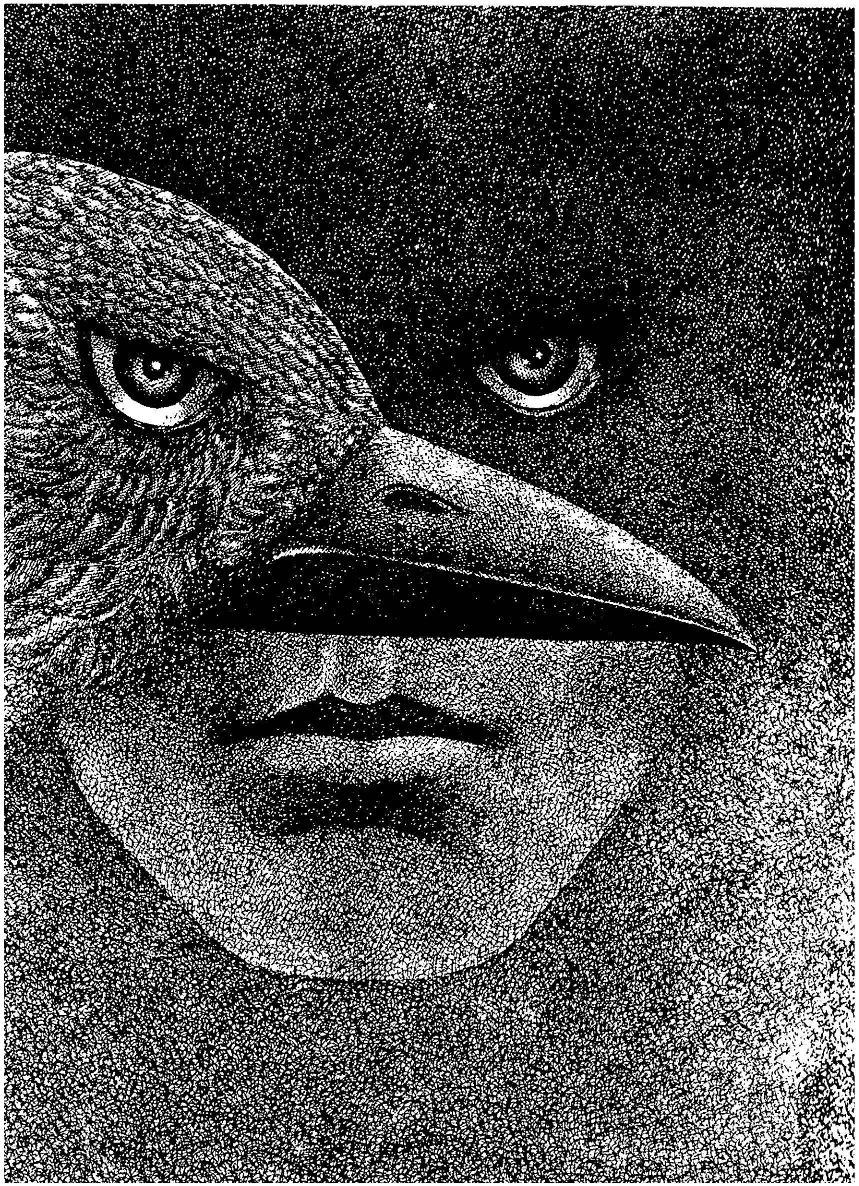

مغربی ادب کے شہرۂ آفاق مصنفین LEO BERGSON & ROBERT MCMAHON کے سدابہار بیسٹ سیلر ناول THE WIDOW MASTER کی تلخیص ؛

نیکی اور بدی کے دو ایسے نمائندوں کا ٹکراؤ جو نہ صرف ہم شکل تھے بلکہ ایک ہی باپ کی اولاد تھے اور اپنی فطرت کے اعتبار سے دُنیا بھر میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ ایک کے جلو میں اگر سازشیں پلتی تھیں تو ہنگامے دُوسرے کے بھی ہم رکاب رہتے تھے۔ ایک اگر دُنیا کو جہنم زار بنانا چاہتا تھا تو دُوسرا اُسے گُل گلزار بنانے کا خواہشمند تھا۔ اگر ان کے دِلوں میں کوئی خواہش مُشترک تھی تو صرف ایک کہ کسی طرح ان میں سے ایک ہلاکت کے گھُپ اندھیروں میں گم ہو جائے اور دُوسرا بلاشرکتِ غیرے دُنیا کا بے تاج بادشاہ بن جائے۔ ؛

تجسس و اسرار سے لبریز کہانیاں پسند کرنے والوں کے لیے بطورِ خاص ؛

جمعہ : ساڑھے دس بجے صبح ۔

وہ نومبر کا ایک نسبتاً گرم اور خوش گوار دن تھا ۔

مسلسل تین دن سے ہونے والی بارش اب تھم گئی تھی۔ آسمان پر بادلوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ علی الصباح طلوع ہونے والے سورج کے باعث سمندر ایک بہت بڑے زمرد کی طرح نظر آرہا تھا۔ وہ چھوٹا سا یونانی جزیرہ، سائرس کی ملکیت تھا۔ اُسے اس حد تک آباد کہا جاسکتا تھا کہ وہاں سائرس کا ملازم، جزیرے کے نگران کی حیثیت سے، اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔

پیگس، ساحل سے تقریباً سو گز دور لنگر انداز تھا۔۔ نیلے اُفق کے پس منظر میں اُس کا ایک سو بہتر فٹ اُونچا سفید بدن چمک رہا تھا اُس پر حال ہی میں رنگ و روغن کیا گیا تھا۔

ایلینا سائرس، اس روز خلافِ معمول جلد ہی بیدار ہو گئی تھی۔ یہ اُس کے ہنی مون کے دوران پہلا دن تھا جو موسمی اعتبار سے خوش گوار تھا۔ وہ ناشتے کے بعد کیبن سے نکل آئی اور عرشے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس وقت اپنے شوہر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ سائرس کے نزدیک وہ نہ صرف بیوی، اُس کی تنہائیوں کی حسین رفیق تھی بلکہ دوسروں کو دِکھلانے کے لیے حسن کا ایک نادر نمونہ بھی تھی۔ کبھی کبھی وہ اُسے بے حجابانہ لوگوں کے سامنے آنے پر مجبور کرتا... اور پھر لوگوں کے چہروں پر حسد اور بوکھلاہٹ کے تاثرات دیکھ کر محظوظ ہوتا تھا۔

سائرس کو خوش رکھنا، اُس کا فرض تھا۔ چنانچہ وہ اُس کی ہر خواہش کے آگے سر جھکا دیتی۔ سائرس کی خوشیاں اُس کے لیے وجۂ سکون تھیں۔ وہ سائرس کی قابلِ فخر بیوی تھی... حوصلہ مند، ذہین، بے فکر اور ایسی پُرکشش کہ ہر شخص اُس کی آرزو کرے۔ وہ اس وقت پیگس کے عرشے پر کھڑی، اپنی اس غیر معمولی کامیابی پر بڑے خوابناک انداز میں مسکرا رہی تھی۔

اُس نے عرشے پر بچھی میز سے اپنا جیول بکس اُٹھایا اور اُس میں سے ایک ٹافی نکال کر مُنہ میں رکھ لی۔ اب پھر وہ سائرس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ٹھیک تیس منٹ بعد سائرس پیراکی کے لیے جائے گا... اور پھر وہ اُس کو کبھی نہ دیکھ سکے گی۔

●

سائرس، ناشتے کے بعد سیدھا ریڈیو رُوم کی طرف چلا گیا تھا۔ اُس نے لباس تبدیل کرنے کی زحمت بھی نہ کی تھی اور اب وہ ریڈیو آفیسر کے پیچھے کھڑا، اُلجھن آمیز نگاہوں سے جلتے بجھتے ڈائلوں کو تک رہا تھا۔ صبح چار بجے کے قریب ریڈیو ٹرانسمیٹر میں کوئی خرابی ہو گئی تھی...

آپریٹر اُسے درست کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس کی اُنگلیوں میں سگریٹ دبا ہُوا تھا اور چہرے پر تفکر کا غبار چھایا ہُوا تھا۔

"اس میں خرابی ہے۔" اُس نے سگریٹ والے ہاتھ سے ایک چھوٹے سے سرکٹ بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ جل گیا ہے اور یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔" اُس نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ کم وولٹیج والا سرکٹ ہے، قریب ہی کوئی ایسی چیز بھی نہیں، جو اسے جلا سکے۔ ایسا لگتا ہے، جیسے کسی نے بلو ٹارچ کی مدد سے اسے جلایا ہے۔"

سائرس نے آپریٹر کے سامنے رکھا سگریٹ کا پیکٹ اُٹھایا اور ایک سگریٹ نکال کر سُلگا لیا۔ "تم اسے کتنی دیر میں درست کر سکتے ہو؟" اُس نے پُوچھا۔

"اگر میرے پاس پرنٹڈ سرکٹ موجود ہوتا تو یہ پانچ منٹ کا کام تھا۔" آپریٹر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن اب ممکن ہے کہ اس کام میں پُورا دن صرف ہو جائے۔"

"اسے ٹھیک کرو۔" سائرس واپسی کے لیے مڑا۔ "جتنی جلد ممکن ہو، اسے ٹھیک کر دو۔"

عرشے پر پہنچ کر، اُس نے سگریٹ سمندر میں پھینک دیا اور جہاز کے عقبی حصّے کی طرف بڑھ گیا۔ جزیرے پر رابطے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ کوس اور رہوڈس، دو ایسے مقامات تھے جہاں فون موجود تھا۔ اُس نے حساب لگایا کہ جہاز کو وہاں پہنچنے میں چھ گھنٹے لگیں گے۔ وہ جانتا تھا کہ ممکن ہے، اُس کے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوں۔ وہ محض ایک خیال ہی تو تھا، ایک غیر معمولی احساس... گزشتہ رات جب اُس نے بیٹس کو لندن کال کرنا چاہا تھا تو اُسے کامل یقین تھا کہ انضمام کا آئیڈیا بالکل لغو ہے۔ اسے یقین تھا کہ اس انضمام میں کوئی ایسی چیز ہے، جس پر وہ اُنگلی نہیں رکھ پا رہا... لیکن یہ کہ بالآخر یہ انضمام اُسے اور بیٹس، دونوں کو ڈبو دے گا۔ اُسے یقین تھا کہ کویتی سنڈیکیٹ کی پُشت پر بھی کوئی موجود ہے اور وہ جو کوئی بھی ہے، اُس کا محرّک محض دُنیا کے عظیم ترین کاروباری ادارے کی داغ بیل رکھنا نہیں ہے، بلکہ اس کے کچھ اپنے لیکن نامعلوم محرّکات بھی ہیں۔

سائرس شپنگ کے پاس، آئل ٹینکرز کا دُنیا میں سب سے بڑا بیڑہ تھا۔ دوسری طرف اِنٹریکس پیٹرولیم، تیل مہیا کرنے والی دُنیا کی چوتھی سب سے بڑی کمپنی تھی۔ سائرس اور بیٹس کے درمیان، ان دونوں اداروں کے انضمام کے سلسلے میں بارہا تبادلۂ خیال ہُوا تھا۔ بیٹس، اِنٹریکس کا صدر تھا... پھر انضمام کے اس خیال میں کویت سنڈیکیٹ بھی شامل ہو گئی جو کویت میں موجود خام تیل کے دس ارب بیرل کی ضمانت تھی۔ دو ہفتے پہلے تین بڑی کمپنیوں کے اس انضمام

کا معاہدہ تیار ہُوا تھا لیکن سائرس اور بیٹس کے لیے اس معاہدے سے نِکلنے کی گنجائش بھی تھی۔ اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو معاہدہ آئندہ منگل سے متفقہ تصور کیا جائے گا اور اس پر عمل درآمد بھی ہونے لگے گا۔

یہ انضمام، قوت کا مظاہرہ تھا۔ اس طرح ایک ایسی کمپنی وجُود میں آتی جو دُنیا بھر کو فراہم کیے جانے والے تیل کی بہت بڑی مقدار کی بیک وقت تقسیم، قیمت کے تعین اور فراہمی کی ذمّے دار ہوتی... سائرس، بیٹس کی شمولیت کے بغیر، کویت والوں پر کبھی بھروسا نہ کرتا۔ بیٹس ایک سخت مزاج لیکن دیانت دار کاروباری تھا.. اگر نئی کارپوریشن پر بیٹس اور سائرس کا تسلط ہوتا تو پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی لیکن اس انضمام میں بے پناہ بین الاقوامی قوت ملوّث تھی۔ اس کے باوجود سائرس نے داؤ کھیلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اُس کے شکوک ناقابلِ فہم ہیں۔ بظاہر ان کی کوئی بنیاد نہیں تھی لیکن اب وہ انضمام کے اس معاہدے سے نکلنا چاہتا تھا۔ یا کم از کم اُسے بیٹس کو قائل کرنا تھا کہ معاہدے کو کم از کم چھ ماہ کے لیے ملتوی کر دیا جائے لیکن... اب اس خوبصورت ہنی مون کے دوران، آدھ ڈالر کے ایک حقیر سرکٹ بورڈ نے اُسے رابطہ قائم کرنے سے روک دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کوس کے لیے روانگی کا فیصلہ ایلینا کو گراں گزرے گا۔ خاص طور پر اس لیے کہ اتنے دنوں کے بعد تو کہیں سورج نے جلوہ دِکھایا تھا۔

ایلینا بڑی توجہ سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مجھے افسوس ہے، ڈارلنگ!" سائرس اُس کی طرف متوجہ ہُوا۔ "ہمیں، رہوڈس کا رُخ کرنا ہوگا۔ ریڈیو ٹھیک نہیں ہو سکا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ایلینا نے اپنی پیشانی پر جھُولتی ہُوئی بالوں کی لٹ کو ایک جھٹکے سے اُوپر کیا۔ "لیکن اس سے پہلے تم پیراکی کیوں نہیں کرتے؟"

"آج نہیں۔ آج وقت نہیں ہے۔"

"یہ تمھارے لیے بہت ضروری ہے۔" ایلینا نے مُسکراتے ہُوئے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ "میں دیکھ رہی ہُوں کہ تم ذہنی اور اعصابی طور پر بہت بِکھرے ہُوئے ہو۔ اس کیفیت کا بہترین علاج یہی ہے۔"

سائرس ذہنی طور پر کہیں اور تھا۔ اُس نے ایلینا کی بات پر کوئی توجّہ نہیں دی۔ اُس نے ایلینا کے ہاتھ پر تھپکی دی اور اُٹھ کھڑا ہُوا۔ "نہیں، سُویٹ ہارٹ! آج ممکن نہیں۔" اُس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گیا لیکن ایلینا نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

"پلیز، صرف آدھ گھنٹہ۔ یہ ہمارے ہنی مون کا پہلا خوش گوار دن ہے اور تم نے تقریباً ایک ہفتے سے پیراکی نہیں کی۔ پلیز، ڈارلنگ! میری خاطر۔"

سائرس نے محبت پاش نظروں سے زہرہ کے اس مجسّمے کو دیکھا۔ ذرا سی بات ماننے کا اُسے بہت بڑا صِلہ مِلنے والا تھا۔ ویسے بھی وہ ایلینا کی طرف جس طرح کھنچتا تھا، اُس کی وجہ سے وہ انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مُسکرایا اور اُس نے فوری طور پر بیٹس سے رابطے کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ آدھے گھنٹے سے ایسا کوئی خاص فرق بھی نہیں پڑتا۔

☆☆☆

پانی بے حد ٹھنڈا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اُس کی سانس سی رُک گئی لیکن ایلینا کا کہنا بھی درست تھا۔ تمام ذہنی پریشانیوں کا علاج واقعی پیراکی ہے۔ اُس نے مُسکراتے ہُوئے ایلینا کی طرف دیکھا جو اُوپر سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی... پھر وہ جزیرے کی سمت آگے بڑھ گیا۔ وہ کوئی بہت اچھا پیراک نہیں تھا بلکہ اُس کے انداز سے اُس کے اناڑی پن کا پتا چلتا تھا۔

ایلینا اپنے شوہر کو پانی سے لُطف اندوز ہوتے دیکھتی رہی پھر اُس نے اُسے واپس آتے دیکھا۔ اُس نے دو تین ہاتھ مارے پھر اُس کا مُنہ حیرت سے کھُل گیا اور اُس کے چہرے پر خوف و دہشت کے تاثرات پھیل گئے۔ ایسا محسُوس ہُوا جیسے وہ چیخنا چاہتا ہو۔ لیکن کوئی آواز نہ سُنائی دی۔ دوسرے ہی لمحے وہ اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ایلینا کی نظریں پانی کی سطح کو ٹٹولتی رہیں۔ بالآخر اُس نے اُنھیں دیکھ لیا... دو سیاہ خوفناک گلپھڑے... اُنھوں نے اپنا راستہ بدلا۔ پہلے ایک اور پھر دوسری مچھلی تیزی سے لپکی۔

ایلینا انتظار کرتی رہی... پھر جیسے ہی پانی کا رنگ بدلا، وہ مدد کے لیے چیخنے لگی۔

جمعہ ۔ سہ پہر، ساڑھے تین بجے ۔

بیٹس نے فون اپنے کاندھے سے ٹِکا کر میز پر رکھے ہُوئے کاغذات پر نظر ڈالی۔ فون، نیویارک سے آیا تھا۔ اُسے اعداد و شمار سے آگاہ کیا جا رہا تھا۔ سر ہیری، ایکس چینج کے بند ہونے کے بعد، لندن کی مارکیٹ کا شماریاتی تجزیہ لایا تھا۔ اس وقت وہ بیٹس کے سامنے کسی سوچ میں گُم بیٹھا ہُوا تھا۔ وہ اپنا پائپ سُلگانا بھی بھُول گیا تھا۔

لندن کی مارکیٹ میں اِنٹریکس پیٹرولیم کے حصص کی قیمت گر گئی تھی۔ دوسری طرف نیویارک میں مارکیٹ کھُلنے کے بعد ابتدائی

پندرہ منٹ میں حصص کی قیمت دو ڈالر گر گئی تھی۔

بیٹس کچھ دیر خاموشی سے سُنتا رہا پھر اُس سے نہ رہا گیا۔ "آخر وہ خرید و فروخت روک کیوں نہیں دیتے؟" اُس کے لہجے میں برہمی تھی۔ فون پر جواب میں جو کچھ کہا گیا، وہ اس کے لیے قابلِ فہم تھا... "ٹھیک ہے۔" وہ بڑبڑایا اور ریسیور، کریڈل پر پٹخ دیا۔ "ڈھائی ڈالر۔" اُس نے کھڑکی کو تکتے ہوئے سر ہیری سے کہا۔

بیٹس، اِنٹریکس پٹرولیم کا سب سے بڑا اسٹاک ہولڈر تھا۔ وہ کمپنی کا صدر اور بورڈ کا چیئرمین بھی تھا۔ ویسے اُسے عہدوں کی کوئی پروا نہ تھی۔ کمپنی میں سب سے بڑا سرمایہ اُس کا اپنا تھا... اور وہی کاروبار چلاتا تھا۔ پینتالیس برس پہلے اُس نے معمولی سرمائے سے اِنٹریکس کی بنیاد رکھی تھی۔ ابتدا میں کمپنی کے پاس اوکلاہاما میں محض ایک سو ساٹھ ایکڑ زمین تھی لیکن اُسے جو مزدور ملے تھے، وہ ایک گلاس پانی اور ایک پلیٹ مٹر کے دانوں کے عوض ہفتے کے سات دن، خون پسینہ ایک کر دینے والے تھے... اب ایک کالم نویس نے، جسے شاید کوئی اور کام نہ تھا، حساب لگایا تھا کہ بیٹس، دن کے چوبیس گھنٹوں میں پچیس ہزار ڈالر فی گھنٹہ کے اوسط سے کماتا ہے۔ شاید وہ دُنیا کا امیر ترین شخص تھا۔ بہرحال، یہ کاروبار آسان نہ تھا اور اس میں شدید مسابقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

بیٹس چھیاسٹھ سال کی عُمر میں بھی چاق و چوبند تھا۔ اُس کا کاروباری تجربہ بے پناہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اِنٹریکس کے ڈھائی لاکھ حصص، چودہ ڈالر کی مندی سے فروخت نہیں ہو سکتے، تاآنکہ پس منظر میں کوئی شخص یا گروہ کسی گڑبڑ میں مصروف نہ ہو۔

"میرے خیال میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔" سر ہیری کہہ رہا تھا۔ "اگرچہ بات اُلجھا دینے والی ہے لیکن مجھے یقین ہے... کہ کل قیمت چڑھ جائے گی۔ اگر تمھاری جگہ میں ہوتا تو ہرگز فکرمند نہ ہوتا۔"

"تم یہی کہے جاؤ گے۔" بیٹس اپنے غصّے پر قابو نہ پا سکا پھر وہ اُٹھا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ اس بار وہ بولا تو اُس کا لہجہ نرم تھا۔ "مجھے افسوس ہے، ہیری! میں اس طرح بات کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

"ٹھیک ہے، میں سمجھتا ہوں۔" سر ہیری نے پائپ مُنہ سے نکالتے ہوئے کہا۔

بیٹس نے خود کو سمجھایا کہ سر ہیری پر برہم ہونے کا کوئی جواز نہیں۔ اسٹاک مارکیٹ کا اُتار چڑھاؤ دیکھتے ہوئے ہیری کو پچاس سال ہو گئے تھے۔ اُس نے یہی کچھ ہوتے دیکھا تھا۔ ایک دن قیمت گِرتی تھی... لیکن دوسرے دن چڑھنے کے لیے۔

بیٹس آج صبح ہی سے چڑچڑا ہو رہا تھا۔ وہ جاگا تھا تو ایک عجیب سے احساس کے ساتھ، جسے نہ وہ سمجھ سکتا تھا اور نہ ہی کوئی مفہوم دے سکتا تھا۔ ممکن ہے، اب کاروبار کے اعتبار سے بہت بوڑھا ہو گیا ہو، تھکا دینے والے پینتالیس سال۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ دُنیا کا امیر ترین آدمی ہے۔ اُس کے پاس سب کچھ تھا، دُنیا کی ہر آسائش۔ ایسی آسائشات بھی اُسے میسّر تھیں، جن کے بارے میں دولت مند لوگ بھی صرف خواب دیکھ سکتے تھے۔

اُس کی ایک نوجوان بیوی تھی۔ جہاں تک اس کا تعلق تھا، اُس کے نزدیک وہ دُنیا کی کامل ترین عورت تھی۔ وہ جینا کا تصوّر کر کے مُسکرا دیا۔ تین ماہ پہلے تک وہ کسی ستائیس سالہ حسینہ سے شادی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ پہلی بیوی کی موت کے بعد اُس نے یہ خیال دل میں آنے ہی نہیں دیا تھا۔ وہ اپنی کاروباری مملکت میں گُم ہو کر رہ گیا تھا... لیکن پھر اُسے جینا مِل گئی۔ جینا میں ہر وہ خوبی تھی، جو وہ چاہتا تھا۔ جینا کے بارے میں سوچتے ہوئے اُسے یاد آیا کہ پریشانی کے انجانے احساس کے باعث، آج صبح اُس نے جینا کو تکلیف دہ حد تک نظر انداز کر دیا تھا۔ اُس نے سوچا کہ سر ہیری کے جانے کے بعد وہ جینا سے معذرت کرے گا۔

اُس نے پھر کاروبار سے ریٹائر ہونے کے بارے میں سوچا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اُس کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اُس نے اِنٹریکس پٹرولیم کو دُنیا کی سب سے بڑی تیل کمپنی بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ اس وقت ایسی کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ویسے بھی اب وہ اپنی اس منزل کے بہت قریب تھا۔ اگلے منگل کو کویت سنڈیکیٹ سے ہونے والا انضمام اُس کے خواب کی تعبیر تھا۔ تین بڑی کمپنیوں کے اس انضمام میں کنٹرول، اِنٹریکس ہی کے پاس رہنا تھا لیکن وہ اتنا ضرور جانتا تھا کہ آج اُس کے چڑچڑے پن کا سبب وہی آیندہ منگل تھا۔ معاہدے کے مطابق نئی کمپنی میں اِنٹریکس کے کنٹرول کا انحصار اس بات پر تھا کہ مارکیٹ میں اِنٹریکس کے حصص کی قیمت کم از کم اسّی ڈالر ہو۔ آج صبح بازار چھیاسی ڈالر سے شروع ہوا تھا اور بہتّر ڈالر پر آ کر ختم ہوا تھا۔

اُس نے سوچا تھا کہ سر ہیری کو انضمام کے بارے میں بتا دے لیکن پھر اُس نے ایسا نہیں کیا۔ سر ہیری کو بتانے کا فائدہ بھی کیا تھا... وہ اس سلسلے میں اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا... پھر نہ بتانے کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ ممکن ہے، معاہدہ منسوخ ہو جائے۔ جب سنڈیکیٹ والوں نے اصرار کیا تھا کہ اِنٹریکس کی پوزیشن کا تعین آخری روز مارکیٹ میں اُس کے حصص کی قیمت سے کیا جائے گا تو بیٹس نے بھی یہ حق مانگا تھا کہ منگل سے پہلے وہ معاہدے سے نکلنے کا حق بھی رکھے گا۔

پیر کی شام تک حصص کی قیمت اسّی ڈالر تک نہ پہنچی تو وہ اپنا یہ حق استعمال کر سکتا ہے۔ لہٰذا پریشانی کی کوئی بات نہ تھی۔ معاہدے سے گریز میں اُس کا کوئی نقصان بھی نہ تھا... لیکن وہ انضمام کے حق میں تھا۔ پندرہ ارب بیرل بہت بڑا لالچ تھا۔ اتنا تیل تو باقی دُنیا ایک سال میں بھی پیدا نہیں کرتی۔

وہ کافی دیر تک سوچتا رہا پھر اچانک اُس کا جی چاہا کہ وہ تمام اُلجھنیں یہیں چھوڑ کر جینا کے پاس چلا جائے، جہاں صرف وہ ہو گا اور جینا کا سحر انگیز حُسن... پھر سر پر کسی بہت بڑی چٹان کی طرح رکھا ہوا بوجھ یکلخت غائب ہو جائے گا۔

ایک لمحہ وہ کھڑکی میں کھڑا، سامنے کا منظر دیکھتا رہا۔ دُور پہاڑی پر سے دُھوپ کی چمک غائب ہو گئی تھی لیکن پیش منظر میں موجود سرسبز مسطح قطعات پر اب بھی دُھوپ چمک رہی تھی پھر شاید سُورج کے چہرے سے بدلیاں ہٹ گئیں۔ پہاڑی پر اُسے ایک غیر معمولی اور عجیب سی، آنکھوں کو چُندھیا دینے والی چمک دِکھائی دی۔ اُس نے سوچا کہ وہ مالی چارلس کو اس کے متعلق ضرور بتائے گا۔ اگر وہ کوئی ٹوٹا ہوا شیشہ ہوا تو بہت آسانی سے آگ لگ سکتی ہے۔

"ہیری! میں واقعی معذرت خواہ ہوں۔" اُس نے کھڑکی سے پلٹتے ہوئے کہا اور دھیرے دھیرے اپنی میز کی طرف بڑھنے لگا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ چاہے، مارکیٹ میں ہمارے حصص کی قیمت کل نہ چڑھے لیکن قیمتیں چڑھنے میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔"

"بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ حصص کی خریداری کا مناسب ترین وقت ہے۔" سر ہیری نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

اُس نے بیٹس کو سنبھالا لیتے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا پھر اُس نے کاغذات سمیٹے اور اِنٹریکس کے اسٹاک سے متعلق کوئی بھی غیر معمولی بات فوری طور پر بیٹس کے علم میں لانے کا وعدہ کرتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔

★★

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بیٹس، سائرس کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ ابھی تک سائرس کو جواباً کال نہیں کر سکا تھا۔ سائرس کی کال بہت رات گئے آئی تھی۔ اُس نے صبح ہی جوابی کال کرنا چاہی تھی لیکن رابطہ نہیں مِل سکا تھا۔

ممکن ہے، اِنٹریکس کے حصص کی قیمت گِرنے کے سبب کے بارے میں سائرس کو کچھ علم ہو، اُس نے سوچا کہ وہ سو کر اُٹھنے کے بعد پھر سائرس سے بات کرنے کی کوشش کرے گا۔

جینا، اُس کی منتظر تھی۔ سفید لبادے میں ملبوس، وہ اُسے سچ مچ اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہو رہی تھی۔ جانے اُسے کیسے پہلے سے پتا ہوتا تھا کہ وہ کس وقت اُسے کس لباس میں دیکھنا پسند کرے گا۔ اُس کے لبوں پر بے حد خوبصورت مُسکراہٹ تھرک رہی تھی۔ وہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ اُس کی کوشش تھی کہ اس وقت دُنیا بھر کے تمام مسائل اپنے ذہن سے جھٹک دے۔

"تم بہت تھک گئے ہو۔" جینا نے کہا۔ اس کی ساحر اُنگلیاں بیٹس کے بالوں میں اپنے لمس کا جادُو جگانے لگیں۔

"مجھے یاد دِلا دینا کہ مجھے سائرس کو کال کرنا ہے۔" اُس نے اپنے ذہن کو جینا کے سراپا پر مرکوز کرتے ہوئے کہا اور پھر بستر پر دراز ہو گیا۔

◘

بیٹس کی مملکت کے مشرق میں چھوٹی سی پہاڑی کی چوٹی پر لگے ہوئے چوبی جنگلے کے قریب کھڑے، ڈیوڈ کانسٹنٹائن نے دُوربین آنکھوں سے ہٹا کر وقت دیکھا۔ چار بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ اُس نے پھر دُوربین لگا لی۔ وہ جینا کی کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب اُس نے خاص طور پر خیال رکھا تھا کہ دُوربین کے شیشے دُھوپ سے بچے رہیں۔ شیشوں پر پڑ کر منعکس ہونے والی روشنی شکوک پیدا کر سکتی تھی۔

"پانچ منٹ بعد پردے اُٹھ جائیں گے۔" اُس نے دھیرے سے کہا۔

وہ وہاں ساڑھے تین بجے پہنچے تھے۔ لوئیس نے کار اس طرح کھڑی کی تھی کہ اُسے نیچے سے دیکھا نہیں جا سکتا تھا پھر وہ تینوں خاموشی سے بیٹھے رہے تھے۔ فریڈرک اور لوئیس فرنٹ سیٹ پر بیٹھے، ڈیوڈ کی ہدایت کے منتظر تھے اور ڈیوڈ بڑی خاموشی سے مکان اور اس کے اِرد گِرد کے علاقے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اُسے اُس ناموجود کتّے کی جستجو تھی جو غیر متوقع طور پر نمودار ہو کر عین وقت پر منصوبے میں خلل ڈال سکتا تھا۔ گھر کے معمولات میں کوئی غیر معمولی تبدیلی بھی دخل اندازی کر سکتی تھی۔ اس لیے وہ بہت چوکسی سے گِرد و پیش پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

ڈیوڈ کانسٹنٹائن کسی غلطی کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لیے وہ بطورِ خاص لندن سے آیا تھا کہ بیٹس کو نابُود کرنے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔ لوئیس اور فریڈرک نے تمام انتظامات اُسی کی ہدایت کے مطابق کیے تھے لیکن وہ دونوں کسی بھی غیر متوقع تبدیلی کے مطابق اپنا لائحہ عمل تبدیل کرنے کے اہل نہ تھے اور نہ ہی اُنھیں اس قسم کا کوئی تجربہ تھا۔ وہ ایسے سفّاک ذہنوں کے مالک

تھے جو پستول کی نال سے آگے کچھ سوچنے کی صلاحیت سے محروم تھے۔

برٹش انٹیلی جنس کی فائلوں میں ڈیوڈ کا تذکرہ موجود تھا . . .

ڈیوڈ کانسٹنٹائن... عمر ۴۷ سال... قد چھ فٹ ایک انچ... وزن ایک سو پچھتر پونڈ، بال سیاہ، عام طور پر چھوٹے... آنکھیں سیاہ، مجموعی تاثر مشرق بعید کا... بے حد خطرناک ہے، روکنے یا گرفتار کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اسے مستقل طور پر نگاہ میں رکھا جائے اور اس کی نقل و حرکت کے متعلق تمام معلومات اس کوڈ پر فراہم کی جائیں... محافظ/جینوا۔

اس کے علاوہ سی۔آئی۔اے اور کے۔جی۔بی کی فائلوں میں بھی اسی قسم کی معلومات درج تھیں۔ وہاں بھی تمام معلومات کے لیے محافظ/جینوا کا کوڈ لکھا ہوا تھا۔ کے۔جی۔بی کی فائل میں اضافی ہدایت درج تھی کہ حاصل شدہ معلومات صرف کے۔جی۔بی کے ڈائریکٹر کو فراہم کردی جائیں۔ خلاف ورزی پر سخت تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

لیکن اب ڈیوڈ کے سیاہ بالوں میں ہلکی سی سفیدی جھلکنے لگی تھی۔ اُس کا وزن پانچ پونڈ کم ہوگیا تھا لیکن اس کا تعلق اُس کی کارکردگی سے تھا۔ وہ اس قدر متحرک تھا اور اُس کے وجود میں اتنی سیمابیت تھی کہ مٹاپے کے متعلق سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔

وہ اب بھی دُوربین آنکھوں سے لگائے ہوئے تھا۔ اُس کا ذہن، ماحول کی تمام جزئیات محفوظ کررہا تھا۔ ایک اعتبار سے بیٹس، ڈیوڈ کانسٹنٹائن کے لیے محترم تھا۔ اُس نے بڑی دولت اکٹھی کی تھی اور دولت کا مطلب طاقت ہوتا ہے۔ ڈیوڈ کے نزدیک طاقت ہی انسان کو اہمیت دیتی تھی۔ بیٹس کے پاس نہ صرف طاقت تھی بلکہ وہ اسے استعمال کرنے کا ڈھنگ بھی جانتا تھا لیکن ہر انسان میں کمزوریاں بھی ہوتی ہیں اور بیٹس کی کمزوری آج رنگ لانے والی تھی۔

ڈیوڈ نے پھر گھڑی دیکھی اور دُوربین کے ذریعے مکان اور اُس کے گرد و پیش پر آخری تفصیلی نظر ڈالی۔ بیٹس کی اراضی کے سامنے ایک سڑک تھی۔ اس سڑک سے بیٹس کا ڈرائیو وے آملتا تھا۔ سڑک کے کنارے ایک فٹ پاتھ کے آثار بھی موجود تھے۔ گیٹ کے ساتھ ہی سُرخ پھولوں کی ایک گھنی جھاڑی تھی جس کی چھٹائی شاید گزشتہ کئی برسوں سے نہیں کی گئی تھی۔ ڈرائیو وے کی دونوں جانب سڑک بل کھاتی ہوئی تھی۔ کسی بھی پیدل چلنے والے کو کسی تیز رفتار گاڑی کے آنے کا پتا نہیں چل سکتا تھا۔

دُوربین متحرک ہوتی ہوئی گیٹ سے ہٹی۔ اب زیریں سڑک کا سوگز کا علاقہ اُس کی زد میں تھا۔ ایک خطرناک موڑ کے اس طرف ایک سیاہ جیگوار کھڑی تھی۔ ایک اُنیس سالہ لڑکا، گاگلز لگائے جیگوار کے عقبی ٹائر کے قریب جھکا ہوا ٹائر کا معائنہ کررہا تھا۔ ڈیوڈ نے سڑک کا جائزہ لیا اور پھر ڈرائیو وے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ڈرائیو وے کی دونوں جانب درخت تھے، جن کی بلندی بالکل یکساں تھی۔ ڈرائیو وے، مکان کے عین سامنے کافی چوڑا تھا۔ مکان کے زینوں کے نیچے ایک جرمن شیپرڈ کتا سو رہا تھا۔ مکان کے جنوبی حصّے میں اڑتیس کھڑکیاں تھیں۔ اُن میں صرف جینا کے کمرے کے پردے اُٹھے ہوئے تھے۔

★★

ڈیوڈ مطمئن تھا۔ ڈیش کے نیچے نصب شارٹ ویو ٹرانسمیٹر گنگنایا اور سُرخ روشنی پلکیں جھپکانے لگی۔ ڈیوڈ نے دُوربین سیٹ پر رکھ دی۔ "چار، چونتیس، صفر۔" اُس نے کہا۔

فریڈرک نے ٹرانسمیٹر کا سُوئچ دبایا اور اُسے چار۔ چونتیس، صفر پر سیٹ کردیا۔

کار کی چھت میں لگے ہوئے اسپیکر سے آواز آئی۔ "نیویارک میں انٹریکس کے حصص پچھتر سے شروع ہوکر اکہتر پر بند ہوئے۔ چھیاسی ہزار حصص فروخت کے لیے لائے گئے۔ کوئی حُکم؟"

ڈیوڈ نے چھوٹے سے پیڈ پر حساب لگایا۔ اُتار پندرہ پوائنٹ تھا۔ قیمت طے شدہ اَسّی ڈالر فی حصص سے نو پوائنٹ نیچے تھی... اب وہ دباؤ کم کرسکتا تھا۔ اس طرح قیمت چار یا پانچ پوائنٹ اُوپر چلی جاتی جو اُس کے نکتۂ نگاہ سے محفوظ تھا۔ اس طرح کوئی شک بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اُس نے بروکروں کا تصوّر کیا جو سیل آرڈرز کی بارش میں باؤلے ہوئے جارہے ہوں گے۔ اُس نے اپنی ٹائی کو چھُوا اور بڑے طمانیت بھرے انداز میں مُسکراتے ہوئے تازہ ہدایات جاری کیں... پھر وہ نشست میں دھنس گیا۔ سگریٹ سُلگا کر اُس نے ایک گہرا کش لیا اور مُسکراتا رہا۔

کسی شخص کو قتل کرنے کا عمل، اعصاب کو کس قدر ہیجان اور سنسنی سے دوچار کرتا ہے... پھر یہاں تو ہدف، دُنیا کا امیر ترین شخص تھا۔ یہ بات اس کی ہیجان پسند فطرت کے لیے دوآتشہ تھی... واقعی، یہ ایک بہت اچھا دن تھا۔ آدھ گھنٹے بعد بیٹس مرچکا ہوگا۔ چھتیس گھنٹے کے اندر اندر ڈیوڈ کو ایک اور دل خوش کُن خبر ملنے کی توقع تھی۔ وہ خبر ایرک کانسٹنٹائن کی موت کی ہوتی۔

ایرک کانسٹنٹائن، اُس کا سوتیلا بھائی، امنِ عالم کا ضامن، ذہین ترین شخص، مغربی تہذیب اور طرزِ زندگی کا محافظ، سوئٹزرلینڈ میں اپنے بستر پر مُردہ پایا جائے گا اور پُرلطف بات یہ ہوگی کہ اُس کی تمام دولت خود بخود، ڈیوڈ کانسٹنٹائن کو منتقل ہوجائے گی۔ کیسا یادگار موقع ہوگا لیکن افسوس ایرک اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکے گا۔

بیس سال پہلے اُس نے پہلی مرتبہ خاندانی دولت کی خوشبو سُونگھی تھی۔ اُسے ۱۹۴۵ء کا وہ دن یاد تھا جب وہ سَڑا بُسا سُوٹ کیس ہاتھ میں تھامے عظیم کانسٹنٹائن مینشن کی لائبریری میں کھڑا تھا۔ وہ ایک غریب چینی لڑکا تھا اور اُن اجنبیوں کا منتظر تھا جو اسی کی طرح کانسٹنٹائن کا نام استعمال کرتے تھے اور جن کے درمیان اُس کے باپ کی تمام دولت تقسیم ہونا تھی۔

پھر وہ لوگ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ سب سے آگے بیوہ تھی۔ دراز قد عورت، سیاہ لباس میں تھی، جس کے رُخساروں پر آنسوؤں نے لکیریں کھینچ دی تھیں۔ اس کے پیچھے اُس کا سوتیلا بھائی ایرک تھا... آنجہانی جولین کانسٹنٹائن کا بیٹا۔ ایرک نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے خود کو اور اپنی ماں کو اس سے متعارف کرایا۔ اُس سے جو آنجہانی جولین کانسٹنٹائن کا ناجائز بیٹا تھا۔ اُس نے بڑھا ہوا ہاتھ قبول نہیں کیا بلکہ سر خم کرتے ہوئے گویا اُن کی توہین کی۔

اس کا سوتیلا بھائی جو اس وقت سترہ سال کا رہا ہوگا، اس توہین آمیز رویّے کو سمجھنے سے قاصر رہا تھا۔ اُس نے اپنی ماں کے لیے کُرسی کھینچی اور اُس کے پیچھے اس طرح کھڑا ہوگیا کہ اُس نے اپنی ماں کے کندھے تھام رکھے تھے۔ ڈیوڈ نے بیٹھنے کی دعوت قبول تو کرلی لیکن اپنی ماں کے اور اپنی پرورش کے بارے میں سوالات کا جواب دینے سے گریز کیا۔ البتہ اُس نے یہ ضرور کہا کہ اُس کی ماں جسم فروش تھی... یہ کہتے ہوئے اُس کا لہجہ بے حد سفّاک ہوگیا۔ اپنے بارے میں اُس نے بتایا کہ آنجہانی جولین کانسٹنٹائن نے اُسے رُوپے پیسے کی تکلیف نہیں ہونے دی۔ اُس نے زندگی کے ابتدائی بارہ سال چنگکیانگ میں گزارے اور گزشتہ پانچ برس دہلی میں۔ اُس کی ماں کی موت دو سال پہلے ہوئی۔ اس سے پہلے، اُس کا باپ ہر سال اُن سے ملنے آتا رہا تھا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ جائداد سے متعلق معاملات نمٹنے تک وہ سوئٹزرلینڈ میں رہے گا ورنہ اُسے یہاں رہنے کی خواہش نہیں ہے۔

وہ چھ دن بہت تلخ تھے۔ ڈیوڈ کھانا اپنے کمرے میں لے جاکر کھاتا۔ تدفین کے علاوہ ایرک سے اُس کی ملاقات صرف قانونی کانفرنس میں ہوئی تھی۔ اُسے یاد تھا کہ اس دوران میں اُس نے بارہا ایرک کو اپنی جانب تکتے پایا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایرک بھی وہی بات سوچ رہا ہے، جو اُس کے ذہن میں ہے۔ اُن کے نقوش ایک جیسے تھے۔ زرد رنگت کا فرق نہ ہوتا تو وہ ایک دوسرے کا عکس تھے۔ لیکن ایرک کے انداز و اطوار اُسے انگریزوں کی یاد دلاتے تھے، جنھیں اُس نے دہلی میں دیکھا تھا۔ ایرک اُس کا مغربی رُوپ معلوم ہوتا تھا لیکن یہی وہ دُنیا تھی جہاں سے فرار اختیار کرنے کے لیے اُس کا باپ ہر سال چین کا رُخ کرتا تھا اور اُس کی ماں کی زُلفوں کے سائے میں پناہ لیتا تھا۔

ڈیوڈ، ایرک کی نگاہوں کا جواب ہمیشہ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیتا۔ اُس وقت اُس کی آنکھوں میں... بلا کی سرد مہری ہوتی اور ایک طرح کا چیلنج ہوتا۔ وہ جانتا تھا کہ ایرک کی آنکھیں اُسے یاد دلاتی ہیں کہ اس کی زرد رنگت اور چھوٹی آنکھیں کانسٹنٹائن جیسے عالی مرتبت خاندان کے لیے ایک داغ ہیں، توہین آمیز داغ... انڈیا اور چین میں وہ دیکھ چکا تھا کہ سفید فام لوگ رنگ دار لوگوں کو کس درجہ حقیر اور کمتر گردانتے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ ایرک کو اپنے باپ کی وصیّت پسند نہیں آئی تھی جس کی رُو سے اُس نے اپنی آدھی جائداد اور دولت اپنے رنگ دار اور ناجائز بیٹے کے نام کردی تھی۔ اُس نے خوش گوار تعلقات پیدا کرنے کے سلسلے میں ایرک کی ہر پیش کش ٹھکرادی تھی۔ ہر ملاقات کے اختتام پر وہ خاموشی سے اپنے کاغذات سمیٹتا اور جلد از جلد کمرے سے نکل جاتا۔

"اگر تم چاہو تو ان معاملات کو جلد از جلد نمٹانے کے لیے تمھیں کسی اچھے وکیل سے ملوادوں۔" ایک دن ایرک نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

ڈیوڈ نے بڑی بدمزگی سے ایرک کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ ایرک کانسٹنٹائن کی خاندانی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ اس انگوٹھی کے چہرے پر دو جُڑواں شیر بنے ہوئے تھے۔ وہ ایرک کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مُسکرایا۔ "اگر تم کہو تو میں تمھاری مدد کے لیے کوئی چینی وکیل تلاش کردوں؟" اُس نے بے حد سفّاک لہجے میں طنز کیا۔

اُسے آج بھی اچھی طرح یاد تھا کہ اُس کا جُملہ سُن کر، اُس کے ہاتھ پر سے ایرک کے ہاتھ کی گرفت کس طرح ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

اُس کا حصّہ ہانگ کانگ منتقل کردیا گیا تھا۔ وہ آٹھ کروڑ ڈالر کی جائداد تھی۔ اس کے علاوہ ایک ارب ڈالر، سوئٹزرلینڈ میں ایک ٹرسٹ کی صُورت میں دونوں بھائیوں کی مشترکہ امانت تھی۔ اب وہ اس ٹرسٹ سے چھ ارب ڈالر، اپنے حصّے کے طور پر طلب کرسکتا تھا۔

اُس نے اپنے حصّے کو بہت اچھی طرح استعمال کیا تھا، اپنے

مغربی بھائی سے کہیں زیادہ بہتر طور پر۔ ڈیوڈ نے اپنے ہاتھ میں موجود انگوٹھی پر نظر ڈالی اور مسکرا دیا۔ وہ انگوٹھی بالکل خاندانی انگوٹھی جیسی تھی لیکن وہ خاندانی انگوٹھی بہرحال نہیں تھی۔ تاہم آیندہ چند دنوں میں وہ خاندانی انگوٹھی بھی خاندان کے واحد وارث کے پاس پہنچنے والی تھی۔

☆☆☆

"وہ دیکھو۔" لوئیس نے اچانک کہا تو ڈیوڈ نے دُوربین کے ذریعے جینا کو دیکھا۔ لمحہ بھر وہ کھڑکی کے قریب کھڑی رہی پھر اوجھل ہوگئی۔ اب تین منٹ... صرف تین منٹ بعد صدر دروازہ کھلے گا اور ارب پتی بیٹس باہر آئے گا۔ وہ کسی مشین کی طرح اپنے روزمرّہ کے معمولات پر عمل کرے گا۔ وہ اُچھلتا ہُوا دروازے کی سیڑھیوں سے اُترے گا اور روز کی طرح سڑک کی طرف بڑھے گا۔ اُسے سڑک تک پہنچنے میں ساڑھے تین منٹ لگیں گے۔

ڈیوڈ نے سگریٹ بجھا دیا اور دُوربین کی مدد سے گرد و پیش کا محتاط جائزہ لیا۔ جیگوار والا لڑکا اب ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا، کار کا انجن بیدار ہو چکا تھا۔

ڈیوڈ نے دُوربین ایک طرف رکھ دی اور آگے کو جھک آیا۔ اُس کے انداز میں تشویش تھی۔ اُس کا حلق خشک ہو رہا تھا... اور دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ متوقع نگاہوں سے اُس دروازے کو دیکھ رہا تھا، جہاں سے کسی بھی لمحے بیٹس برآمد ہونے والا تھا۔

بیٹس نے دروازے تک آنے میں بیس سیکنڈ زیادہ لیے... اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا۔ وقت کے اندازے میں اتنی معمولی سی غلطی غیر اہم تھی۔ بیٹس چند لمحے سیڑھیوں پر کھڑا رہا۔ شاید وہ کُتّے سے باتیں کر رہا تھا۔ کُتّے نے اپنا سر اُٹھا لیا تھا اور اُس کی دُم گردش کر رہی تھی لیکن شاید اُس نے اپنے آقا کی چہل قدمی کی پیش کش مسترد کر دی تھی۔ بیٹس سیڑھیوں سے اُترا اور ڈرائیو وے کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"ٹھیک ہے، لوئیس!" ڈیوڈ نے دھیرے سے کہا۔

رولس تھوڑا سا پیچھے کی طرف ہٹی۔ پیچھے درختوں کا جُھنڈ تھا، اُس کے بعد لوئیس نے اُسے کچی سڑک پر کچھ آگے بڑھا کر روک دیا... یہاں سے وہ بیٹس اور سیاہ جیگوار، دونوں کو بیک وقت دیکھ سکتے تھے۔ جیگوار کے ایگزاسٹ سے مختصر سا دھما کا ہُوا... ڈیوڈ زیرِ لب کسی کو کوسنے لگا۔ اگر بیٹس کا ذہن حاضر ہُوا تو اب اُسے کار کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ اس صُورت میں وہ جھاڑی سے آگے نکلتے وقت بہت محتاط ہوگا۔

اب جیگوار حرکت میں آ چکی تھی۔ اچانک اُس کا انجن پھر کھانسنے لگا۔

ڈیوڈ پھر کچھ بڑبڑایا۔ "رائفل، فریڈرک!" اُس نے کہا۔ "تیار رہو۔" وہ اپنی برہمی پر قابُو پانے کی کوشش کرتے ہُوئے دیکھنے لگا۔ جیگوار دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھی۔ دوسری طرف بیٹس لمبے لمبے ڈگ بھرتا، گیٹ کے ساتھ لگی... سُرخ پھولوں والی جھاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ڈیوڈ نے سیٹ کے نیچے سے لمبی نال کا ایک خودکار پستول نکال کر تھام لیا تھا اور فریڈرک نے دُورمار رائفل نکال کر کھڑکی کے ساتھ لگا دی۔ رائفل پر دُوربین لگی ہُوئی تھی۔

ڈیوڈ، پستول کی سائٹ سے پُورا منظر دیکھ رہا تھا۔ بیٹس کے آگے بڑھنے میں ہچکچاہٹ کی صُورت میں وہ فائر کرنے کے لیے تیار تھا... لیکن ڈیوڈ یا فریڈرک میں سے کسی کو گولی چلانے کی زحمت نہ کرنا پڑی۔

آپریشن کامیاب رہا۔ لڑکے نے اپنے شکار کی رفتار کے بارے میں شان دار اندازہ لگایا تھا۔ بیٹس جھاڑی سے گھوم کر سڑک کے وسط میں آیا اور اِدھر لڑکے نے کار کو انتہائی رفتار پر پہنچا دیا۔ ساتھ ہی وہ ہارن بھی بجا رہا تھا۔ بیٹس تو جیسے کسی مجسّمے کی طرح ساکت ہو گیا۔ اُس کا مُنہ کُھلا ہُوا تھا اور ہاتھ اس طرح آگے کی طرف اُٹھے ہُوئے تھے جیسے وہ تیز رفتار موت کو خود سے دُور رکھنے کا خواہش مند ہو... پھر جیسے طلسم ٹُوٹا اور اُس نے سنبھالا لیا لیکن اُسے دیر ہو چکی تھی۔ وہ اپنے تحفّظ کی طرف صرف ایک قدم بڑھا سکا تھا۔

اُسی وقت لڑکے نے گاڑی کا رُخ سُرخ پھُولوں کی جھاڑی کی طرف کر دیا۔ شاخوں کے ٹُوٹنے کی آواز دھماکے کی طرح سُنائی دی... بیٹس، کار کے عین درمیان پھنسا تھا پھر وہ کار کے ساتھ گھسٹتا رہا۔ کچی سڑک پر آتے آتے کار کی رفتار بڑھ گئی۔ بالآخر بیٹس کا جسم کار کی گرفت سے آزاد ہو کر، پہیوّں کے عقب میں اوجھل ہو گیا۔

کار، وقتی طور پر قابُو سے باہر معلوم ہُوئی لیکن پھر وہ سنبھالا لے کر بہت تیزی سے موڑ کی طرف بڑھ گئی۔

رولس میں بیٹھے ہُوئے فریڈرک نے رائفل جُھکا لی۔ اب اُس کا ہاتھ، ریڈیو ٹرانسمیٹر کے نیچے لگے ہُوئے پلاسٹک کے ایک چھوٹے سے سُوئچ پر تھا۔ جیگوار، موڑ کے قریب پہنچی تو ڈیوڈ نے ہاتھ بڑھا کر فریڈرک کے کندھے کو چُھوا۔

سُوئچ دَبا دیا گیا۔ فضا میں کان چھید دینے والی بہت تیز لیکن باریک چیخ کچھ دیر تک گُونجتی رہی پھر جیسے لامتناہی سنّاٹا چھا گیا۔

جیگوار، اس وقت تنگ سڑک پر خطرناک ترین موڑ کاٹنے والی تھی۔ ڈرائیور کو پتا بھی نہ چلا۔ اسٹیئرنگ میں لگے ہُوئے ریسیور سے چیخ سی بلند ہُوئی اور اسٹیئرنگ سخت اور غیر متحرک لوہے میں تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد موڑ کاٹنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اور آگے پہاڑی ڈھلان تھی جس کی منزل ایک گہری کھائی تھی۔

لوئیس نے پہلے ہی رولس اسٹارٹ کر دی۔ اُس کے ہونٹوں پر طمانیت آمیز مُسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اُس کے دریافت کردہ لڑکے نے بڑی مہارت اور خوش اسلوبی سے اپنا کام انجام دیا تھا۔ اُس نے اپنے ہدف کو جھاڑی میں بھی نہیں بخشا تھا اور جھاڑی تک روند ڈالی تھی۔

بیٹس کی مملکت کے سامنے، ڈیوڈ نے کار کا دروازہ کھولا۔ پستول اُس کے ہاتھ میں بالکل تیار تھا لیکن بیٹس مر چکا تھا، اُس کی گردن ٹُوٹ گئی تھی۔ ڈیوڈ کے دل میں، ڈیوڈ کے مُڑے تڑے خاک آلُود جسم کو دیکھ کر مسرّت کی ایک لہر اُٹھی۔ اُس نے دروازہ بند کیا اور رولس تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

فریڈرک اور ڈیوڈ سرسبز ڈھلان سے سنبھل سنبھل کر اُترے۔ لوئیس، کار ہی میں موجود تھا۔ کار کے ڈھانچے کے گرد گیسولین کی شدید بُو پھیلی ہُوئی تھی۔ کار دائیں پہلو اور پُشت کے بَل ٹِکی ہُوئی تھی۔ وہ دونوں بڑے محتاط انداز میں، ڈرائیور کے دروازے کی طرف بڑھے... لڑکا شدید زخمی تھا اور اُس کا مُنہ بار بار کُھل رہا تھا جیسے کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہو۔ شدید اذیت کے عالم میں وہ اپنا سر بھی دائیں بائیں پٹخے جا رہا تھا۔ فریڈرک نے اُس کے گاگلز پیشانی تک اُٹھا دیے تھے پھر وہ آخری ہدایت کے لیے ڈیوڈ کی جانب متوجّہ ہو گیا۔

ڈیوڈ نے لڑکے کی جیکٹ کی تہ میں ہاتھ ڈال دیا۔ لڑکے نے اُسے ہاتھ سے روکنا چاہا لیکن اُس کی گرفت میں جان نہیں تھی۔ ڈیوڈ نے لڑکے کے ہاتھ کو آسانی سے جھٹک کر، اُس کی جیب سے بٹوہ برآمد کر لیا۔ بٹوے میں بیس پاؤنڈ کے نوٹوں کی ایک گڈّی تھی۔ وہ پچاس نوٹ تھے۔ اس کے علاوہ کچھ چھوٹے نوٹ تھے۔ چھوٹے نوٹ اُس نے دوبارہ بٹوے میں رکھ دیے اور بٹوا جیکٹ کی جیب میں ڈال دیا پھر وہ پیچھے ہٹا... اور فریڈرک کی طرف دیکھ کر مُسکرایا۔

فریڈرک نے لڑکے کو سیفٹی بیلٹ کی گرفت سے آزاد کیا پھر وہ لڑکے کے پیچھے جا کھڑا ہُوا اور اپنے دونوں ہاتھ لڑکے کی بغلوں سے گزار دیے۔ ایک لمحہ بعد اُس نے لڑکے کو سیٹ سے اُٹھایا۔ لڑکا بُری طرح سسک رہا تھا۔ فریڈرک نے اُسے پیچھے کی طرف ہٹایا اور پھر اپنے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد کیے بغیر پوری قوّت سے اسٹیئرنگ کالم کی طرف دھکیلتا لے گیا۔ ہڈیاں ٹُوٹنے کی آواز آئی اور لڑکے کے مُنہ سے خُون بہہ نکلا۔

فریڈرک نے اُسے دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بِٹھا کر سیفٹی بیلٹ پھر کَس دی لیکن بیلٹ کَسنے میں اُس نے اتنی جگہ ضرور چھوڑی تھی کہ مطلُوبہ تاثر قائم کیا جا سکتا۔ اب ایسا ہی لگتا تھا کہ لڑکے کا سینہ اسٹیئرنگ سے ٹکرا کر ٹُوٹ پھُوٹ گیا ہے۔

◘

واپسی کا سفر ڈیوڈ کے لیے بہت دلچسپ تھا۔ دُور تک سبزے کا سمندر موجیں مار رہا تھا اور بھیڑیں چر رہی تھیں۔ وہ سب کچھ اُسے چین کی یاد دلا رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ وہ طبعاً ایک نرم خُو آدمی ہے جو زندگی کے بارے میں نرم اور شاعرانہ نظریات رکھتا ہے۔ کاش وہ بھی ایک غریب کسان ہوتا جس کے پاس بھیڑوں کا ایک چھوٹا سا گلّہ ہوتا اور چند گائیں ہوتیں تو وہ کس قدر خوش رہتا۔ اُسے اُن لوگوں پر اور اُن کی آزادی پر رشک آتا تھا۔ وہ نیم وا آنکھوں سے تیزی سے گزرتے ہُوئے مناظر دیکھتا رہا لیکن سوانسی ائرپورٹ پہنچنے کے بعد، ایک پریشان کُن خیال اُس کے ذہن میں کچوکے لگانے لگا۔ یہ بات طے تھی کہ چھتیس گھنٹے کے اندر اندر ایرک کا نسٹنٹائن، موت سے ہم کنار ہو جائے گا۔ اُس نے جس لڑکی کے سپرد یہ کام کیا تھا، وہ بے حد مستعد تھی۔ سینٹ ٹُورِیم میں اُس کی موجودگی شکوک کا باعث بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ مزید یہ کہ اُسے ایرک کو ٹھکانے لگانے میں کسی دُشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن اس وقت ڈیوڈ بڑی اُلجھن محسوس کر رہا تھا۔ اُس کے لیے یہ سوچنا بھی تکلیف دہ تھا کہ اگر وہ لڑکی ناکام ہو گئی تو...

رولس، رن وے کے مغرب کی طرف ایک چھوٹے سے ہینگر کے سامنے پہنچ کر رُک گئی۔ مقامی لوگ جانتے تھے کہ اس ہینگر میں ایک بے حد دولت مند بین الاقوامی تاجر کا ذاتی جہاز رہتا ہے۔ مُؤثر ترین افواہ یہ تھی وہ لندن میں اسٹاک بروکر ہے۔

ڈیوڈ نے کار سے اُتر کر دروازہ بند کر دیا۔ وہاں بہت اندھیرا تھا۔ وہ ابھی تک دستانے پہنے ہُوئے تھا۔ اُس نے ایک ہاتھ فریڈرک کی جانب والی کھڑکی پر رکھ دیا۔ وہ ایرک کے بچ نکلنے کے امکانات کے بارے میں بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔

"لندن واپس جاتے ہی فوراً اسکاٹ لینڈ یارڈ کال کرو۔ اپنا ٹیلی فون نمبر، کوڈ رُوم میں ہوریس بیکر کو دے دینا۔" اُس نے کہا۔ "وہ تمھیں آیندہ چار دنوں میں کسی وقت بھی کال کر سکتا ہے۔ اگر ایسا ہُوا تو وہ ایک شخص کے بارے میں تمھیں ہدایات دے گا۔ تمھارا وہ ہدف بڑی حد تک میرا ہم شکل ہے۔ وہ شخص غالباً کسی فوجی ائرپورٹ سے

بلایا جائے گا۔ وہ، بیٹس کی موت کا مقام دیکھنا چاہے گا۔ میرے خیال میں ایک اور حادثے کے لیے وہ جگہ بے حد مناسب ثابت ہوگی... مجھے یقین ہے کہ تم یہ کام نمٹا سکو گے۔"

لوئیس مسکرا دیا۔ اس دوران میں فریڈرک سر کو تفہیمی انداز میں ہلاتا رہا تھا۔

"اس شخص سے محتاط رہنا۔" ڈیوڈ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "وہ کوئی لقمۂ تر ثابت نہیں ہوگا۔"

"ہم اُسے سنبھال لیں گے۔" لوئیس بولا۔

"ہاں، میں جانتا ہوں۔" ڈیوڈ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور جانے کے لیے پلٹا لیکن پھر ٹھٹک گیا اور کچھ سوچتے ہوئے اپنی جیب سے ایک چابی نکالی اور فریڈرک کی طرف بڑھا دی۔ "یہ اپنے پاس رکھو۔" اُس نے کہا۔

"کس لیے؟ کیا ہے، یہ؟"

"اسے کھو نہ دینا۔" ڈیوڈ نے اُس کے سوالات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تمھارے اگلے کام سے متعلق ہے۔" پھر وہ تیزی سے پلٹا اور ہینگر کی طرف بڑھ گیا۔

ہنسا۔ ۳۲۰ جیٹ طیّارہ، مغربی جرمنی کا ساختہ تھا۔ اُس میں ڈیوڈ نے خود ہی کچھ اصلاحات کی تھیں جن کے نتیجے میں اُس کی رفتار، اعشاریہ نو صفر ماخ کے برابر ہوگئی تھی یعنی وہ آواز کے مقابلے میں ایک اعشاریہ آٹھ گنا رفتار سے سفر کرسکتا تھا۔ مزید یہ کہ اُس کی لینڈنگ کی رفتار، ستّر میل فی گھنٹہ سے بھی کم ہوگئی تھی اور اُس کا پائلٹ ہوچی ٹونگ اُسے کسی چراگاہ میں بھی اُتار سکتا تھا۔

ڈیوڈ نے سیفٹی بیلٹ کس لی۔ طیّارہ ٹیک آف کے لیے تیار تھا۔ ٹاور سے کلیئرنس سگنل ملا۔ ہوچی مسکرایا اور اُس نے تھروٹل کھول دیا۔ جہاز برق رفتاری سے آگے بڑھا۔ بالآخر اُس کی چونچ فضا میں بلند ہوئی اور وہ بڑی آہستگی سے اُٹھتا چلا گیا۔

ہوچی نے لزبن کے لیے جنوب مغربی راستے پر کنٹرول سیٹ کر دیا پھر اپنی سیفٹی بیلٹ کھول کر، کیوبن سگار سلگا لیا۔

ڈیوڈ نے اپنے ہاتھ گود میں رکھتے ہوئے آنکھیں مُوند لیں۔ سفر بہت طویل تھا۔ چار جگہ رُکنے کے بعد اُسے وینزویلا پہنچنا تھا۔ اتوار کو وہ ہیڈکوارٹرز پہنچتا اور اِنٹریکس کی ڈائریکٹرز میٹنگ کے لیے اُسے جمعرات کو نیویارک میں موجود ہونا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔ سات دن کے اندر دُنیا کے چیدہ چیدہ لیڈر، اُس کے الٹی میٹم اور اُس کی شرائط کے بارے میں جان کر لرزہ براندام ہوں گے۔

★★

اتوار، چار بج کر بیس منٹ صبح۔

برف باری مسلسل باون گھنٹے سے ہو رہی تھی۔ سینی ٹوریم میں زندگی کی واحد علامت، مرکزی دروازے پر بنے ہوئے گارڈ کے کیبن سے جھانکنے والی روشنی تھی۔ گیٹ بجلی سے کنٹرول کیے جاتے تھے۔ وہیں ایک کاٹیج تھا جو سینی ٹوریم کی مرکزی عمارت سے الگ تھلگ تھا لیکن ایک روش، اُسے مرکزی عمارت سے ملاتی تھی۔

وہ کاٹیج، کانسٹنٹائن گھرانے کے افراد کے لیے مخصوص تھا... جنھوں نے اس سینی ٹوریم کی بنیاد رکھی تھی۔ کانسٹنٹائن گھرانے کے لوگوں کی بینکاری، سیاست اور فنون میں دلچسپی کی شدت نے اُن کے مردوں کی تناسلی صلاحیت پر کچھ منفی اثرات مرتب کیے تھے۔ اس کے نتیجے میں اُن کی شخصیت میں کچھ دلچسپ خصوصیات پیدا ہوگئی تھیں... سینی ٹوریم کے قیام کا بنیادی مقصد، ان خصوصیات پر علمی تحقیق کرنا تھا۔ اس تحقیقی کام کے سلسلے میں سینی ٹوریم میں، دُنیا کے مختلف حصّوں سے لائے جانے والے مریض زیرِ علاج رہتے تھے۔ تاہم سینی ٹوریم سے مدد لینے والے کانسٹنٹائن گھرانے کے تمام افراد ذہنی و نفسیاتی مریض نہیں ہوتے تھے۔ اس وقت کاٹیج میں موجود شخص ایک بے حد مخصوص نوعیّت کے اعصابی اختلال کا شکار تھا۔ وہ بیماری عام بیماری نہ تھی۔ وہ جب سے وہاں آیا تھا، بے ہوش تھا۔ سینی ٹوریم کا عملہ اس کی بے ہوشی کی وجہ سے ناواقف تھا۔ البتّہ طبّی عملے کا چیف اس طویل بے ہوشی کے اسباب سے باخبر تھا لیکن وہ اس مسئلے پر کسی سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا۔

ڈپوٹی نرس ہلڈا نے بے ہوش مریض پر جُھکتے ہوئے اپنے طور پر اُس کا معائنہ کیا... اُس نے برلن سے نرسنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اور اُس کے پاس غیر معمولی سفارشی اسناد تھیں۔ اُس کے تحقیقی کام نے اس کی مہارت کی گواہی دی تھی لیکن اس وقت وہ بھی مریض کے جسم پر کوئی قابلِ ذکر علامت یا نشان تلاش نہ کرسکی۔ اُس کی پیٹھ پر موجود نشانات سے ظاہر ہوتا تھا کہ کافی عرصہ پہلے، اُس پر بڑی بے رحمی سے کوڑے برسائے گئے ہوں گے۔ سینے پر دائیں جانب، گولی کا پُرانا مندمل شدہ زخم تھا۔ بائیں گھٹنے میں موجود اسٹیل کی پلیٹ، فریکچر کی نشاندہی کرتی تھی۔ اس کے علاوہ مریض جسمانی طور پر بہت اچھی حالت میں تھا۔ بے ہوشی کے عالم میں بھی اُس کے جسم کے مسامات سے توانائی کی لہریں نکلتی محسوس ہوتی تھیں۔ اُسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ گہری نیند سو رہا ہو۔ ہلڈا کا اندازہ تھا کہ اُس کا قد چھ فٹ کے لگ بھگ اور وزن تقریباً ایک سو ستّر پونڈ ہوگا۔ وہ اُسے چادر اُڑھا رہی تھی... کہ مریض نے آنکھیں کھول دیں۔

مریض نے اس کی طرف دیکھا... جیسے اُسے پوری طرح دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اُس کی نظریں یُوں دُھندلا رہی تھیں جیسے آنکھوں کے سامنے شدید برف باری ہو رہی ہو۔ اب آہستہ آہستہ ذہن سے دُھند چھٹ رہی تھی۔ وہ نہ جانے کتنے گھنٹے بے ہوش رہا تھا۔ اُس نے زبان ہلانا چاہی لیکن وہ بہت سُوجی ہُوئی تھی۔ شاید آخری حملے کے دوران اُس نے زبان کو بُری طرح چبا ڈالا تھا۔ رفتہ رفتہ نگاہوں سے دُھند چھٹی تو اُسے سر دُکھنے کا احساس ہونے لگا۔ اُس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ چہرے پر پانچ دن کی بڑھی ہُوئی داڑھی، ہتھیلی کو چھیلے دے رہی تھی۔ سر درد کے ساتھ اُسے خوشبُو کا احساس بھی ہُوا۔ سفید یونیفارم میں ملبوس ایک لڑکی اُس پر جُھکی ہُوئی تھی... پھر وہ دیوار پر نصب ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی... وہ دل ہی دل میں لڑکی کے حُسن کو سراہے بغیر نہ رہ سکا... پھر وہ خود کو بُرا بھلا کہنے بلکہ سوچنے پر مجبُور ہوگیا۔ کیونکہ وہ لڑکی یا لڑکیوں کی قربت ہی تو تھی جس نے اُسے اس حال کو پہنچایا تھا۔ وہ ایک تھی یا کئی تھیں، فی الوقت وہ یہ یاد نہیں کر پا رہا تھا۔

"ڈاکٹر زوبرن!" نرس نے جرمن زبان میں پکارا۔ "پلیز، جلدی آئیے، اُسے ہوش آگیا ہے۔"

"میرا شیو کیوں نہیں کیا گیا ہے؟" مریض نے نرس کے واپس آنے کے بعد جرمن زبان ہی میں اُس سے پُوچھا۔ اس کا لہجہ بالکل صاف تھا، کسی اہلِ زبان کی طرح۔ اگرچہ اُس کی آواز بھاری اور بھدّی تھی... لیکن اس میں ایسا تاثر تھا کہ ہلڈا بیک وقت خوف اور سنسنی سے دوچار ہوگئی۔

"مجھے ایسی کوئی ہدایت نہیں دی گئی تھی۔" اُس نے جواب دیا۔

"شیو کا سامان کیبنٹ میں موجود ہے۔" اُس نے کہا۔ "اور میں شیو کے معاملے میں بہت نفاست پسند ہُوں۔"

وہ ہچکچائی لیکن مریض اُسے سرد نگاہوں سے گھُورے جا رہا تھا۔ وہ جلدی سے تعمیل کے لیے بڑھ گئی۔ جب چیف آیا تو وہ اُس کے چہرے پر کریم سے بہت گاڑھے جھاگ بنا چکی تھی۔

ڈاکٹر زوبرن سُرخ داڑھی والا امریکی نیورولوجسٹ تھا۔ وہ اعصابی اختلال کے بہت اہم محقّق کی حیثیت سے مشہور تھا۔ اُس نے اس سلسلے میں جذبات، وراثت اور ماحول کے اثرات پر بہت اہم تحقیق کی تھی۔ "کیا حال ہے؟" اُس نے آتے ہی مریض سے انگریزی زبان میں پُوچھا۔

"ڈاکٹر! مجھے بہرحال، تم سے، اس سے بہتر توقّعات تھیں۔"

"بہرحال..." ڈاکٹر نے گہری سانس لی۔ "شدید سر درد، گلا خُشک، زبان کی سُوجن، متلی کا احساس، آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے دائرے نمُودار ہونا۔"

"قطعی طور پر درست ہے۔" مریض نے کہا۔

"یہ تمھاری خوش قسمتی ہے کہ تم زندہ ہو۔"

"مجھے کہاں پایا گیا تھا؟"

"کوپن ہیگن کی ایک بندرگاہ کے قریب، تاریک گلی میں..."

ڈاکٹر نے کہا۔ "تم پر یقیناً تشدد بھی کیا گیا تھا اور..."

"جی ہاں..."

"اس سے پہلے اس قسم کی صُورتِ حال میں تمھیں کبھی مارا پیٹا نہیں گیا۔"

"کیا تم مجھے دوا دینے والے تھے، ڈاکٹر؟" مریض نے ڈاکٹر کی بات اُڑا دی۔

"کوئی تجویز...؟" ڈاکٹر کا لہجہ مزاحیہ تھا۔

"میرے خیال میں بی۔ بارہ کا ایک ڈوز اور ڈارون کا ایک کیپسول... یہ تو مجھے سنبھلنے میں مدد دیں گے۔ باقی معاملات، مَیں تم پر چھوڑتا ہُوں۔"

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا پھر بولا۔ "پراتھر کو پیش آنے والا حادثہ بہت افسوسناک تھا۔ تاہم آپ کی ہدایت کے عین مطابق ہم نے اُس کی بیوہ اور بچّوں کا خیال رکھا ہے۔"

مریض اپنے ہاتھوں کی لرزش پر قابُو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ ڈاکٹر زوبرن کو اُن شکُوک سے آگاہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، جو برازیل میں پراتھر کے طیّارے کی تباہی سے متعلق اُس کے ذہن میں موجود تھے۔ دانتوں کے ماہر کی رپورٹ کے باوجود کہ مرنے والا ڈاکٹر پراتھر ہی تھا، اُسے ڈاکٹر کی موت کا یقین نہیں تھا۔ حال ہی میں سینی ٹوریم سے ڈاکٹر پراتھر کی تمام دواؤں کی سپلائی چُرالی گئی تھی۔ یہ بات اُن شکُوک میں اور اضافہ کر رہی تھی۔ اُس کے خیال میں ڈاکٹر پراتھر، جسم کے عناصر کیمیاوی اور ذہنی کشیدگی کے درمیان کوئی تعلّق تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ یہ بات اُس کے مرض کے علاج کے لیے معاون ثابت ہوسکتی تھی۔

ہلڈا شیو سے فارغ ہُوئی تو ڈاکٹر ہائپوڈرمک تیّار کرچکا تھا۔

"بہت شان دار۔" مریض نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جرمن زبان میں کہا۔ "کہیں ایک بال بھی نہیں چھوڑا ہے۔"

"نرس! تم انجکشن لگاؤ گی؟" ڈاکٹر نے ہلڈا سے کہا۔

ہلڈا نے ہائپوڈرمک تھام لی اور مریض پر جُھک گئی۔

"باورچن کو جگاؤ۔" ڈاکٹر نے نرس سے کہا۔ "کرنل کے لیے سبزی کا سُوپ منگواؤ۔"

"کرنل...!" ہلڈا نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت اور معصومیت تھی۔ اس کے باوجود، دونوں نے اُسے بڑے غور سے دیکھا تھا۔ ہلڈا کو احساس ہوگیا کہ اُس سے غلطی سرزد ہوگئی ہے۔

"میں یہاں فرضی نام سے موجود ہوں۔" مریض نے بے حد نرمی سے کہا۔ "مجھے اُمید ہے، تم یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گی۔"

ہلڈا نے کمرے سے نکلنے کے بعد اطمینان کا سانس لیا اور اُس روش کی طرف بڑھ گئی جو کاٹیج کو سینی ٹوریم کی مرکزی عمارت سے مِلاتی تھی۔

★★

"یہ لڑکی تمھیں کہاں سے ملی؟" کرنل نے ڈاکٹر زدبرن سے پُوچھا۔

"اشتہار کے جواب میں اِس نے بھی درخواست دی تھی۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "اور ہر اعتبار سے یہ باقی اُمیدواروں پر فوقیت رکھتی تھی۔"

"تب تو تمھیں اور محتاط ہوجانا چاہیے تھا۔" کرنل نے کہا۔ "لیکن کوئی بات نہیں۔ جلد یا بدیر میرے بھائی کو یہاں بھی کسی نہ کسی کو بھیجنا ہی تھا۔ میرے خیال میں یہاں پہلے ہی اُس کے کئی آدمی ہوں گے۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اتنی جلدی کسی کو پہچاننے میں کامیاب ہوگئے۔ خیر، اب مجھے اپنے کام کے نتائج بتاؤ۔"

زدبرن سنجیدہ ہوگیا۔ یہ سنجیدگی محض پیشہ ورانہ نہ تھی۔ وہ اپنے اس مریض اور سینی ٹوریم کے سرپرست کو پسند کرتا تھا۔ چنانچہ یہ بتانا کہ وہ اپنے تحقیقی کام میں ابھی تک کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہیں کر سکا ہے، اُسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"کرنل! میں جانتا ہوں کہ تمھارا کام، تم پر اعصابی دباؤ ڈالتا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ باطنی کشیدگی تمھارے لیے ناقابلِ برداشت ہوجاتی ہوگی۔ اس کشیدگی کا نکاس بھی بہت ضروری ہے لیکن پھر بھی تمھیں احتیاط برتنا چاہیے۔ اپنی زندگی کو اس طرح خطرے میں ڈالنا..."

"کشیدگی کے نکاس کی کوئی اور صُورت، تم کیا تجویز کرتے ہو، دوست؟" کرنل نے پُرلطف لہجے میں کہا۔ "اگر میری جگہ تم ہوتے تو کیا کرتے؟"

"اگر میں تمھاری جگہ ہوتا تو شاید وہی کچھ کرتا، جو تم کرتے ہو..." ڈاکٹر نے کہا۔ "لیکن میں کم از کم خود کو ایک نسوانی وجود تک محدود رکھنے کی کوشش ضرور کرتا۔ اس مرتبہ کتنی عورتیں ملوث تھیں، ایرک؟"

"گویا تمھارے خیال میں ایک سے زیادہ تھیں؟"

"اٹیک کی شدت تو یہی بتاتی ہے۔"

"ممکن ہے، دو ہوں۔" کرنل نے اعتراف کیا۔ اب وہ بھُولے ہُوئے دنوں کو کسی حد تک یاد کرنے کے قابل ہوگیا تھا۔ اُس کے ہاتھ دُکھ رہے تھے، اُنگلیاں گرہوں پر سے سُوجی ہُوئی تھیں۔ اُسے یاد نہیں آرہا تھا کہ لڑائی کس بات پر ہُوئی تھی۔ شاید وجہِ نزاع کوئی عورت ہی رہی ہوگی... اُس نے دُکھتے ہُوئے گلے پر ہاتھ پھیرا۔ ایک آدمی نے ہُک کی مدد سے اُس پر حملہ کیا تھا... پھر اُسے وہ دو عورتیں یاد آئیں لیکن ہُک والا شخص یقیناً ڈیوڈ کا فرستادہ تھا۔ اگر اُس نے ہُک استعمال نہ کیا ہوتا تو وہ سازش کے امکان پر غور نہ کر پاتا۔

"میں کتنی دیر بے ہوش رہا ہُوں؟" اُس نے پُوچھا۔

"میرے اندازے کے مطابق بارہ گھنٹے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "شاید تم خود کو ملوث کرتے چلے گئے ہوگے۔ تمھیں معلوم ہے کہ مسلسل حاصل کی جانے والی لُطف کی ہر ساعت، بے ہوشی کے دورانیے میں اضافہ کر دیتی ہے اور یہ اضافہ بھی سُودِ مرکب کی طرح ہوتا ہے۔" ڈاکٹر ہچکچایا لیکن اُس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "تم اس معاملے میں اعتدال سے کام کیوں نہیں لیتے؟"

ڈاکٹر کو نہ کسی جواب کی توقع تھی اور نہ کسی ردِعمل کی۔ وہ جانتا تھا کہ ایرک کانسٹنٹائن پر مرض کی گرفت اتنی سخت ہے کہ وہ شرم اور تشویش جیسے احساسات سے بالاتر ہوگیا ہے۔ اب تو اُس نے بیماری سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ وہ مرض موروثی تھا لیکن موجودہ نسل میں صرف ایرک اور اُس کا سوتیلا بھائی ڈیوڈ ہی اس کا شکار تھے... جنس اُن کے لیے ہیروئن کے نشے کی مانند تھی۔ اندر سے طلب خود بخود ہی اُبھرتی تھی اور وہ طلب بھی سمندر کی طرح بے کنار ہوتی تھی۔ طلب کا دامن بھرنے کی ہر کوشش، اُن کے شعور کو تاریکی میں دھکیلتی رہتی تھی۔

اب بیس برس گزر جانے کے بعد بے ہوشی کے یہ دَورے بہت زیادہ طویل اور نتیجتاً خطرناک ہوگئے تھے۔ اُس نے کرنل کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اعتدال سے کام لے لیکن کرنل کی ذمّے داریاں اور اُس کے کام کی نوعیت ایسی اعصاب شکن تھی کہ کرنل، کشیدگی کے ان لمحوں میں دیوانگی کی سرحد پر پہنچ جاتا تھا۔

ڈاکٹر، دُنیا کے ان معدودے چند افراد میں سے تھا، جنھیں ایرک کانسٹنٹائن کی ذمّے داریوں کے متعلق معلوم تھا۔ کرنل کا رابطہ براہِ راست چھ ممالک کے سیکورٹی کے سربراہوں سے تھا... امریکہ، سوویت یونین، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور جاپان... اُس کا مشن، دُنیا کی سلامتی کو لاحق خطرات کے متعلق تحقیق کرنا... اور ممکن ہو تو اُنھیں دُور کرنا تھا۔

ڈاکٹر جانتا تھا کہ ایسے ادارے کا خیال خود ایرک ہی کو آیا تھا۔ اس سے پہلے وہ سُوئیس بیورو کا سربراہ تھا۔ سُوئٹزرلینڈ، غیر جانب دار مُلک ہونے کی حیثیت سے اکثر عالمی کانفرنسوں کی میزبانی کرتا تھا۔

ایسے میں نہ جانے کتنے ممالک کے جاسوس، وہاں مصروفِ کار رہتے تھے۔ ایرک کا کام اُن پر نظر رکھنا تھا... پھر ایرک نے یہ اندازہ لگایا کہ ہونے والی بیشتر جنگوں کا اصل سبب ایجنٹوں کی طرف سے فراہم کی جانے والی ناقص معلومات ہوتی ہیں۔ اقوامِ متحدہ کو محض رائے عامہ کو متاثر کرنے کے لیے مباحثے کا پلیٹ فارم بنا دیا گیا ہے۔ اُس کے خیال میں امن برقرار رکھنے کے لیے ایک مشترکہ ادارہ بہت ضروری تھا۔ چنانچہ اُس نے چھ ممالک کی سیکرٹ سروس کے سربراہوں کے سامنے یہ تجویز رکھی۔ وہ سب اُس کی غیر جانب داری پر یقین رکھتے تھے۔ جہاں تک لالچ کا تعلق تھا تو وہ خود اپنی بے اندازہ دولت سے بے خبر و بے نیاز تھا۔ نئے ادارے کی ذمّے داری سنبھالنے کے لیے بس اُسے سوئیس بیورو سے استعفٰی دینا تھا۔ تمام ممالک کی منظوری کے بعد اُس نے استعفٰی دے دیا تھا۔ اس ادارے کا کوڈ محافظ تھا... اور ایرک ہی نے اُسے منظم کیا تھا۔

اُس کی پہلی مُہم، دُنیا بھر میں ہیروئن کی سپلائی کے راستے کا سُراغ لگانا تھا۔ مشہور تھا کہ اس کی جڑیں چین میں ہیں۔ ایرک نے بھی اس کا تعلق چین ہی سے ثابت کیا۔ ایک دوغلا چینی، جو اُس کا سوتیلا بھائی بھی تھا، ہیروئن کی اسمگلنگ کی تنظیم کا سربراہ تھا لیکن اس تنظیم کی سرگرمیوں سے خود چینی حکومت بھی بے خبر تھی۔

ایرک، صوبہ یونن جا پہنچا۔ اس مہم میں اُس کی جان انتہائی حد تک خطرے میں تھی لیکن وہ بال بال بچا تھا۔ بہزار دقت وہ دُنیا بھر کو سپلائی کی جانے والی ہیروئن کے ذخیرے تک پہنچا اور اُسے آگ لگا دی۔ اُس کا اندازہ تھا کہ اُس نے سنڈیکیٹ کو کم از کم پانچ برس پیچھے دھکیل دیا ہے۔ مجرم تنظیموں کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ چھ ممالک کے سیکورٹی سربراہوں کو پیش کی جانے والی اُس کی رپورٹ یادگار کی حیثیت رکھتی تھی۔

ڈاکٹر نے اُسے شدید اعصابی کشیدگی کے طویل عرصے کے بعد ظاہر ہونے والی بیماری کی علامتوں کے متعلق بتا دیا تھا۔ وہ کوپن ہیگن چلا گیا اور خود کو غرقِ مئے ناب کر لیا۔ وہاں سے انتہائی خراب حال میں اُس کے ایک قریبی رشتے دار نے سینی ٹوریم بھجوایا تھا... اور اب اُسے بارہ گھنٹے بعد ہوش آیا تھا۔ اُس کی نگاہیں ڈاکٹر پر جمی ہُوئی تھیں۔

"ہمارا تحقیقی کام بہرحال آگے بڑھ رہا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "اگر ہم ایسا کوئی کیمیکل دریافت کر لیتے ہیں جو ان دَوروں کے دورانیے کو طویل کر دے تو مزید تحقیق کی مُہلت مِل جائے گی اور تم بالآخر ایک نارمل زندگی گزارنے کے قابل ہو جاؤ گے۔"

نرس، ایرک کے لیے سُوپ خود لائی تھی۔ "باورچن کو بُخار معلوم ہوتا ہے۔" اُس نے کہا۔ "چنانچہ اس کو جگانے کی بجائے میں نے خود سُوپ تیار کر لیا۔"

ایرک نے پلاسٹک کی نلکی سے ایک قطرہ سُوپ لیا اور اپنی زبان پر ٹپکایا۔ "سُوپ ٹھنڈا ہے اور اس میں نمک بھی نہیں ہے۔"

نرس نے معذرت کرتے ہُوئے سُوپ کی ڈش کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن ڈاکٹر نے اُسے روک دیا۔ اُس نے ایرک کی تیز نظر کا مفہوم پا لیا تھا۔ "باورچن کو اُٹھاؤ۔" اُس نے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہا۔ "یہ اُس کا کام ہے۔"

نرس، فون کی طرف بڑھتے ہُوئے لڑکھڑائی اور اُس کی ٹھوکر سے ڈش اُلٹ گئی۔ سُوپ کو بہتا دیکھ کر وہ روہانسی سی ہوگئی۔

"کوئی بات نہیں۔" ڈاکٹر کے لہجے میں ہلکی سی برہمی تھی۔ "اب برائے مہربانی صفائی کر دو۔"

ایرک یہ سب کچھ دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ گزشتہ برسوں میں اُس نے اپنی قوتِ ذائقہ کو خصوصی تربیت دی تھی... وہ مختلف قسم کی دواؤں، سمّیات اور دیگر عناصر کو محض اپنی نوکِ زبان پر رکھ کر شناخت کر لیتا تھا۔ سوپ کے قطرے نے اسے بتا دیا تھا کہ سُوپ میں کوئی ہلکی مسکّن دَوا ملائی گئی ہے۔ شاید نرس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اُسے بستر تک محدود رکھے... لیکن یہ ہدایت کس نے دی تھی، اور کیوں دی تھی؟ کیا اس دوران میں کوئی ایسی سرگرمی جاری ہے جس سے اُسے بے خبر رکھنا مقصود ہے؟... ایرک کچھ پریشان سا ہوگیا۔

"یہ دن کا وقت ہے یا رات ہے؟" اُس نے ڈاکٹر سے پُوچھا۔

"طلوعِ سحر..." ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"نٹ..." ایرک نے بلند آواز میں کسی کو پکارا... دوسرے ہی لمحے ایک شخص نے دروازے سے جھانکا۔

"کلرک کو اُٹھاؤ۔ اُس سے کہو کہ گزشتہ ہفتے کی تمام رپورٹیں لے کر آئے۔"

چند منٹ بعد باورچن اور کلرک ایک ساتھ اندر آئے... ایرک نے سُوپ چکھا اور پھر اُسے پی گیا۔ سُوپ حلق سے اُترتے ہی وہ کسی حد تک توانائی بحال ہوتی محسوس کرنے لگا... پھر اُس نے کلرک کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔

"کون سی زبان بولتے ہو؟" اُس نے پُوچھا۔

"فرانسیسی..." کلرک نے جواب دیا۔

پھر اُن کے درمیان صرف فرانسیسی میں گفتگو ہوتی رہی۔

کلرک نے رپورٹوں کے بارے میں وضاحت کی۔ وہ رپورٹیں، امریکہ کے کمپیوٹر سینٹرل کے ذریعے مرتب کی گئی تھیں جو ایرک کے ادارے کے دل کی حیثیت رکھتا تھا۔ دُنیا کے ہر شخص کے بارے میں جو اپنے مُلک کے لیے اہمیت رکھتا ہو، خواہ وہ سیاست دان ہو، مجرم ہو، کاروباری ہو، بیوروکریٹ ہو، فوجی ہو، ٹریڈ یونین لیڈر ہو یا ادیب ہو، اُس کے متعلق ماسٹر فائل میں ایک کارڈ موجود ہوتا تھا۔ ہر ہفتے اُن سے متعلق تازہ ترین اطلاعات کمپیوٹر کو فیڈ کی جاتی تھیں... وہ کمپیوٹر، ڈاکٹر ہنری کی نگرانی میں آپریٹ کیا جاتا تھا۔

"کوئی کام کی خبر؟" ایرک نے پوچھا۔

"میرے خیال میں تو ہے۔" کلرک نے جواب دیا اور تین کارڈز اُس کی جانب بڑھا دیے۔ ایک کمپیوٹر کارڈ، سائرس شپنگ کے مالک سائرس کی موت سے متعلق تھا۔ سائرس غرقاب ہُوا تھا اور اُس پر شارک مچھلیوں نے حملہ کیا تھا۔ دوسرا کارڈ، کویت کے ایک شیخ کے قتل سے متعلق تھا۔ شیخ کے بیٹے نے شیخ کی جگہ سنبھالی تھی۔ تیسرا کارڈ، بیٹس کی موت سے تعلق رکھتا تھا۔

"ان تینوں معاملات میں تیل ایک قدرِ مشترک ہے۔" کلرک نے کہا۔ "سائرس تیل کا سب سے بڑا ٹرانسپورٹر تھا۔ کویت میں تیل کے سب سے زیادہ اور غیر معمولی ذخائر ہیں۔ بیٹس، دُنیا کے نمایاں ترین تیل کے کاروباری افراد میں ایک تھا۔ اس کے علاوہ تینوں کی موت میں اتفاق کا مبہم عنصر بھی قابلِ غور ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر ہنری نے ایک اور بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ سائرس اور بیٹس دونوں نے حال ہی میں شادی کی تھی۔ شیخ کے لڑکے نے بھی ایک اور شادی کی تھی۔ تینوں کی بیویاں نوجوان تھیں۔"

"اور کچھ...؟" ایرک نے کارڈوں پر نظریں جمائے ہُوئے پُوچھا۔

"فی الحال تو یہی کچھ ہے۔"

"تم سب سے اہم قدرِ مشترک کا ذکر کرنا بھُول گئے۔" ایرک نے اُسے یاد دلایا۔ "تینوں افراد مَر چکے ہیں۔"

"جج... جی ہاں۔" کلرک بوکھلا سا گیا۔

"مجھے تینوں کی بیویوں کے متعلق مکمل معلومات درکار ہیں۔ اُن کی ذاتی زندگی سے متعلق ہر تفصیل، وہ اہم ہو یا غیر اہم... میں جاننا چاہتا ہُوں کہ تازہ ترین بیوی کے علاوہ اُن میں اور کون کون سی قدریں مشترک ہیں۔"

کلرک نے ایرک کی طرف دو ٹیلی ٹائپ پیغامات بڑھا دیے۔ ایک میں انٹرنیشنل ایکس چینج میں آئل اسٹاک کے رجحانات کا خلاصہ تھا۔ جمعے کے روز، انٹریکس کی قیمت پندرہ پوائنٹ گری تھی۔ کمپنی کو پندرہ ارب ڈالر کا خسارہ ہُوا تھا۔ ایرک نے بظاہر بڑی بے پروائی سے پیغام پڑھا لیکن درحقیقت اُس کے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ معاملات ویسے نہیں تھے جیسے بظاہر نظر آ رہے تھے۔

پھر اُس نے دوسرا ٹیلی ٹائپ پڑھا۔ گزشتہ چھتیس گھنٹوں کے دوران ڈیوڈ کے متعلق کچھ علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ ایرک نے پیغام مٹھی میں بھینچ کر آنکھیں مُوند لیں... وہ اس وقت برہم تھا۔ شاید اُس نے کوپن ہیگن جانے کے لیے انتہائی غیر مناسب وقت چنا تھا۔ جس دوران میں وہ اپنی اعصابی کشیدگی اور تناؤ سے چھٹکارا پا رہا تھا، ڈیوڈ کسی شیطانی چکر میں مصروف تھا۔

ایرک نے زیرِ لب خود کو بُرا بھلا کہا پھر اُسے وہ دن یاد آ گیا، جب وہ سترہ سال کا تھا اور زندگی میں پہلی بار کچھ کھونے کے دُکھ سے آشنا ہُوا تھا۔ اُس دن اُسے، اُس کے سوتیلے بھائی سے متعارف کرایا گیا تھا جس کے وجُود کے متعلق اُسے پہلے علم تک نہ تھا۔ بہرحال اس رشتے کے بارے میں کسی شک و شُبہے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ صرف رنگت کا فرق تھا ورنہ اُسے محسوس ہُوا تھا کہ وہ آئینے کے رُوبرُو کھڑا ہے... ابتدائی ذہنی جھٹکے کے بعد، وہ ڈیوڈ کو قبُول کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا لیکن ڈیوڈ کے انداز میں کھنچاؤ تھا، توہین آمیز کھنچاؤ۔ ڈیوڈ نے اُس کا بڑھا ہُوا ہاتھ نظر انداز کر دیا تھا۔

دوسری طرف ماں کا ردِّ عمل بھی کچھ حوصلہ افزا نہ تھا۔ اگرچہ ظاہری طور پر اُس کا چہرہ ہر تاثر سے عاری رہا تھا لیکن ایرک جانتا تھا کہ ایک صدمے کے اثرات باقی ہوتے ہُوئے ماں کو دوسرا صدمہ اُٹھانا پڑا تھا۔ چند ماہ بعد ہی وہ چل بسی تھی۔ ایرک کو یقین تھا کہ اُس کی موت کا باعث محض شوہر کو کھو دینے کا صدمہ نہیں تھا بلکہ شوہر کی بے وفائی نے اُس کے دل کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ اُس نے اس سلسلے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا لیکن ایرک جانتا تھا کہ وہ اندر ہی اندر گھُل رہی ہے۔ شاید وہ اُن گنت برسوں کے موسمِ گرما کے تکلیف دہ دِنوں کو یاد کرتی تھی جو اُس نے تنہا محض اپنے بیٹے کی معیّت میں گزارے تھے۔ جب اُس کا شوہر، کاروباری دوروں کے سلسلے میں مشرقِ بعید چلا جاتا تھا۔ ایرک کو یاد تھا کہ اس سفر پر روانہ ہوتے وقت اُس کا باپ کس قدر خوش ہوتا تھا لیکن ایرک اپنے باپ سے کبھی نفرت نہ کر سکا۔ وہ اُس سے بہت محبّت کرتا تھا۔ اُس نے اپنی نفرت کا رُخ ڈیوڈ کی طرف موڑ دیا۔ ڈیوڈ، اُس کے باپ کے گناہ کا زندہ ثبوت تھا۔ اُس پر ڈیوڈ کا رویّہ... اور آگے جا کر بین الاقوامی سطح پر اُس کے جرائم... وہ نہ چاہنے کے باوجود ڈیوڈ سے نفرت کرنے لگا۔

ایرک نے آنکھیں کھولیں اور اپنی مُٹھی میں بھنچے ہُوئے کاغذ کو دیکھا۔ یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا کہ تیل کی تجارت سے تعلق رکھنے والے تین افراد چند دنوں کے عرصے میں مشکوک انداز میں موت سے دوچار ہو جائیں... پھر تیل کے اسٹاک کی قیمتوں میں اتنی زیادہ مندی... اور ڈیوڈ لاپتا تھا۔ اُس نے گھڑی دیکھی۔ وہ اتوار کی صبح تھی اور چھ بجے تھے۔ یہ وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ڈیوڈ جب حرکت میں آتا تھا تو برق ثابت ہوتا تھا۔

"برطانوی محکمۂ دفاع سے رابطہ قائم کرو۔ اُن سے کہو کہ میرے آفس والوں کو میری طرف سے ہدایت کر دیں کہ تیل کی مارکیٹ میں مندی سے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکے، کریں۔ اس کے علاوہ بیٹس کو پیش آنے والے حادثے کی تفصیل بھی جاننا چاہُوں گا۔ اُن سے کہو کہ میں پیر کی صبح نو بجے پہنچ رہا ہُوں۔"

"بہت بہتر، کرنل!" کلرک نے کہا۔

"تمھیں مکمل آرام کی ضرورت ہے۔" ڈاکٹر نے مداخلت کی۔ "پیر تک تو تم حرکت کرنے کے قابل بھی نہیں ہو سکو گے۔"

"اور میرے لیے فوری طور پر کچھ نئے سُوٹ سِلواؤ۔" ایرک نے ڈاکٹر کی بات جیسے سُنی ہی نہیں۔ "ایک خصُوصی جیکٹ جس میں خُفیہ جیبیں ہُوں۔ درزی سے کہو کہ کپڑے کی رگڑائی بھی کرے۔ لباس نیا نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ درزی سے یہ بھی کہہ دینا کہ میں کچھ کمزور ہو گیا ہُوں۔" پھر وہ ڈاکٹر کی طرف مُڑا۔ "کتنا فرق پڑا ہوگا، ڈاکٹر؟" اُس نے پُوچھا۔

"دس پاؤنڈ..." نرس نے جواب دیا۔

"شکریہ..." ایرک نے ہلڈا پر سرسری نظر ڈالی پھر وہ ڈاکٹر کی طرف متوجّہ ہو گیا۔ "اب مجھے سفر کے لیے تیار ہونا ہے، دوست! اسی وقت۔"

"تمھیں معلوم ہے، موسم کتنا خراب ہے؟"

ایرک نے کندھے جھٹک دیے۔ "اسی لیے میرے بھائی کے معاونین کے لیے میرا تعاقب کرنا مشکل ہوگا۔"

"لیکن میرے خیال میں معاملہ چند روز کے لیے التوا میں ڈالا جا سکتا ہے۔" ڈاکٹر کے لہجے میں بے بسی تھی۔ "چند دن تیل کی کمی سے دُنیا تباہ نہیں ہو جائے گی۔"

"تم رُومان پسند لوگ بھی عجیب ہو۔ صرف ڈرامائی صُورتِ حال سمجھ سکتے ہو۔ مثلاً ایک ہائیڈروجن بم چوری ہو جائے اور یہ توقع کی جا رہی ہو کہ ایک زبردست دھماکا بھی ہوگا تو تم یقین کر لو گے کہ دُنیا خطرے میں ہے۔ تمھارے خیال میں تیل سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ ٹیکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دَور میں اس سیّارے کا تیل کے بغیر کیا حال ہوگا؟ سڑکوں پر رُکی ہُوئی گاڑیاں، اندھیرا، رُکے ہُوئے ائرکنڈیشنگ اور ہیٹر سسٹم... ہر مشین کو تیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ پروفیسر ہنری نے مجھے بتایا تھا کہ صرف پچھلے سال کے دوران، تیل کی طلب میں چھبیس فی صد اضافہ ہُوا ہے۔ جہاز اُڑ نہیں سکتے، ایٹمی میزائل نہیں چلائے جا سکتے، ٹینک، جہاز... کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی، تیل اتنا اہم ہے، سمجھے؟ تیل کے بغیر ایسا لگے گا، جیسے زمین اپنے محور پر رُک گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" زوبرن نے بے بسی سے ہاتھ مَلتے ہُوئے کہا۔ "میری سمجھ میں اب بھی نہیں آیا کہ دُنیا کو خطرہ کس طرح لاحق ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی حکومت تیل کی سپلائی متاثر ہونے کے امکانات دیکھے گی تو فوری طور پر اس کا سدِّباب بھی کرے گی۔"

"بے شک! لیکن اُنھیں احساس دیر میں ہوگا۔ اس سے پہلے کہ وہ حرکت میں آئیں، اس منصُوبے کے پیچھے جو کوئی بھی ہے، حکومتوں کے درمیان شکوک بو سکتا ہے۔ اس طرح جنگ بھی ہو سکتی ہے... نہیں، ڈاکٹر! یہ حکُومتوں کا کھیل نہیں، یہ عالمی مسئلہ ہے۔"

"بہرحال، مجھے بتاؤ، میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہُوں؟"

"تمھارے خیال میں انجکشن کا استعمال ضروری ہے؟"

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور تمھارے خیال میں مکمل آرام بھی لازمی ہے؟" ایرک نے بات مکمل کی۔

"درست ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"میں موٹر سلیج میں آرام کر سکتا ہُوں۔" ایرک نے کہا۔ "جہاں تک انجکشن کا تعلق ہے، نرس ہلڈا کو میرے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔"

ڈاکٹر نے نرس کی طرف دیکھا۔ "بڑی خوشی سے۔" ہلڈا نے کہا اور تیزی سے اپنا سامان پیک کرنے کے لیے بڑھ گئی۔

"تم پاگل ہو۔" ڈاکٹر نے بھنّا کر کہا۔

"کیا واقعی یہ درست تشخیص ہے؟" ایرک کے لہجے میں استعجاب تھا۔ "تمھارے پاس اسلحے کی دراز کی چابی ہے؟" اُس نے پُوچھا۔

ڈاکٹر نے دراز کھولی تو ایرک نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اسے چکّر آ گیا۔ وہ دوبارہ بستر پر گر گیا۔

"میرے لیے نو۔ ایم۔ ایم بیریٹا نکال دو۔" اُس نے اپنی سانسوں پر قابُو پاتے ہُوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہُوں، تم متشدّدانہ تصادم کی توقع کر رہے ہو..." ڈاکٹر نے اُسے ریوالور دیتے ہُوئے کہا۔

"میں ہمیشہ بدترین کی توقع کرنے کا عادی ہوں۔" ایرک نے کہا اور ریوالور کا جائزہ لینے لگا... پھر اس نے ریوالور ہولسٹر میں رکھا اور اُسے تیزی سے نکالنے کی مشق کرنے لگا۔ اس کی پھرتی قابلِ داد تھی۔ مطمئن ہونے کے بعد، اُس نے ہولسٹر، بائیں بازو کے نیچے باندھ لیا۔

"ٹھیک ہے، ڈاکٹر!" اس نے کہا۔ "اس مرتبہ تم سفر کے لیے مجھے کوئی خصوصی تحفہ نہیں دو گے؟"

"میرا خیال تھا کہ تم یہ سوال کرنا بھول جاؤ گے۔" ڈاکٹر نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر کی تحقیق صرف امراض ہی کے لیے نہیں ہوتی تھی۔ وہ 'محافظ' کے ایجنٹوں کے لیے بھی دواؤں پر تحقیق کرتا تھا۔

شیشی میں کارک لگا ہوا تھا اور کارک میں ایک سوئی پیوست تھی۔ سوئی کی نوک ایک بے رنگ محلول میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "اس مادّے سے ہم اتفاقاً ہی واقف ہوئے۔ ایک مخصوص جگہ اس کا ایک قطرہ، بہت سریع الاثر اور مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ کے علاوہ یہ کہیں بھی بے ضرر ہے۔"

"اور وہ مخصوص جگہ کون سی ہے؟"

"ریڑھ کی ہڈی... دو مہروں کے درمیان۔"

"شاید کہنے کی حد تک یہ بہت آسان ہے۔"

"تم ہاتھ کے ماہر ہو۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "میں تمہارے ہاتھوں کا مظاہرہ دیکھ چکا ہوں۔ بہرحال، اگر تم دشواری محسوس کرو تو... مجھے ساتھ لے چلو۔"

"نہیں، دوست!" ایرک مسکرایا۔ "یہ ایسا موقع نہیں ہے۔"

ڈاکٹر نے شیشی کو ایرک کے بازو پر رکھ کر، اُسے ٹیپ سے چپکا دیا۔

"نٹ..." ایرک نے آواز لگائی۔ نارویجن نے پھر سر دروازے کے اندر کرتے ہوئے جھانکا۔ "موٹر سلیج تیار کرو... اور ایک مزید مسافر کی گنجائش رکھنا۔"

☆☆☆

اتوار... ساڑھے نو بجے، صبح۔

سردی بہت شدید تھی اور برف باری اب بھی ہو رہی تھی۔ پہاڑی ڈھلانوں پر ہوا چیختی چنگھاڑتی پھر رہی تھی۔ سفر خاصا دشوار کن تھا۔ یہ دونوں نارویجن کارندوں کی قوت اور مہارت تھی کہ سلیج اونچے نیچے برفانی ٹیلوں سے لڑھکنے سے محفوظ تھی۔ راڈار اسکوپ بھی ٹھیک طرح کام نہیں کر رہا تھا۔

اندر نرس ہلڈا بیٹھی ہوئی تھی اور ایرک لیٹا ہوا تھا۔ اسپتال سے سلیج تک اُسے اسٹریچر پر ڈال کر لایا گیا تھا۔ اس وقت وہ درجنوں کمبلوں میں لپٹا ہوا، فر کے بستر پر دراز تھا۔

ایرک کو یقین تھا کہ نرس کا تعلق، ڈیوڈ سے ہے لیکن اس نے دو وجوہ کی بنا پر نرس کو ساتھ رکھا تھا۔ پہلی یہ کہ اُسے ساتھ رکھنا اس امر کی دلیل تھا کہ اس کے متعلق یہ خبر باہر نہیں جا سکے گی کہ وہ فعال ہو گیا ہے۔ دوسرے وہ جاننا چاہتا تھا کہ ڈیوڈ کے عزائم کس درجہ سنگین ہیں۔ اگر ڈیوڈ کسی خاص منصوبے پر کام کر رہا ہے تو یہ بات طے تھی کہ ہلڈا، اس کی جان لینے کی کوشش ضرور کرے گی۔

ہلڈا اچانک اس کے بے حد قریب آ گئی۔ ایرک کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ ہلڈا کا حسن بے حد ترغیب انگیز تھا... لیکن ایرک کو یاد تھا کہ ابھی تک وہ گرمیٔ حسن کے نتیجے میں ملنے والی سزا کے اثرات سے نہیں نکل سکا ہے۔ اُس نے ہلڈا کو بڑی نرمی سے پرے دھکیل دیا۔

"کیا بات ہے؟" ہلڈا نے پوچھا۔

ایرک نے اپنی گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ "ہم آدھا سفر طے کر چکے ہیں۔" اس نے محل نما گاڑی کی دیوار تھپ تھپائی۔ چند منٹ بعد سلیج ایک برفانی چھجّے کے نیچے کھڑی کر دی گئی۔ دونوں کارندے اندر آ گئے۔ انھوں نے اپنے ہیلمٹ اُتارے اور کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔ ایرک کرہیکرز کھاتا رہا۔ نرس نے جلدی جلدی اپنا کھانا حلق سے اُتارا پھر سرنج اور شیشی نکال کر انجکشن تیار کرنے لگی۔

"ابھی انجکشن لگنے میں ایک گھنٹہ باقی ہے۔" ایرک نے اُسے یاد دلایا۔

"سلیج رکی ہونے کی صورت میں انجکشن لینا بہتر ہوگا۔" ہلڈا نے کہا۔ "سلیج چلنے کے دوران جھٹکے لگتے ہیں۔ میں صحیح طور پر انجکشن نہیں لگا سکوں گی۔"

"کسی نہ کسی طرح کام چل ہی جائے گا۔" ایرک نے کہا اور نارویجن زبان میں اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایات دیں۔

"ٹھیک ہے۔" ہلڈا نے کہا۔ "بہرحال میں انجکشن تیار کر لوں۔"

وہ برفانی طوفان کے باوجود سفر کرتے رہے... پھر اچانک پہاڑ کی چوٹی کے گرد گھوم کر، انھوں نے ڈھلانی سفر شروع کیا تو موسم بالکل بدلا ہوا تھا۔

"وقت ہو گیا۔" ایرک نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا تو ہلڈا نے تیار شدہ انجکشن اُٹھا لیا اور پچکاری مار کر اُسے ٹیسٹ کیا۔ "اس میں کیا ہے؟" ایرک نے پوچھا۔

"آپ طبی معاملات میں بڑے تنک مزاج ہیں۔" ہلڈا نے مسکرا کر اٹھلاتے ہوئے کہا۔

ایرک جواباً مسکرایا۔ "دواؤں کے بارے میں جاننا میرے لیے ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔"

"یہ بی کمپلکس ہے۔ ہلکی سی مسکّن دوا بھی اس میں شامل ہے۔"

"اگر یہ درست ہے تو گویا تمہارا فارمولا غلط ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"محلول کا پتلا پن یہی بتاتا ہے۔" ایرک نے کہا۔ "تمہارے بیان کردہ فارمولے کے مطابق اسے کافی گاڑھا ہونا چاہیے تھا۔"

"یہ عجیب بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ صرف دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔"

"یہ الگ بات ہے کہ تم نے مسکّن دوا کا تناسب ضرورت سے زیادہ کر دیا ہو۔" ایرک نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ انجکشن میری جان لے سکتا ہے۔"

ہلڈا کا چہرہ زرد ہو گیا۔ "آپ سمجھتے ہیں، مجھ سے ایسی سنگین غلطی سرزد ہو سکتی ہے؟"

"نہیں..." ایرک نے بے حد خوش گوار لہجے میں کہا۔ "میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"میں حلفیہ کہتی ہوں کہ فارمولا بالکل درست ہے۔" ہلڈا کی آواز میں بھاری پن آ گیا۔ "آپ کے لیے یہ انجکشن لینا ضروری ہے، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔" ہلڈا نے اُس کا بازو تھام کر انجکشن لگانے کی کوشش کی۔ ایرک نے پھرتی سے اُس کی کلائی تھام لی۔ ہلڈا زور لگاتی رہی۔

"آرام سے... آرام سے۔" ایرک نے اُسے چمکارا۔

"آپ ہرگز بیمار نہیں ہیں۔" ہلڈا کی آواز کانپ رہی تھی... پھر اس نے مغلّظات بکنا شروع کر دیں۔ وہ سٹرک چھاپ زبان استعمال کر رہی تھی۔

"میرا ڈاکٹر بہت اچھا ہے اور میں خود بھی دواؤں کے بارے میں خاصی معلومات رکھتا ہوں۔" ایرک نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ہلڈا نے یکلخت جدّوجہد ترک کر دی۔ "میں ہار گئی۔" اس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "میرا شروع ہی سے یہ خیال تھا کہ یہ منصوبہ احمقانہ ہے... پھر آپ کو دیکھنے کے بعد، میں جنگ سے پہلے ہی شکست تسلیم کر چکی تھی۔ شاید میں یہ سب ویسے بھی نہ کر پاتی۔"

"واہ، بہت خوب۔" ایرک نے بڑے محتاط انداز میں اس سے سرنج لیتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ توقع بھی نہیں کہ آپ مجھ پر یقین کر لیں گے۔" ہلڈا نے کاندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ "ویسے بھی میں نے کوشش تو کی ہے، نا... لیکن میں مجبور تھی۔ میری ماں اور چھوٹی بہن اُس خبیث کے قبضے میں ہیں... لیکن میرے کسی نہ کسی انداز نے آپ کو ہوشیار کر دیا ہوگا۔"

ایرک، اس کی باتوں پر بالکل توجہ نہیں دے رہا تھا۔ اس نے پسٹن دبا کر، محلول گرانا چاہا... اچانک ہلڈا نے جھپٹ کر اس سے سرنج چھین لی اور سوئی اپنی کلائی میں پیوست کر کے فوراً پسٹن دبا دیا۔

"بیوقوف..." ایرک چیخا۔ اس نے ہلڈا سے سوئی چھین لی۔ لیکن اُسے دیر ہو چکی تھی۔ ہلڈا اب پُرسکون نظر آنے لگی تھی۔ اُس کی پلکیں جھکی جا رہی تھیں۔

"یہ زیادہ بہتر ہے... سب کے لیے۔" وہ بڑبڑائی۔ "اُس نے مجھ سے بہت خوفناک کام لیے ہیں۔" وہ بستر پر ڈھیر ہو گئی... اور اپنی جیکٹ کے اوپری بٹن کھول دیے۔ "اچانک گرمی لگنے لگی ہے۔" وہ پھر بڑبڑائی۔

ایرک نے لپک کر اپنی دواؤں کا تھیلا اُٹھایا اور اس میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ "اس کا تریاق کہاں ہے؟" اس نے زیرِ لب کہا۔

"نہیں ہے۔"

"گویا تم مر جاؤ گی۔" ایرک نے تھیلا رکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ، میرے خدا! میں مرنا نہیں چاہتی۔" اچانک ہلڈا چلّائی۔ اس کے ہاتھ اپنے حلق پر جم گئے۔ "یقین کیجیے مجھے مجبور کر دیا گیا تھا۔ مجھے معاف کر دیجیے، پلیز... مرنے سے پہلے مجھے معاف کر دیجیے..." پھر جیسے اس نے ڈوبتی ہوئی توانائیاں مجتمع کر کے، ایرک کو اپنی طرف کھینچا۔ اب اس کا چہرہ، ایرک کے بالکل قریب تھا۔ اُس کے بھیگے ہونٹ دمک رہے تھے۔ وہ مزید کوشش کر کے اس کے اور قریب ہو گئی۔

ایرک کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ حقیقی ہے۔ ایسا تو فلموں میں ہوا کرتا ہے... پھر اُسے کٹ کی دھیمی سی آواز سنائی دی... اور اُسے اپنے منہ میں تلخی کا احساس ہوا۔ وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا اور اس نے ہلڈا کے منہ میں سے وہ ننھا سا کیپسول نکالنا چاہا، جو اس نے دانتوں کے درمیان دبا رکھا تھا لیکن اس مرتبہ بھی اُسے دیر ہو گئی۔ ہلڈا وہ کیپسول نگل چکی تھی۔ اس کا چہرہ بھیانک ہو گیا تھا۔ اس نے ایک جھرجھری سی لی اور ڈھیر ہو گئی۔

"سائنائڈ..." ایرک نے بہ آوازِ بلند کہا اور منہ میں بھر جانے والی تلخی کو تھوک دیا... پھر وہ مردہ لڑکی پر جھک گیا۔ اُس کے دو

دانتوں کے درمیان خلا تھا۔ اسی خلا میں اس نے وہ کیپسول چھپا رکھا تھا۔ ’کٹ‘ کی آواز دراصل کیپسول کو دانتوں کے درمیان رکھ کر کچلنے کا نتیجہ تھی۔ وہ زبان کے ذریعے سائنائڈ، اس کے مُنہ تک پہنچانا چاہتی تھی، جہاں وہ فوری طور پر مُہلک نتائج دیتا۔

وہ پُرخیال نظروں سے ہلڈا کو دیکھتا رہا۔ حیرت انگیز بات تھی کہ ڈیوڈ اور ہلڈا کو یہ یقین کیوں تھا کہ وہ انجکشن لینے سے انکار کردے گا۔ سائنائڈ کے کیپسول کی موجودگی یہی ثابت کرتی تھی۔ اُس نے ہلڈا کی تلاشی لی لیکن کوئی کام کی چیز نہ مل سکی۔

ابھی جھیل تک تین گھنٹے کی مُسافت باقی تھی... ایک اکڑی ہُوئی لاش کی رفاقت کچھ خوش گوار نہیں ہوتی لیکن ممکن ہے، پہاڑ سے کوئی اُن پر نظر رکھے ہُوئے ہو۔

اُس نے گاڑی کی دیوار تھپ تھپائی۔ سلیج رُک گئی۔ چند لمحے بعد نٹ نے دروازے سے جھانکا۔ ہلڈا پر نظر پڑتے ہی اس کے ہونٹ سیٹی بجانے والے انداز میں کُھل گئے۔ ”اسے ٹھنڈ بھی لگ سکتی ہے۔“ اُس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہا۔

”یہ ایسی چیزوں سے بے نیاز ہوچکی ہے۔“ ایرک نے کہا۔ ”میں اسے دفن کرنا چاہتا ہُوں۔“

”یہاں زمین بہت سخت ہے۔“ نٹ نے جواب دیا۔ غیر متوقع صُورتِ حال سامنے آنے کے باوجود نٹ نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

ایرک کچھ دیر سوچتا رہا۔ ”ٹمپریچر کیا ہے؟“ اُس نے پُوچھا۔

نٹ نے تھرمامیٹر پر نظر ڈالی۔ ”منفی دس درجے سینٹی گریڈ۔“

”شان دار...“ ایرک نے کہا۔ ”ہمارے پاس پانی کتنا ہے؟“

”بیس گیلن۔“

”اور پانی کی ضرورت پڑے گی۔ برف کو موٹر پر رکھ دو۔“

پھر وہ، ہلڈا کو باہر لے آئے اور برف پر رکھ کر، اُس کے اُوپر پانی ڈالنا شروع کردیا۔ اس سے پہلے نٹ نے لڑکی کی آنکھیں بند کرنا چاہی تھیں لیکن ایرک نے روک دیا۔ لمحوں میں پانی جم گیا۔ پھر اُنھوں نے ہلڈا کو پلٹا دیا اور یہی عمل دُہرایا۔ وہ اس کام سے فارغ ہُوئے تو ہلڈا برف کے خوبصورت تابُوت میں محفوظ ہوچکی تھی۔

”موسمِ بہار میں کسی کو بھیج کر اسے منگوا لیں گے۔“ ایرک نے کہا۔ پھر اُس نے سفر دوبارہ شروع کرنے کا حُکم دیا۔

⊡

اتوار... ساڑھے تین بجے، سہ پہر۔

جھیل کانسٹنٹائن، پُشت ہا پُشت سے اُن کی ملکیت تھی... ڈیڑھ صدی پہلے ایرک کے اجداد میں سے کسی نے یہ جھیل دریافت کی تھی۔ ایرک ایک مرتبہ خاندانی کاغذات مرتب کر رہا تھا کہ اُسے ایک بوسیدہ کاغذ پر ایک نقشہ ملا، جو جھیل کے محلِ وقوع کو ظاہر کرتا تھا۔ پھر ایرک نے اپنے سولھویں سال کے موسمِ گرما میں اس نقشے کی مدد سے جھیل کو دوبارہ ڈُھونڈ نکالا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جھیل کے حُسن نے اُسے اسیر کر لیا تھا۔

موٹر سلیج، پہاڑ کی چوٹی پر کچھ لمحے کے لیے رُکی۔ یہاں سے جھیل صاف نظر آتی تھی۔ برف باری رُک گئی تھی اور سُورج جگمگا رہا تھا۔ دھوپ کے انعکاس کی وجہ سے ہر طرف آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی رقص کر رہی تھی۔ جھیل کو، گرم پہاڑی چشمے پانی فراہم کرتے تھے۔ اس لیے جھیل پر برف نہیں جمتی تھی۔ ہر موسم میں جھیل کی ہَواؤں کی وجہ سے ہلکورے لیتی سطح پر آکسائڈیشن کے نتیجے میں ہلکی سبز دُھند چھائی رہتی تھی جو بہت حسین معلوم ہوتی تھی۔ کنارے پر صنوبر کے اُونچے درخت تھے، چاروں طرف اُونچے اُونچے پہاڑ تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے ازل سے سب کچھ یُونہی ہو۔

اس منظر نے ایرک کو لمحاتی طور پر اُداس کردیا... اس نے سوچا تھا کہ سینی ٹوریم سے نکل کر کچھ وقت یہاں گزارے گا۔ خاموشی سے... مکمل تنہائی میں، مطالعہ کرتے، کوہ پیمائی کرتے، اسکائنگ کرتے... اُس کی توانائیاں شاید صرف فطرت ہی بحال کرسکتی تھی لیکن دُنیا اور اُس کے مسائل انسان کو کہاں چین لینے دیتے ہیں۔ اُداسی کو ذہن سے جھٹکتے ہُوئے، ایرک نے اپنے دونوں ساتھیوں کو ہدایات دیں۔

اس کے بعد واقعات بہت تیزی سے رُونما ہُوئے۔ موٹر سلیج چوٹی پر پہنچ کر نیچے کی طرف پھسلنے لگی۔ رفتار بہت زیادہ تھی... لیکن ایرک کو اس کی کوئی پروا نہ تھی۔ وہ اپنے نارویجن ساتھیوں کے ساتھ یہ سفر پہلے بھی کرچکا تھا۔ نیچے پہنچ کر برف کی بُوچھار میں سلیج رُک گئی۔

ایرک، پارکا کے کالر اُونچے کرکے گاڑی کے دروازے پر نمودار ہُوا تو اس کے نارویجن ساتھیوں کا ردِ عمل عجیب سا تھا۔ وہ چیختے ہُوئے سلیج سے کُود پڑے اور مخالف سمت بھاگنے لگے۔ ایرک نے اُترنے میں دیر لگائی۔ ایسا لگتا تھا کہ سردی اُس کے لیے پریشان کُن ثابت ہو رہی ہے... پھر اُس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور احتیاط سے شست باندھتے ہُوئے دو فائر کیے۔

دونوں نارویجن وہیں ڈھیر ہوگئے۔ ایک لمحے بعد نٹ نے گھسٹتے ہُوئے رینگنے کی کوشش کی۔ ایرک نے پھر فائر کیا اور نٹ بالکل بے حس و حرکت ہوگیا۔ ایرک آہستہ آہستہ اُن دونوں کی طرف بڑھا۔ اُسے احساس تھا کہ ابھی اُس کی توانائیاں پوری طرح

بحال نہیں ہوسکی ہیں۔ اُس نے دو فائر اور کیے۔ دونوں کے جسم بے جان پُتلوں کی طرح اُچھلے اور پھر ساکت ہوگئے۔

ایرک جنگل میں گھسا اور ہٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس ہٹ کی صُورت میں اُس نے خود کو ایک چھت فراہم کی تھی۔ ویسے وہ کُھلے آسمان کے نیچے سونا پسند کرتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ شدید طُوفان کی صُورت میں آسمان ایک غیر محفوظ چھت ثابت ہوتا ہے۔ اب جبکہ وہ حال ہی میں بیماری سے اُٹھا تھا اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ اُسے کم از کم دو گھنٹے یہاں انتظار کرنا ہوگا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ یہ وقت سو کر گزارے گا۔ اُس نے ہٹ میں پہنچ کر، رسٹ واچ الارم لگایا اور بستر پر دراز ہوگیا۔

★★

اتوار... چھ بجے، شام۔

کلائی پر بندھی ہُوئی گھڑی کے بزر نے اُسے جگا دیا۔ وہ اُٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ دونوں جسم وہیں برف پر بکھرے پڑے تھے، جہاں وہ اُنھیں چھوڑ گیا تھا۔ وہ اُن کی طرف بڑھا اور ایک ایک کرکے اُنھیں گھسیٹتا ہُوا جنگل میں لے آیا۔ اب پہاڑ کی چوٹی سے اُنھیں دیکھنا ناممکن تھا۔

”وہاں جو کوئی بھی ہے، اگر وہ میری ہی طرح صابر ہے اور اُس کے پاس وقت بھی ہے تو وہ یقین کرلے گا کہ میں نرس ہلڈا ہُوں...“ اُس نے بلند آواز میں کہا۔ ”اور نشانات مٹانے کی کوشش کر رہی ہُوں۔ بہرحال، اب میں موٹر سلیج کو بھی وہاں سے ہٹا رہا ہُوں تم دونوں اُٹھ کر اپنے اپنے جسموں کی مالش کرو۔“

وہ دونوں بہت دھیرے دھیرے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اُن کے جسم اینٹھ رہے تھے اور دانت بج رہے تھے۔ اُنھوں نے اپنے سردی کھائے ہُوئے چہروں پر برف ملنا شروع کردی۔ وہ جانتے تھے کہ گرمی کے سلسلے میں بے صبری نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔ پہلے دورانِ خُون کو معمول پر لانا ہوگا۔ وہ بہادر بھی تھے اور وفادار بھی۔ جب اُس نے سُورج کی خیرہ کُن روشنی میں پہاڑ کی چوٹی پر دُوربین کا انعکاس محسوس کرکے اس ڈرامے کی فرمائش کی تھی تو اُن دونوں نے فوراً سرِ تسلیم خم کردیا تھا۔

ایرک موٹر سلیج لینے کے لیے چل دیا۔ وہ سلیج کے پاس پہنچا ہی تھا کہ گولیاں برسنے لگیں۔ ہائی کیلیبر رائفل استعمال کی جا رہی تھی۔ وہ تیزی سے گرا اور برف میں دُور تک لُڑھکتا چلا گیا۔ اس طرح وہ خود کو کیمو فلاج بھی کر رہا تھا اور قاتل کے ہدف کو متحرک بھی رکھ رہا تھا۔ بالآخر وہ اُٹھ کھڑا ہُوا اور تیزی سے جنگل کی طرف بھاگا۔ رائفل بدستور گولیاں اُگلتی رہی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح وہاں تک پہنچ ہی گیا۔ اُس نے درختوں کے درمیان جست لگائی اور اُسی لمحے ایک درخت کے تنے سے ٹوٹ کر اُڑنے والی لکڑی کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا، اُس کا رُخسار چھیل گیا۔

وہ دل ہی دل میں اپنی حماقت پر خود کو کوس کر رہ گیا۔ اُسے پہلے ہی سوچ لینا چاہیے تھا کہ ڈیوڈ، نرس ہلڈا کو زندہ دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ وہ چمک، دُوربین کی بجائے ٹیلی اسکوپک لینس والی رائفل کی رہی ہوگی۔ بہرحال، نشانہ باز جو بھی تھا، اب یقیناً روانہ ہو رہا ہوگا۔ اُس کے خیال میں ہلڈا بچ گئی ہے اور اب دِن کے اُجالے میں جنگل سے نکلنے کی جرأت نہیں کرے گی۔ چنانچہ وہ اپنے نارویجن ساتھیوں کے ہمراہ جھیل کی طرف چل دیا۔

●

یوگوسلاویہ میں بنائے گئے، اسّی سی پلین کی انتہائی رفتار اگرچہ محض ایک سو بیالیس میل فی گھنٹہ تھی لیکن وہ مختصر فلائٹ کے لیے مناسب تھا۔ وہ نہایت احتیاط سے جہاز میں سوار ہوگئے۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا۔ اُن تینوں نے کھانا کھایا... پھر ایرک کاک پٹ میں داخل ہوگیا۔

کچھ دیر بعد، جہاز جھیل کی سطح پر رفتار پکڑ رہا تھا... پھر وہ فضا میں بلند ہوگیا۔

⊡

لندن کے نظارے نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ایرک کو مسحُور کردیا۔ وہ چند لمحے، فضا سے شہر کا جائزہ لیتا رہا پھر جہاز ہَوائی اڈّے کے علاقے میں داخل ہوگیا۔

”ایکو ون، ٹو... لندن کنٹرول۔“ ایرک نے سگنل دیا۔ ”مجھے لینڈ کرنے کی اجازت دی جائے۔“

ایک لمحہ خاموشی چھائی رہی۔ ”فی الحال فضا میں پرواز جاری رکھو، ایکو ون!“ کسی نے خالص برطانوی لہجے میں کہا۔ ”ہمیں ائر منسٹری سے معلوم کرنا ہوگا۔“ کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ آواز پھر گُونجی۔ ”تمھیں مقرّرہ بلندی اور رفتار کی پابندی کے ساتھ لینڈ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔“

کرنل ایرک جانتا تھا کہ اگر بلندی یا رفتار میں ذرا بھی فرق ہُوا تو اُس کا جہاز اُڑا دیا جائے گا۔ اس وقت وہ ایک خفیہ ہوائی اڈّے پر لینڈ کرنے والا تھا۔ اس اڈّے سے دوسرے مُمالک میں پیرا ڈراپ کے ذریعے اُترنے والے ایجنٹ پرواز کرتے تھے۔

جہاز لینڈنگ کے لیے آگے بڑھ گیا۔ ابھی وہ فضا ہی میں

تھا کہ سرچ لائٹ کی روشنی نے تین سیکنڈ کے لیے کاک پٹ کو منوّر کر دیا۔ ایرک کو احساس تھا کہ شناخت کا یہ آخری مرحلہ بھی ضروری ہے لیکن یہ مرحلہ اُسے گراں گزرتا تھا۔

لینڈ کرتے ہی جہاز کو سیکورٹی کے عملے نے گھیر لیا۔ ایرک نے نیچے اُترنے کے لیے سیڑھی پر قدم رکھا۔ "وہیں ٹھہرے رہو۔" ایک افسر نے اُسے تنبیہ کی۔ "پہلے یہ بتاؤ کہ اسکیمولوگ' ائرفورس کی افادیت سے کب واقف ہُوئے؟"

ایرک نے اپنا پارکا نیچے کیا۔ اب اُس کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ افسر نے جو میجر تھا، اُسے بڑی مستعدی سے سیلوٹ کیا۔ "تمھیں اپنے ساتھ پاکر، ہمیں مسرت ہے، کرنل!" اُس نے بے حد رسمی لہجے میں کہا۔

وہ بڑی متجسّس اور معاندانہ نگاہوں سے اُس شخص کو گھور رہا تھا جس کے کوڈ کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی... وہ یہ سوچ کر کُڑھ رہا تھا کہ اس دُبلے پتلے غیر ملکی میں کیا خوبی ہے جو اُسے وہ مراعات حاصل ہیں جن سے اس مُلک کے بریگیڈیئر بھی محروم ہیں۔ میجر اب اس حقیقت سے بہت زیادہ چڑنے لگا تھا کہ برطانیہ، امریکہ کی کسی ریاست کا سا کردار ادا کرتا ہے۔

"فوجی رسمی اخلاق کو ایک طرف رکھ دو، میجر!" ایرک نے زیرِ لب مُسکراتے ہُوئے کہا۔ اُس کا لہجہ خالص برطانوی ہو گیا تھا۔ اُس کا نتیجہ فوری طور پر ظاہر ہُوا۔

"ارے، آپ تو انگریز معلوم ہوتے ہیں۔" میجر نے حیرت سے کہا۔ "آپ کے نام سے تو میں سمجھا تھا کہ آپ امریکی ہیں۔"

"میں سُوئس ہُوں۔" ایرک نے کہا۔ "لیکن برطانوی فوج میں مُلازم رہ چکا ہُوں۔"

"اچھا..." میجر کے لہجے کی خوش گواریت میں اضافہ ہو گیا۔ وہ ایرک کو کیبن کی طرف لا رہا تھا۔ کیبن میں پہنچ کر وہ پھر ایرک کی طرف مُڑا۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہُوں؟"

"گرم چائے اور بسکٹ۔" ایرک نے جواب دیا۔

"ضرور..." میجر نے تھرماس اور بسکٹ کی پلیٹ اُٹھاتے ہُوئے کہا... پھر اُس نے ایک سربمُہر لفافہ ایرک کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ ایک گھنٹہ پہلے آیا ہے۔ آپ کے لیے ہے۔"

ایرک نے چائے کا گھونٹ لیتے ہُوئے مُہر کا جائزہ لیا... پھر اُس نے پیکٹ کھول لیا۔ اندر دو رپورٹیں تھیں۔ پہلی نیو یارک ٹائمز کی شائع کردہ خصوصی رپورٹ کی فوٹو کاپی تھی۔ ایرک نے اُس پر نظر ڈالی۔ بے حد سنسنی خیز رپورٹ تھی۔

"وینزویلا کے ڈکٹیٹر فینسٹرو کو اُس کی بیوی نے شُوٹ کر دیا... فوجی انقلاب ناکام... سول حکومت قائم کر دی گئی... ایوا انقلابی کونسل کی چیئرمین منتخب ہو گئیں... ٹائمز کے لیے البرٹو ہاٹکس کی خصوصی رپورٹ۔"

ایرک، البرٹو ہاٹکس سے واقف تھا۔ وہ فری لانس کالم نویس تھا۔ اُس نے اپنی عمر، جنوبی امریکہ میں گزاری تھی۔ اُسے وہ اطلاعات بھی حاصل ہو جاتی تھیں جو وہاں کے چیف آف پولیس تک کے علم میں نہیں ہوتی تھیں۔ ایرک نے رپورٹ پڑھنا شروع کر دی۔

"اگرچہ ابھی تک سرکاری طور پر کوئی اطلاع فراہم نہیں کی گئی ہے، تاہم ہلٹن ہوٹل، جہاں پھیلنے والی افواہیں حیرت انگیز طور پر سچی ثابت ہوتی ہیں... اس افواہ سے گونج رہا ہے کہ ڈکٹیٹر فینسٹرو نے اپنی نئی نویلی بیوی پر کئی مجرمانہ حملے کیے۔ اس دوران میں ایوا فینسٹرو کو تکیے کے نیچے سے پستول نکال کر اُسے شُوٹ کرنے کا موقع مِل گیا۔ ڈکٹیٹر کے باڈی گارڈز، فائر کی آواز سُن کر خواب گاہ کی طرف لپکے تو اُنھوں نے ایوا کے ہاتھ میں پستول دیکھا۔ جس کی نال سے اس وقت بھی دُھواں اُٹھ رہا تھا۔ اُنھوں نے اپنے آقا کو بھی دیکھا جو اس وقت اُنھیں متعدد آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ وہ تیزی سے باہر نکلے اور اُنھوں نے قریب ترین سرحد کا رُخ کیا۔ اُنھیں معلوم تھا کہ فینسٹرو کی پناہ کے بغیر اُن کا کیا حشر ہوگا۔ کسی سرحدی چوکی سے فون کر کے، اُنھوں نے جنرل رومیز کو خبردار کر دیا لیکن اس دوران میں ایوا بھی مصروف رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جنرل کو جلد ہی اطلاع مِل جائے گی۔ جنرل نے ڈکٹیٹر کی ایوا سے شادی کی بہت مخالفت کی تھی۔ وہ قومی یونیورسٹی کے سربراہ ڈاکٹر اورٹیگا سے ملی جس کے متعلق اُسے علم تھا کہ بباطن وہ ایک انقلابی سوشلسٹ ہے۔ اورٹیگا نے فوری طور پر تیل کے مزدوروں کی یونین کے صدر بلاسکو سے رابطہ قائم کیا۔ آدھی رات تک دس ہزار مزدور اور طلبہ سڑکوں پر آ چکے تھے۔ دیواروں پر ایوا کی حمایت میں پوسٹر چپکائے جا رہے تھے۔ جنرل رومیز کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی ریڈیو... اور ٹیلی ویژن پر سول افراد قابض ہو چکے تھے۔ جنرل جانتا

تھا کہ اُس کا انقلاب پیدائش سے پہلے ہی فوت ہوگیا ہے، لہٰذا اُس نے ایوا کو مبارک باد کا پیغام بھیجا اور اطمینان سے سوگیا۔ امریکی سفیر نے اس افواہ پر تبصرہ کرنے سے انکار کردیا کہ قومی کونسل نے اُسے طلب کرکے آگاہ کیا ہے کہ نئی حکومت تیل کی صنعت میں کسی غیر مُلک کے مفاد کو خاطر میں نہیں لائے گی۔"

ایرک نے دوسرے پیغام پر نظر ڈالی۔ وہ سوویت یونین کی طرف سے بھیجا جانے والا سگنل تھا جو کمپیوٹر سینٹرل کی جانب سے تیل کے سلسلے میں تازہ ترین اطلاعات فراہم کرنے کی درخواست کا جواب تھا۔

"ہمارے خیال میں یہ اطلاع غیر اہم ہے لیکن حکم مِلا ہے کہ اس سلسلے میں معمولی اور غیر اہم اطلاع بھی نظر انداز نہ کی جائے۔ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حال ہی میں رومانین پارٹی کی اندرونی تطہیر کے سلسلے میں جن افراد کو نئی لیڈر شپ اُبھارنے کے لیے معزول کیا گیا تھا، اُن میں آئل فیلڈ کمشنر بھی شامل تھا۔"

ایرک کے ذہن میں گالیاں گردش کرنے لگیں۔ یہ یورپ کے اہم ترین آئل فیلڈ کا ذکر تھا۔ جواب مختصر تھا۔ سوویت یونین سے معلومات حاصل کرنا کبھی آسان نہیں رہا تھا۔

"میجر..." ایرک نے بسکٹ حلق سے اُتارتے ہوئے کہا۔ "مجھے فوری طور پر رابطے کے لیے لائن چاہیے۔ یہ نمبر ہے۔" اُس نے میجر کی طرف ایک فون نمبر بڑھایا۔ وہ نمبر سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کا تھا جس کے کوڈ ہر ہفتے بدلتے رہتے تھے۔ اس نمبر کے ذریعے وہ پروفیسر ہنری سے بات کرسکتا تھا جو کمپیوٹر سینٹرل کا کرتا دھرتا تھا۔

پانچ منٹ بعد وہ پروفیسر سے بات کر رہا تھا۔ "میں ایرک بول رہا ہوں... میں نے پیغامات پڑھ لیے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے اُنھیں اہمیت دی۔"

"دو کام ہیں۔ پہلے تو البرٹو ہانکس سے رابطہ قائم کیا جائے... وہ ہلٹن میں مل سکتا ہے۔ اس سے کہا جائے کہ میں تیل کے سلسلے میں غیر ملکی فرموں کی بے دخلی کی مصدقہ تاریخ جاننا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایوا کے متعلق تمام معلومات جو اس آرٹیکل میں نہیں ہیں۔ وہ میری بات سمجھ جائے گا۔ دوسری بات، کے۔ جی۔ بی کو سگنل بھیجا جائے۔ پلیز، پینسل سنبھال لو... 'درخواست کی جاتی ہے کہ آئل فیلڈ کے سابق کمشنر کے متعلق اطلاعات فراہم کی جائیں۔ کیا اُس نے حال ہی میں شادی کی تھی؟ اُس کے خلاف شہادت کس نے دی تھی؟ کیا بیوی کی گواہی پر اُس کے خلاف ایکشن لیا گیا؟' بس کافی ہے۔ اُن سے کہنا، یہ بہت اہم ہے۔ صبح تک مجھے جواب نہ مِلا تو مجھے اُن کے بڑوں سے بات کرنا ہوگی۔"

"اور کچھ...؟"

"ہاں..." ایرک نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم ان معاملات میں ملوث تمام بیویوں اور بیواؤں کی ایک علیٰحدہ فائل کھول لو۔ اُن کے پس منظر سے متعلق ہر بات کمپیوٹر کو فیڈ کرو۔ جیسے ہی کچھ نتائج حاصل ہوں، مجھے مطلع کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" پروفیسر کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔ "لیکن ایسا لگتا ہے کہ تم پہلے ہی کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہو۔"

"شب بخیر..." ایرک نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

اب تک کی معلومات اُس کے ذہن میں ایک خاص شکل اختیار کر رہی تھیں لیکن وہ پروفیسر پر بڑی حد تک انحصار کرتا تھا۔ اگر اُس نے بھی یہی نتیجہ نکالا تو اُس کا خیال پختہ ثابت ہوجائے گا۔ اس معاملے کا پھیلاؤ شاہد تھا کہ اس کے پس پردہ، ڈیوڈ کا شیطانی ذہن کارفرما ہے۔ عورتیں اس میں بہت اہم کردار ادا کر رہی تھیں۔ ایرک حیران تھا کہ ڈیوڈ اِن عورتوں کو کس طرح کنٹرول کر رہا ہوگا... اور اس سے ڈیوڈ کا کیا مقصد تھا؟

ایرک کے نزدیک بدقسمتی یہ تھی کہ وہ ابھی معلومات اکٹھی کرنے کے مرحلے میں تھا جبکہ ڈیوڈ اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہو رہا تھا۔ اب اُسے معلومات اکٹھا کرکے، اُن سے نتائج اخذ کرنا تھے اور پھر ڈیوڈ کے قدم بہ قدم چلنا تھا، تب شاید وہ اُس کی آیندہ چال کے بارے میں جان سکے گا لیکن ابھی اُسے کچھ سوالوں کے جواب درکار تھے... لہٰذا فی الوقت وہ انتظار ہی کرسکتا تھا۔

اُس نے میجر سے غسل کی سہولت کے بارے میں پوچھا... پھر غسل کے بعد وہ پُرسکون نیند سوگیا۔ بستر پر لیٹنے کے بعد اُسے سونے میں تیس سیکنڈ بھی نہیں لگے تھے۔

پیر... ساڑھے سات بجے، صبح۔

اگلی صبح وہ اُٹھا تو تروتازہ تھا۔ اُسے احساس تھا کہ وقتِ عمل قریب ہے، لہٰذا وہ ذہنی طور پر تیار تھا۔ وہ نہا کر باہر آیا تو میجر... اور ایک اردلی اُس کے منتظر تھے۔

"میرا خیال تھا کہ آپ کو میرے اردلی کی ضرورت پڑے گی۔" میجر نے کہا۔

"شکریہ میجر!" ایرک بولا۔ "میرے کپڑے آگئے ہیں؟"

"جی ہاں، رات ہی کو آگئے تھے لیکن میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔" میجر بولا۔ "میں نے آپ کے لیے ناشتہ منگوا لیا ہے۔"

ناشتے کے دوران ایرک میجر سے مخاطب ہُوا۔ "تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں، میں چاہتا ہوں کہ میرا تبادلہ آپ کے پاس ہوجائے۔"

"لیکن ہمارا گروپ سویلین ہے۔ تمھیں اپنے کمیشن سے استعفےٰ دینا ہوگا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میجر جلدی سے بولا۔ "یہاں بیکاری ہی بے کاری ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ آخر اس تربیت کا کیا فائدہ، جو مجھے دی گئی تھی۔ میں کچھ کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" ایرک نے کہا۔ "میرے پاس کچھ کام ہے، اگر کرسکو تو دونوں کا فائدہ ہوگا۔ تم ہمارا طریق کار دیکھ سکو گے اور میں تمھاری صلاحیتوں کا اندازہ لگا سکوں گا۔ اگر سب کچھ ٹھیک ہو گیا تو میں تمھیں طویل رُخصت دلوا دوں گا۔"

"ایک گھنٹے بعد میری ڈیوٹی ختم ہوجائے گی۔" میجر نے کہا۔ "پھر میں اڑتالیس گھنٹوں کے لیے فارغ ہوں۔"

"پہلا کام تو یہ ہے۔" ایرک نے کہا۔ "یہ چیک کرو کہ آیندہ تیس منٹ میں باہر سے کون کون سی پروازیں آرہی ہیں... پھر مجھے مسافروں کے اُترنے والے گیٹ پر پہنچا دو۔ وقت کا خاص خیال رکھنا۔ اس کے بعد مجھ پر نظر رکھو۔ کسٹم گیٹ پر مجھے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے دو آدمی لینے آئیں گے۔ بعد میں خدا جانے کیا کچھ ہو۔ اس لیے مجھے عقب سے مدد کی ضرورت پڑے گی۔"

"جناب!" میجر نے بے حد احترام سے کہا اور ایرک کو ناشتہ کرتا چھوڑ کر پروازوں کے بارے میں معلوم کرنے چلا گیا۔

"سترہ منٹ بعد آسٹریلیا سے قنتاس کی فلائٹ آرہی ہے۔" واپسی پر میجر نے بتایا۔

"بس، اب چل دینا چاہیے۔" ایرک نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہُوا۔ وہ کار میں بیٹھنے ہی والا تھا کہ ایک موٹر سائیکل طوفانی انداز میں کار کے پاس آکر رُکی۔ ڈسپیچ رائڈر، اُس کے لیے پیغام لایا تھا۔ ایرک نے پیغام پڑھا۔

"آئل فیلڈ کمشنر روڈکن نے تین ہفتے پہلے شادی کی تھی۔ اُس کی بیوہ نے اُس کی جگہ لے لی ہے... غداری کے مقدمے میں اُس کے خلاف گواہی اُس کی بیوی نے دی تھی۔ آپ سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ فوری طور پر بتائیں، آپ کو یہ اطلاع کس ذریعے سے مِلی تھی۔"

"کوئی جواب نہیں۔" ایرک نے کہا اور رائڈر واپس چلا گیا۔

رُوسی کبھی منطقی سوچ کے نتیجے میں حاصل ہونے والے درست اندازوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ یہی بہتر تھا کہ اُنھیں خود اپنی آگ میں جلنے دیا جائے۔ ایرک جانتا تھا کہ اب رُوسی سیکورٹی حلقوں میں بھونچال آئے گا، چھانٹی ہوگی۔ ہوتی رہے۔

کمانڈر کار نے اُسے ٹھیک اُس وقت مسافروں کے گیٹ پر اُتارا، جب قنتاس کا طیارہ لینڈ کر رہا تھا۔ ایرک کار سے اُترا، میجر کو خدا حافظ کہا اور اپنا سوٹ کیس تھام کر ٹرمینل کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ طیارے سے اُترنے والے مسافروں میں گھُل مِل گیا۔ کسٹم شیڈ میں پہنچ کر وہ سیدھا چیف انسپکٹر کے بُوتھ میں چلا گیا۔

"جناب! کسٹم کی کارروائی باہر ہوتی ہے۔" انسپکٹر نے احتجاج کیا۔

"میرے پاس سفارتی پاس ہے۔" ایرک نے اپنا پاسپورٹ نکالتے ہوئے کہا۔ "اور مجھے بہت جلدی ہے۔"

انسپکٹر نے پاسپورٹ پر نظر ڈالی اور تیزی سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ "یقیناً کرنل!" پھر اُس نے اپنے کسی آدمی کو پُکارا۔ "جان! کرنل کو ویٹنگ رُوم میں لے جاؤ۔"

ایرک ایک باوردی ملازم کے پیچھے چل دیا۔ لاؤنج کے دوسرے سرے پر دو افراد، اُس کے منتظر تھے۔ ان میں سے پستہ قد نے دو اُنگلیوں سے اپنی ٹوپی کو چھُوا اور سوالیہ لہجے میں بولا... "آپ کرنل کانسٹنٹائن ہیں؟"

ایرک نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنی گھڑی دیکھی۔ ٹھیک آٹھ بجے تھے۔ "اسکاٹ لینڈ یارڈ کی کارکردگی بہتر ہو رہی ہے۔" اُس نے کہا۔ "پچھلی مرتبہ مجھے پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا تھا۔"

"ہم ناشتہ بھی نہیں کرسکے، جناب! ہمارے خیال میں یہاں وقت پر پہنچنا بہت ضروری تھا۔ کیوں، میک؟" پستہ قد بولا۔ اُس کا دراز قامت ساتھی بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"سب سے پہلے مجھے اسٹاک ایکس چینج جانا ہے۔" ایرک نے کہا۔ "وہاں تمھیں بیس منٹ کی مہلت ملے گی، تم ناشتہ کرسکتے ہو۔"

ایرک، اُن دونوں کے پیچھے سیاہ جیگوار کی طرف بڑھ گیا۔ کار دیکھنے کے بعد وہ دل ہی دل میں یارڈ والوں کی بے وقوفی کو کوس کر رہ گیا۔ سادہ لباس والوں کو بھیجنے کا کیا فائدہ، جبکہ چھت پر لگا ہُوا ریڈیو ایریل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ سرکاری کار ہے... لیکن اُس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ دراز قامت نے اُس کا سوٹ کیس اُٹھا

کر ڈکی میں رکھا۔ ایرک عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ پستہ قامت کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

ایرک نے کار کا تفصیلی جائزہ لیا۔ یہ اُس کی عادت تھی کہ وہ سب سے پہلے گرد و پیش سے آگاہی حاصل کرتا تھا۔ دروازے، کھڑکیاں، ہنگامی ضرورت میں نکلنے کے ذرائع۔ کھڑکی کے شیشے نے اُسے متحیر کر دیا۔ کار بلٹ پروف تھی۔ ایسی کاریں تو صرف سفارتی مہمانوں کے لیے مخصوص تھیں۔ ممکن ہے، گاڑیاں کم پڑ گئی ہوں۔ اُس نے ڈرائیور کی طرف دیکھا۔ اُس کا لہجہ اور خدوخال گواہی دیتے تھے کہ اُس کا تعلق لندن سے ہے۔ اس کے علاوہ سڑکوں سے اُس کی واقفیت اور اعتماد... لیکن وہ کبھی ظاہری باتوں کو قبول نہیں کرتا تھا۔ وہ کسی سے ملتے وقت پہلے ہی فرض کر لیتا تھا کہ وہ جو کچھ نظر آتا ہے، وہ نہیں ہے۔ اسی چیز کی بدولت ماضی میں بارہا وہ غیر معمولی صورتِ حال سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس وقت بھی وہ سوچ رہا تھا کہ ڈرائیور کی ظاہری شخصیت کے نیچے کیا کچھ ہو سکتا ہے۔

کار اسٹاک ایکس چینج کے سامنے رُک گئی۔ "میں تمھیں یہیں ملوں گا۔" ایرک نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک بیس منٹ بعد، جناب!" ڈرائیور نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

★ ★ ★

ایکس چینج کے استقبالیہ سوئٹ میں جن دو افراد نے ایرک سے ملاقات کی، وہ رشتے میں اُس کے چچا ہوتے تھے۔ فوسٹر اور اینٹل، کانسٹنٹائن کی سرمایہ کاری کی فرم میں جونیئر پارٹنر تھے۔ وہ اس شخص سے خائف نظر آتے تھے جو اُن سے بہت کم ملتا تھا لیکن جس کے مُنہ سے نکلنے والا ایک لفظ اُنھیں ڈسمس کر سکتا تھا۔ اگرچہ وہ فرم کا کاروبار لندن، ٹوکیو اور نیویارک میں نہایت کامیابی سے چلا رہے تھے لیکن اُنھیں علم تھا کہ ایرک اپنی مملکت خود سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اُنھیں ایرک کے باپ نے رکھا تھا... وہ ڈیوڈ اور اُس کی ماں کے بارے میں جانتے تھے۔ اسی لیے ایرک کو کبھی اُن کی قربت اچھی نہیں لگتی تھی۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" ایرک نے خشک لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے، آپ دونوں نے مطلوبہ معلومات جمع کر لی ہوں گی۔"

"جی ہاں..." فوسٹر نے جواب دیا۔

"ہمارے پاس مکمل رپورٹ موجود ہے۔" اینٹل نے کہا۔

"آپ جانتے ہی ہیں کہ انٹریکس پر زوال کا حملہ تمام دن جاری نہیں رہا تھا۔" فوسٹر نے کہا۔ "ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ ہم اس حملے کی سمت کا تعین کر سکتے۔ سیل آرڈر چاروں طرف سے برس رہے تھے۔"

"تیل کے دوسرے اسٹاک بھی کمزور پڑ گئے۔" اینٹل نے کہا۔ "لیکن جلد ہی وہ دوبارہ استحکام کی طرف مائل ہو گئے۔"

"ہم نے آپ کا ٹیلی گرام ملنے سے پہلے ہی تحقیقات شروع کر دی تھیں۔" فوسٹر بولا۔

"ہمارا خیال تھا کہ شاید تیل کا کوئی کنواں خشک ہو گیا ہو گا۔" اینٹل نے کہا۔

"لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" فوسٹر نے کہا۔ "تیل کا اسٹاک اب بھی مستحکم ہے۔ منافع کی شرح بہت اُونچی ہے۔"

"تو آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟" ایرک نے پوچھا۔

"ہمارے خیال میں بازار کا رجحان ہی یہی ہے۔ سیل آرڈر دیکھ کر سیل آرڈر برسنے لگتے ہیں۔" فوسٹر نے جواب دیا

"بازار کا رجحان... ہنہہ!" ایرک کا لہجہ تلخ تھا۔ "تمھیں یہ پتا نہیں چلا کہ وینزویلا کی حکومت نے تیل کی برآمد روکنے کی دھمکی دی ہے۔ سائرس کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کویت کے شیخ کا قتل؟ بیٹس کی موت؟ کیا یہ تمام لوگ تیل کی تجارت سے متعلق نہیں تھے؟"

"انھیں غیر معمولی اتفاق کہا جا سکتا ہے۔" فوسٹر نے رومال سے پیشانی خشک کرتے ہوئے کہا۔

"ہمیں، بیٹس کی موت کا علم ہوا تو ہم مشکوک ہو گئے..." اینٹل نے کہا۔ "ہم نے سوچا، ممکن ہے، یہ کسی مالی اسکینڈل کا نتیجہ ہو۔"

"لیکن اسکاٹ لینڈ یارڈ نے اسے حادثہ قرار دیا ہے۔"

"اچھا..." ایرک نے بے پروائی سے کہا پھر موضوع بدل دیا۔ "اب انٹریکس کا صدر کون ہے؟"

"اس کا انحصار اسٹاک ہولڈرز پر ہے۔" فوسٹر نے جواب دیا۔

"وصیت آنے تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" اینٹل نے گرہ لگائی۔ "ٹائمز کے مطابق وصیت پیر کے روز پڑھی جائے گی۔"

"بیوہ کو یقیناً علم ہے لیکن وہ پریس والوں سے ملتی ہی نہیں۔ ابھی چند ہفتے پہلے ہی تو بیٹس نے اُس سے شادی کی تھی۔"

"میں جانتا ہوں۔" ایرک نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ اُس کے خیال میں اُس کا بیوہ سے ملنا اور بات کرنا بہت ضروری تھا۔ بس ایک مرتبہ اندر پہنچ جائے پھر وہ اُسے وصیت نامہ دکھانے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اُس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ سولہ منٹ گزر چکے تھے۔ "شکریہ!" اُس نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ "آپ ایک ساتھ بہت اچھی کارکردگی دکھاتے ہیں۔" اُن دونوں کے چہرے دمکنے لگے۔ وہ ایرک کو چھوڑنے کے لیے باہر تک آئے تھے۔

ایرک باہر نکلا ہی تھا کہ اُسے یارڈ کی کار آتی نظر آئی۔ اُس نے گھڑی دیکھی۔ ٹھیک بیس منٹ ہوئے تھے۔ ایک سیکنڈ کا فرق بھی نہیں تھا۔ "میرا خیال ہے، تمھارا چیف کوئی نیا آ گیا ہے۔" اُس نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا اور عادتاً اندر کا جائزہ لیا۔ سوائے ایک مہک کے، وہاں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اُن میں سے کوئی ایک سگریٹ پیتا رہا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟" پستہ قامت نے پوچھا۔

"میں نے تم لوگوں کو کبھی وقت کا اتنا پابند نہیں پایا۔"

"چیف پابندیٔ وقت پر ہمیشہ لیکچر دیتا رہتا ہے۔" ڈرائیور بولا۔

"اب مجھے حادثے کے بارے میں بتاؤ۔" لندن کی حدود سے نکلنے کے بعد ایرک نے پوچھا۔ "تمھی لوگوں نے تفتیش کی تھی نا؟"

"جب ہم وہاں پہنچے تو اُس کے جسم میں حرارت موجود تھی۔" ڈرائیور نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "لاش سے اندازہ ہوتا تھا کہ کار کی رفتار بہت تیز رہی ہو گی۔ وہ بُری طرح کچلا گیا تھا۔ شاید کار، ڈرائیور کے قابو سے باہر ہو گئی تھی پھر وہ کار بھی موڑ کاٹتے ہوئے کھائی میں جا گری تھی۔"

"تو تمھارے خیال میں وہ حادثہ تھا؟" ایرک نے پوچھا۔

"ہمیں یقین ہے۔" ڈرائیور نے کہا۔ "بدقسمتی سے کار ڈرائیور بھی ہلاک ہو گیا تھا۔ ایسے میں صرف شواہد کی بنیاد ہی پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔" ڈرائیور نے اپنے ساتھی کے کہنی ماری لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"کار کا ڈرائیور انگریز تھا؟"

"بڑی دلچسپ بات ہے کہ آپ نے یہ سوال کیا۔" ڈرائیور بولا... "وہ غیر ملکی تھا، جناب! جھلسی ہوئی رنگت سے اطالوی لگتا تھا... لیکن شناخت کے لیے اُس کے پاس ایک پرزہ بھی نہیں تھا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ عرب ہو؟"

"اوہ..." ڈرائیور نے ہونٹ سکیڑ کر کہا۔ "اس پہلو پر تو ہم نے سوچا بھی نہیں۔ بہت خوب، جناب! چیف یہ سن کر بہت خوش ہو گا۔ کیا خیال ہے، سارجنٹ؟" لیکن اُس کا ساتھی مُنہ سے عجیب سی آواز نکال کر رہ گیا۔

اب وہ شاہراہ سے ہٹ کر ایک مضافاتی سڑک پر سفر کر رہے تھے، جس پر دو رویہ درخت قطار در قطار ایستادہ تھے۔ ایرک کا اندازہ تھا کہ کار کی رفتار، سو میل فی گھنٹہ سے کم نہیں لیکن ڈرائیو بے حد ماہر تھا... پورے سفر کے دوران ایرک نے ٹائر چیخنے کی آواز تک نہیں سُنی تھی۔ اسی رفتار سے گاڑی نے ایک موڑ کاٹا پھر ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔

"یہی جگہ ہے، جناب!" اُس نے کہا۔

کار، بیٹس کی املاک کے مرکزی گیٹ کی ایک جانب رُک گئی تھی۔ وہ تینوں نیچے اُترے اور جھاڑی کی طرف بڑھ گئے جہاں بیٹس کی لاش پڑی تھی، وہاں اب بھی چاک کے نشانات موجود تھے۔

"مسٹر بیٹس اپنے معمول کے مطابق ہی یہاں آئے تھے۔" ڈرائیور نے اشارے سے بتایا۔ "بغیر دائیں بائیں دیکھے وہ سڑک پر آ گئے اور اُسی وقت گاڑی نے اُنھیں ٹھک سے ٹکر مار دی۔"

ایرک نے غور سے اُس کی جانب دیکھا۔ 'ٹھک' نے بالکل ویسا ہی تاثر دیا تھا جیسے کسی دھات کے انسانی جسم سے ٹکرانے کی آواز آتی ہے۔

"کار قابو سے باہر ہو گئی۔" دوسرا بولا۔ "اور سو میٹر آگے جا کر، کھائی میں لُڑھک گئی۔"

"میں وہ جگہ بھی دیکھنا چاہوں گا۔" ایرک نے کہا اور سڑک پر آگے بڑھ گیا۔

"میں کار لاتا ہوں۔" پستہ قامت نے کہا۔ "سارجنٹ آپ کو وہ جگہ دکھا دے گا۔"

ایرک اور سارجنٹ کوئی بیس قدم آگے بڑھے ہوں گے... کہ اُنھوں نے کار کا دروازہ بند ہونے کی آواز سُنی۔ سارجنٹ کو ایرک کے ساتھ قدم ملا کر چلنے میں کوئی دُشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ وہ مزید بیس قدم آگے بڑھے تھے کہ کار کا انجن جاگا پھر دھیرے دھیرے کار کی رفتار تیز ہوئی۔ وہ آٹھ قدم اور بڑھ چکے تھے۔ اب سارجنٹ فیصلہ کُن قدم اُٹھانے کے لیے تیار تھا۔ اس دوران میں ایرک کن انکھیوں سے اُسے دیکھتا رہا تھا۔ اُس نے سارجنٹ کے قدموں میں خفیف سی ہچکچاہٹ محسوس کی۔ ایرک قدم آگے بڑھانے کے انداز میں متحرک ہوا... لیکن اچانک ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سارجنٹ، جو اُسے دھکیل کر سڑک پر گرانے کے لیے پوری قوت سے حرکت میں آ چکا تھا، اپنا توازن کھو بیٹھا اور سڑک کے وسط میں ڈھیر ہو گیا۔

سارجنٹ نے کسی انجانی زبان میں غالباً گالیاں بکیں اور جلدی سے اُٹھ کر، کار کے راستے سے ہٹنے لگا جو اچانک ہی رفتار پکڑ چکی تھی... ایرک نے گھوم کر دیکھا، کار بہت قریب آ چکی تھی۔ اُس نے اندازہ لگا لیا کہ کار کے سامنے سے ہٹنے کی مہلت نہیں مل سکتی۔ وہ کم از کم فینڈر کی زد میں ضرور آئے گا اور کار کی رفتار کے پیشِ نظر یہ بھی مہلک ثابت ہو سکتا تھا۔ اس لیے آخری لمحے میں اُس نے خود کو زمین پر گرا دیا لیکن گرتے گرتے وہ پستول نکال چکا تھا۔

جیسے ہی کار کا سامنے والا بمپر، اُس کے سر کے عین اُوپر سے گزرا،

اُس نے کہنی زمین پر ٹکاتے ہوئے اوپر کی جانب لگاتار فائر کیے، یہاں تک کہ کلپ خالی ہو گیا۔ اُس نے اس امکان کو سامنے رکھ کر فائرنگ کی تھی کہ کار نیچے سے بُلٹ پروف نہیں ہو گی۔

کار چنگھاڑتی ہوئی اُس کے سر پر سے گزر گئی۔ کچھ دُور تک وہ سیدھی چلتی رہی پھر اچانک شرابیوں کی طرح ڈولنے لگی... پھر وہ انجن کے بل کھائی میں گرتی نظر آئی۔

اچانک سناٹا سا چھا گیا۔ ایرک اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اپنے جُھلسے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جیگوار کو کوسا جس کا ایگزاسٹ پائپ خاصا نیچے لگایا گیا تھا۔

سارجنٹ بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ایرک نے اُسے اپنے پستول سے کوَر کر لیا۔ وہ جانتا تھا کہ پستول خالی ہو چکا ہے لیکن اُسے یقین تھا کہ اتنی سنسنی خیز صُورتِ حال میں سارجنٹ کو فائر گننا یاد نہ رہا ہو گا۔ اُس کا اندازہ درست تھا لیکن سارجنٹ اس طرح اُس کی طرف جھپٹا، جیسے اُسے پستول کی کوئی پروا ہی نہ ہو۔

ایرک نے پستول اُس کے سر پر کھینچ مارا۔ وہ اُس کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا۔ پھر وہ سر نیچے کر کے سارجنٹ کی طرف جھپٹا۔ سارجنٹ کا پیٹ اُس کا ہدف تھا۔ سارجنٹ کا پیٹ بڑا ضرور تھا لیکن وہ پلپلا ثابت نہیں ہوا۔ سارجنٹ نے زیرِ لب پھر گالیاں بکیں۔ اس بار ایرک نے اندازہ لگایا کہ شاید وہ رومانین بول رہا ہے۔ دوسرے ہی لمحے سارجنٹ نے اُسے اُٹھایا، سر سے بلند کیا اور سڑک پر پٹخ دیا۔

ایرک کی سانس رُک کر رہ گئی، اُس کی آنکھیں دُھندلا گئیں اور نظروں کے سامنے تاریکی چھانے لگی... وہ ہوش میں آیا تو قوی الجثہ سارجنٹ اُسے پوری طرح چھاپے بیٹھا تھا۔ اُس کی گرفت بہت سخت تھی۔ ریڑھ کی ہڈی پر ذرا سا دباؤ اور پڑ جاتا تو وہ یقیناً ٹوٹ جاتی... اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ کر لاچاری کا تاثر دیتے ہوئے ایرک نے اپنا ہاتھ اُوپر اُٹھایا اور اپنے کوٹ کا کالر ٹٹولا پھر زوبرن کی دی ہوئی سوئی نکال کر، بائیں ہاتھ سے سارجنٹ کی ریڑھ کی ہڈی ٹٹولنے لگا۔ مخصوص جگہ ملتے ہی اُس نے بڑی نرمی سے سوئی، سارجنٹ کی پُشت میں اُتار دی۔

سارجنٹ کے جسم میں اینٹھن سی ہوئی اور اُس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی پھر وہ لہراتا ہوا سڑک پر ڈھیر ہو گیا۔

ایرک دھیرے دھیرے اُٹھا۔ وہ یہ محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اُس کی سب ہڈیاں سلامت ہیں یا نہیں۔ بظاہر وہ ٹھیک ٹھاک تھا۔ دھیرے دھیرے اُٹھنے کے بعد وہ، سارجنٹ پر جُھک گیا۔ اُس نے سارجنٹ کو اوندھا کیا اور قمیص ہٹا کر وہ سوئی نکال لی۔ سوئی کو مُردہ سارجنٹ کی قمیص سے پونچھ کر، اُس نے اُسے واپس کوٹ کے کالر میں لگا لیا... پھر وہ کھائی کی طرف بڑھا۔ اُلٹی ہوئی کار کے پہیے ابھی تک گھوم رہے تھے۔

اُس نے کار کے اندر جھانکا۔ ڈرائیور مر چکا تھا۔ اُس کے چہرے پر حیرت کا تاثر منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔ اُس کے ہاتھ بتلا رہے تھے کہ گولیوں نے اُس کی دونوں رانوں کے درمیان راستہ بنایا تھا۔ ایرک نے اگنیشن کی طرف دیکھا۔ کار کا سوئچ آف تھا۔ مرنے والا یقیناً ایک ماہر پیشہ ور ڈرائیور تھا۔

کار کا دروازہ کھول کر ایرک نے اُسے باہر گھسیٹ لیا اور اُسے گھسیٹتے ہوئے سڑک پر لا کر، اُس کے ساتھی کی لاش کے برابر ڈال دیا پھر اُس نے بڑے ماہرانہ انداز میں اُن کی تلاشی لینا شروع کر دی۔

سارجنٹ کے پاس سے کوئی خاص چیز برآمد نہ ہوئی۔ ایک چاقو، کچھ دیا سلائیاں اور ٹرکش سگریٹ کا ایک پیکٹ۔ اسی سگریٹ کی بُو نے ایرک کو مشکوک کیا تھا۔ غیر مُلکی سگریٹ کی بُو کا احساس ہوتے ہی اُس نے یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے یہ ایجنٹ نقلی ہیں... پھر اُس نے پستہ قامت کو ٹٹولا۔ اُس کی جیب سے بھی کسی قسم کا ایسا کوئی کاغذ نہیں نکل سکا جس سے اُن کی شناخت ممکن ہوتی۔ اُس کے ہاتھ پر الیکٹرونک گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ اس چیز نے بھی ایرک کے ذہن میں شکوک جگائے تھے۔ دُنیا کی کوئی پولیس فورس، سیکنڈز کی حد تک کبھی مستعد نہیں ہو سکتی۔ ایرک نے اُن سے چیف کے بارے میں جو سوال کیا تھا، وہ ایک بڑی پُرانی چال تھی۔ چیف خواہ نیا ہو یا پُرانا، اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ایجنٹ اس موضوع پر کبھی گفتگو نہیں کرتے تھے۔

ایرک کو اُس کے پاس سے چیکو سلواکیہ کا بنا ہوا، سائلنسر لگا ایک ریوالور بھی ملا۔ ریوالور سے تین گولیاں چلائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ برطانوی پاؤنڈز کی پانچ نئی گڈیاں بھی تھیں۔ ایک رنگین ریشمی رُومال تھا جو خوشبو میں بسا ہُوا تھا۔ ایرک کو خاصی مایوسی ہوئی پھر اُسے ایک بات کا خیال آیا جو اُس نے ابتدا میں نوٹ کی تھی۔ وہ تباہ شدہ کار کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے اگنیشن سے چابی نکال لی۔ کی رنگ میں ایک غیر معمولی چابی بھی موجود تھی۔ وہ لوہے کی بنی ہوئی کافی وزنی اور بھاری چابی تھی۔ یہ بات طے تھی کہ اس چابی سے کھلنے والا دروازہ نہ صرف بڑا بلکہ بھاری بھرکم بھی ہو گا۔

ایرک سڑک تک پہنچا ہی تھا کہ قریب آتی کسی کار کی آواز سُنائی دی۔ آواز سے وہ پہچان سکتا تھا کہ آنے والی گاڑی، پولیس کار ہے۔ کار نے بیٹس کی اراضی کے بیرونی گیٹ کے سامنے والا موڑ کاٹا اور رُک گئی۔ کار میں سے چار افراد اُترے تھے۔

"خُدا کا شکر ہے کہ آپ ٹھیک ہیں جناب!" میجر نے کہا۔

"لیکن لگتا ہے کہ ہم کچھ دیر سے پہنچے۔" پولیس انچارج نے کہا... پھر اُس نے اپنے دو آدمیوں کو تباہ شدہ کار کا معائنہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔

وہ خود ایک لاش پر جُھک گیا۔

"میں نے ضابطے کے مطابق آپ کی روانگی کی رپورٹ بھیج دی تھی۔" میجر نے کہا۔ "اس دوران میں، میں نے اسپیشل سیکشن سے آپ کے متعلق پوچھا کہ آپ کو لینے کے لیے کوئی پہنچا ہے یا نہیں، تو معلوم ہُوا کہ آپ کا پیغام تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکا۔ تحقیق پر پتا چلا کہ آپ کا پیغام کوڈ رُوم سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا... پھر ہم نے بہت تیزی سے یہاں پہنچنے کی کوشش کی۔"

"بہت اچھے، میجر!" ایرک نے پُرستائش لہجے میں کہا۔

"اس آدمی کے جسم پر تو کوئی نشان نہیں ہے۔" اسپیشل سیکشن کے ایک آدمی نے کہا۔ وہ لاش کا معائنہ کرنے کے بعد اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "مجھے یہ نہ بتائیے گا کہ یہ طبعی موت مرا ہے۔"

ایرک نے کندھے جھٹکے۔ "بس یہ اچانک ہی ڈھیر ہو گیا تھا... ممکن ہے، ہارٹ فیل ہوا ہو۔ اس سے پہلے تھوڑی دیر تک ہم زور آزمائی کرتے رہے تھے۔"

اسپیشل سیکشن والے نے پُرخیال انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔ لیکن مزید کچھ نہ بولا۔ ایرک کے خیال میں اُسے حقیقت بتانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، زہریلی سوئی سے جتنے کم لوگ واقف ہوتے، اُتنا ہی اچھا ہوتا۔ صرف اسی صورت میں وہ مؤثر ہتھیار ثابت ہو سکتی تھی۔

کار کا معائنہ کرنے والے دونوں افراد بھی اُوپر آ گئے تھے۔ "کوئی خاص چیز نہیں ملی۔ وہ ڈپلومیٹک سیکشن کی گاڑی ہے جو آج صبح گھانا کے سینیٹر کو لانے کے لیے بھیجی گئی تھی۔" اُنھوں نے بڑے تجسّس سے ایرک کی طرف دیکھا۔ "ڈرائیور کا عجب حال ہے۔" اُنھوں نے کہا۔ "اُسے عجیب ترین مقام پر گولی لگی ہے۔ اُسے کس ترکیب سے شُوٹ کیا ہے، آپ نے؟"

"اُس نے مجھ پر کار چڑھانے کی کوشش کی تھی۔" ایرک نے کہا۔

"کیا وہ اس گاڑی کا باضابطہ ڈرائیور تھا؟"

"نہیں..." سیکشن انچارج نے کہا۔ "اُسے تو آج سہ پہر ہم نے بونڈ اسٹریٹ پر جھاڑیوں کے درمیان پڑا پایا۔ اس کے جسم میں تین گولیاں پیوست تھیں۔"

ایرک نے نقلی سارجنٹ کی جیب سے برآمد ہونے والا ریوالور، انچارج کی طرف بڑھا دیا۔ تین گولیاں... معاملات میں ڈیوڈ کے ملوّث ہونے کا ایک اور ثبوت... یہ ڈیوڈ کا اصول تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے کارندوں کو یہی ہدایت کرتا تھا کہ تین بار گولیاں چلاؤ۔ شاید ڈیوڈ، ایرک کو اپنے ملوّث ہونے کی خبر دینا چاہتا تھا۔

ایرک ایک گھٹنے کے بل جُھک گیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"کیا ہوا، کرنل؟" میجر کے لہجے میں تشویش تھی۔

"لمبے آدمی نے شاید مجھے خاصا نقصان پہنچایا ہے۔" ایرک نے کراہتے ہوئے کہا۔ "اُس کی گرفت کسی پیشہ ور پہلوانوں کی گرفت سے کم نہیں تھی، ممکن ہے، میری کوئی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔"

"کمر میں تکلیف ہے؟" میجر نے جُھکتے ہوئے پوچھا۔ "اب آپ بالکل نہ ہلیں۔ پہلے معائنہ ہونا چاہیے ورنہ زیادہ نقصان بھی ہو سکتا ہے۔"

"لندن واپس چلیں۔" انچارج نے کہا۔ وہ آج اپنے سیکشن کی کارکردگی پر بہت ناخوش تھا۔

ایرک نے میجر سے زیرِ لب کچھ کہا۔

"میرے خیال میں کرنل، کار کے سفر کے متحمل نہیں ہو سکتے۔" میجر نے کہا۔ "میرا خیال ہے، ہم انھیں اندر لٹا کر ڈاکٹر کو ٹیلی فون کرتے ہیں۔"

وہاں قریب ترین مکان بیٹس کا تھا۔ مکان کے داخلی دروازے تک خاصا طویل راستہ تھا۔ میجر کی ہدایت کے مطابق کار سے کمبل نکال کر، کرنل کو اس میں لپیٹا گیا پھر وہ سب مکان کی طرف بڑھ گئے۔ ایرک کو دو آدمیوں نے اُٹھا رکھا تھا۔

"آرام سے... آہستہ آہستہ قدم اُٹھاؤ۔" ایرک کی کراہ سُن کر میجر نے اُنھیں ہدایت کی۔ "دیکھتے نہیں، کرنل بہت تکلیف میں ہیں۔"

مکان کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے کراہیں معدُوم ہو گئیں۔ شاید کرنل بے ہوش ہو چکا تھا۔ دروازے پر اُنھیں دراز قامت بٹلر ملا۔

"یہ شخص حادثے میں زخمی ہو گیا ہے۔" میجر نے کہا۔ "ہمیں بستر کی ضرورت ہے... پھر ڈاکٹر کو فون کریں گے۔"

"شاید مسز بیٹس یہ بات پسند نہ کریں۔" بٹلر کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔ "اُن کا حکم ہے کہ اُنھیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"مجھے، مسز... کیا نام ہے، اُن کا... کی کوئی پروا نہیں۔" میجر دہاڑا۔ "یہ شخص تکلیف میں ہے اور اسے طبّی امداد کی ضرورت ہے۔"

"جج... جی ہاں..." بٹلر نے جلدی سے ایک طرف ہو کر اُنھیں راستہ دے دیا۔ وہ اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ سیڑھیوں سے ایک عورت اُترتی نظر آئی۔ وہ غیر معمولی طور پر حسین تھی۔

"کیا بات ہے، ورنن؟" عورت نے پُوچھا۔ سیاہ ماتمی لباس نے اُس کے حُسن کو اور زیادہ نمایاں کر دیا تھا۔

"قریب ہی ایک حادثہ ہو گیا ہے، مسز بیٹس!" بٹلر نے کہا۔

"ایسا لگتا ہے، اس کی پُشت پر شدید ضرب لگی ہے۔ ممکن ہے، فریکچر ہو گیا ہو۔" میجر نے کہا۔

"مادام! اسے سرونٹ کوارٹر میں لے جائیں؟" بٹلر نے پُوچھا۔

"نہیں، گیسٹ رُوم مناسب رہے گا۔" عورت نے کہا۔ "اِس طرف آجائیے، حضرات!" یہ کہہ کر وہ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

اُن لوگوں نے کرنل کو بیڈ پر لِٹا دیا۔ ورنن کو ہدایت کی گئی کہ وہ ڈاکٹر کو فون کرے۔

"یہ حرکت کرنے کے قابل نہیں ہے۔" میجر نے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مُڑا۔ "ہم اپنا سفر جاری رکھیں گے۔" ڈاکٹر کے آنے کے بعد شاید اسے اسپتال پہنچا دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" مسز بیٹس لمحہ بھر ہچکچائی پھر اُس نے خود کو سنبھال لیا اور بٹلر سے بولی۔ "ورنن! ان حضرات کو رُخصت کر کے آؤ۔"

میجر نے بڑے خلوص سے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اُن کے جانے کے بعد مسز بیٹس بہت تیزی سے بستر کی طرف بڑھی۔ اُس نے ایرک کے ایک زوردار چُٹکی بھر لی لیکن ایرک ساکت پڑا رہا۔ دوسری بار اُس نے ایرک کے جسم کے اور زیادہ حسّاس حصّے کو نشانہ بنایا لیکن ایرک اب بھی ساکت تھا۔ اطمینان کی ایک طویل سانس لے کر، مسز بیٹس نے ایرک کے کوٹ کی جیبیں تھپ تھپائیں پھر ایک جیب سے ایرک کا پرس کھینچ لیا۔

ایرک نے آنکھیں کھولتے ہُوئے، اُس کی کلائی تھام لی۔ "اے ... اے۔" اُس نے بے حد سخت لہجے میں کہا۔ "کون ہو، تم؟ چور ہو؟"

"چھوڑو، مجھے۔" وہ چیخی۔ "میں تو صرف یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ تم کون ہو؟"

"لیکن تم کون ہو؟"

"مسز بیٹس!" اُس نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "اس وقت تم میرے گھر میں ہو۔"

ایرک نے اُس سے اپنا پرس لینے کے بعد اُس کی کلائی آزاد کر دی۔ "اس سخت رویّے کی معافی چاہتا ہُوں۔" اُس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "لیکن اس طرح جاگنا اور ایک اجنبی عورت کے ہاتھ میں اپنا پرس دیکھنا... حالانکہ مجھے سوچنا چاہیے تھا کہ گھٹیا قسم کے چور اتنے خوبصورت نہیں ہوتے۔"

"ظاہر ہے۔" مسز بیٹس نے کمزور لہجے میں کہا۔ وہ اچانک اپنے حُسن کی تعریف سُن کر بوکھلا گئی تھی۔

اسی وقت ڈاکٹر آ گیا۔ اُس کا تعلق فلاحی ادارے سے تھا۔ "کہاں تکلیف ہے آپ کو؟" اُس نے پوچھا۔

"کسی خاص جگہ نہیں ہے۔ دراصل میں بے ہوش ہو گیا تھا۔"

"جو لوگ انھیں یہاں لائے تھے، اُن کا کہنا تھا کہ پُشت پر ضرب لگی ہے۔" مسز بیٹس نے رضاکارانہ معلومات فراہم کیں۔

ڈاکٹر نے بڑی نرمی سے ایرک کے جسم کو پلٹا اور قمیض اُوپر اُٹھا کر معائنہ کرنے لگا۔ مسز بیٹس بھی ایرک پر جُھک گئی۔

ایرک کی پیٹھ پر موجود، دو بڑے زخموں کے سیاہ نشانات نے اُن دونوں کو دہلا دیا۔ "یہ زخم کیسے لگے تھے؟" ڈاکٹر نے پُوچھا۔

"صحرا میں..." ایرک نے کہا۔ "ایک رات، میں راستہ بھُول کر عربوں کے کیمپ کی طرف جا نکلا تھا۔ اُنھوں نے مشکوک سمجھ کر تواضع کر دی۔"

"کون سے صحرا میں؟" مسز بیٹس نے پُوچھا۔

"کویت میں۔" ایرک نے سفید جھُوٹ بولا۔ "میں، اِنٹریکس کے لیے کچھ نقشے ترتیب دینے کی غرض سے نِکلا تھا، تمھارے شوہر کی کمپنی کے لیے۔"

"بہرحال، بظاہر تشویش کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ اُٹھو اور ذرا چل کر دِکھاؤ۔" ڈاکٹر نے کہا۔

ایرک اُٹھ کھڑا ہُوا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اُس کے انداز میں نقاہت تھی۔ "ایک بات سنو، ڈاکٹر!" اُس نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ "میں ابھی ایک دن پہلے ہی بستر سے اُٹھا ہُوں۔"

"بیماری سنگین تھی؟" ڈاکٹر نے پُوچھا۔

"میں چوبیس گھنٹے سے زیادہ بے ہوش رہا تھا۔"

"تب تو معاملہ صاف ہے۔ اتنی کمزوری کے عالم میں تو ذرا سا دباؤ بھی آدمی کو گِرا دیتا ہے۔"

"اب آپ کا کیا مشورہ ہے؟"

"کچھ دن آپ کو مکمّل آرام کرنا چاہیے۔"

ایرک نے ڈاکٹر کو کچھ رقم دینا چاہی لیکن اُس نے اِنکار کر دیا۔ اُس کی فیس محکمۂ فلاح کے ذمّے تھی۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد مسز بیٹس، ایرک سے مخاطب ہُوئی۔ "اب بتاؤ، تم مجھ سے ملنے کیوں آئے تھے؟"

"تمھارے شوہر نے کہا تھا کہ اگر اُسے کچھ ہو جائے تو مجھے انگلینڈ پہنچ کر معاملات پر نظر رکھنا ہوگی۔"

"اُنھوں نے مجھ سے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔"

"کوئی تُک ہی نہیں تھی۔ ابھی تو تمھارا ہنی مُون بھی ختم نہیں ہُوا تھا۔ بہرحال میرا نام جیمز ویدربائی ہے۔ مسٹر بیٹس نے کبھی میرا ذکر نہیں کیا؟"

"کبھی نہیں۔" مسز بیٹس نے کہا۔ "میرا خیال ہے، تم یہ دیکھنے کے لیے آئے ہو کہ وصیّت میں تمھارا ذکر ہے یا نہیں... بہرحال، تمھارا وصیّت میں کوئی ذکر نہیں۔ چنانچہ اب اپنا راستہ لو۔"

ایرک مُسکرایا۔ "میں جانتا ہُوں، وصیّت نامے میں میرا ذکر کیوں ہوگا۔ میں مسٹر بیٹس کے ساتھ اُس وقت سے ہُوں، جب میں محض ایک لڑکا تھا۔

اُنھوں نے ہمیشہ میرا خیال رکھا، تحفے، بونس ... اور شاید خود اُن کے بعد کمپنی کا سب سے بڑا اسٹاک ہولڈر میں ہی ہوں۔"

مسز بیٹس کا رَدِّعمل خود ایرک کے لیے بھی حیران کُن تھا۔ وہ مُسکرائی، اُس کی مُسکراہٹ میں گرم جوشی تھی۔

مسز بیٹس نے فوراً اپنے سوچنے کا انداز بدل لیا تھا۔ اب اُس کے سامنے اِنٹریکس پٹرولیم کا ایک بڑا اسٹاک ہولڈر تھا اور شاید اس کے بارے میں ڈیوڈ بھی لاعلم تھا۔ اُس نے ایرک کو پُرستائش نظروں سے دیکھا یُوں بھی وہ ایک پُرکشش نوجوان تھا۔

"مسز بیٹس، تم اطالوی ہو؟"

"مجھے جینا کہتے ہیں۔" وہ پھر مُسکرائی۔ "ہاں، میرا تعلق میلان سے ہے۔ تم کبھی وہاں گئے ہو؟"

"ہاں... اور میں نے وہاں ایک اوپیرا بھی دیکھا تھا۔"

"اگر میرے گلے میں خرابی نہ ہو گئی ہوتی تو میں بھی وہاں گاتی۔"

"اوہ... میں اتنی دیر سے تمھاری آواز کے متعلق سوچ رہا تھا... یہ یقیناً ایک گلوکارہ کی آواز ہے۔ مجھے گانا سُناؤ گی۔"

"میں گا نہیں سکتی۔" جینا نے معذرت کی۔ "ان دنوں میرے گلے کا علاج ہو رہا ہے۔" اُس نے اپنے گاؤن کی جیب سے ٹین کی ایک چپٹی سی ڈبیا نکالی۔ "یہ ٹکیاں میرے لیے فائدہ مند ہیں۔ یہ فرانس میں خاص طور پر میرے لیے تیار کی جاتی ہیں۔" اُس نے ڈبیا کھولی اور ایک گلابی رنگ کی ٹکیہ نکال کر مُنہ میں رکھ لی۔ ایرک نے ٹکیہ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن جینا نے ڈبیا بند کر دی۔ "یہ بچّوں کی ٹافی نہیں، دوا ہے، ڈیئر!"

"تم مستقبل میں گا سکو گی؟"

"ہاں، یہ سب نمٹنے کے بعد... میرا کام مکمّل ہو جائے، تب۔"

"اور تمھارا کام کیا ہے؟"

جینا ہچکچائی۔ "میرے شوہر کا کاروبار اب میری ذمّے داری ہے۔" اُس نے کہا۔ "یا یُوں کہو کہ کل سے ہو جائے گی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کل وصیّت پڑھی جائے گی۔ اُس کی رُو سے میرے شوہر نے سب کچھ پہلی بیوی کے بچّوں اور میرے نام چھوڑا ہے۔ بچّوں کو میری کوئی پروا نہیں ہے، اس لیے مسائل سے بچنے کے لیے میرے شوہر نے ووٹ کا حق اور فعّال کردار میرے سپُرد کیا ہے۔ میں سمجھتی تھی... کہ ہمارے پاس پچاس فی صد سے زیادہ اسٹاک ہیں لیکن شاید میرے شوہر تمھیں بھُول گئے تھے۔ اگر نہیں تو وہ جانتے ہوں گے کہ تم درست قدم اُٹھاؤ گے۔"

"اور وہ درست قدم کیا ہے؟"

"صدر کی حیثیت کے لیے مجھے ووٹ دینا۔"

"لیکن ایک عورت کے لیے آئل کمپنی کا صدر ہونا عجیب سا لگتا ہے۔" ایرک کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"یہ زیادہ عرصے کے لیے تو نہیں ہوگا۔" جینا نے کہا۔ "بیٹس نے زیادہ کام نہیں چھوڑا ہے۔ کمپنی کا انضمام ہونا ہے۔ میرا خیال ہے، میں ان تمام مرحلوں سے گزر سکتی ہُوں۔" اُس نے ہاتھ بڑھا کر، ایرک کا ہاتھ تھام لیا۔ "تم میری مدد کرو گے، نا؟ آخر تم، بیٹس کے دوست ہو۔"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔" ایرک نے کہا۔ "وہ اسٹاک ہی میرا سب کچھ ہیں۔ مجھے نہیں معلوم، تمھاری قابلیّت اور تجربہ کتنا ہے۔"

جینا اُٹھی اور اُس کے قریب بیٹھ گئی۔ "تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو۔" اُس نے ایرک پر جُھکتے ہُوئے کہا۔ ایرک کا جسم سنسنانے لگا لیکن اُس نے خود کو یاد دلایا کہ اُس کے پاس وقت کم ہے۔

"تمھارے بورڈ میں ڈائریکٹرز کون کون ہوں گے؟" ایرک نے پُوچھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" جینا نے شہد آگیں لہجے میں کہا۔

"بہت فرق پڑتا ہے۔ میں اپنا مستقبل محفوظ ہاتھوں میں دینا پسند کروں گا۔"

"میں تم سے وعدہ کرتی ہُوں کہ ایسا ہی ہوگا۔" وہ بے ترتیب سانسوں کے درمیان بولی۔

"اور یہ انضمام، جس کا تم نے ذِکر کیا ہے، اس کا مقصد؟"

"کیا اس وقت ہمیں کاروباری گفتگو کرنا چاہیے؟"

"لیکن میں ایک بات بہرحال جاننا چاہتا ہُوں۔"

"بعد میں..." وہ گنگنائی۔ "ہر سوال بعد میں۔"

ایرک نے بھی یہی مناسب سمجھا۔ اُسے یقین تھا کہ بعد میں وہ اُس کے چونکا دینے والے سوالات کے جواب بے اختیار دے گی۔

"تم مجھے حیرت سے کیوں دیکھ رہے ہو؟" جینا نے اٹھلاتے ہُوئے پُوچھا۔

"مجھے یقین نہیں تھا کہ تمھارے کندھے پر، ترشے ہُوئے ہشت پہلو ہیرے کا سیاہ نشان ہوگا۔" ایرک نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم سیاہ بیوہ ہو، ایک ناگن جو اپنے ساتھی کو ڈس لیتی ہے۔"

جینا اپنی جگہ منجمد ہو کر رہ گئی۔ "کیا کہہ رہے ہو؟" اُس نے سنبھل کر پوچھا۔

"تم نے اپنے شوہر کی موت کے انتظامات میں خود بھی حصّہ لیا

تھا یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ تمھیں ان تفصیلات سے بے خبر رکھا گیا۔"

وہ پیچھے ہٹ گئی۔ اُس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ "تم کون ہو؟" اس مرتبہ اُس کے لہجے میں خوف تھا۔

"بس، یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بیٹس تم سے شادی پر رضامند کیسے ہو گیا تھا، وہ آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔" ایرک نے کہا۔ "گویا تم کوئی زبردست چیز ہو۔"

اب جینا کسی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی۔ "وہ تو میں ہوں۔" اُس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم خوبصورت ہو۔" ایرک نے کہا۔ "لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں۔ بیٹس کو تم صرف حُسن سے تسخیر نہیں کر سکتی تھیں نہیں، کوئی اور بات ہے۔ ممکن ہے، تم نے اُسے گانا سنایا ہو... یا شاید تم نے اُس کے کھانے میں کوئی دوائے محبّت ملا دی ہو۔" ایرک نے دوا کی ڈبیہ کو غور سے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ جینا اُس کا ارادہ بھانپتی، اُس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ڈبیا اُٹھالی۔

جینا کا ردِّ عمل فوری اور تشدّد آمیز تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح اُس پر پل پڑی لیکن ایرک کے دو تھپڑوں نے اُس کے تمام کس بل نکال دیے۔ اب وہ بستر پر پڑی ہانپ رہی تھی۔

"پلیز، یہ مجھے واپس دے دو۔" اُس نے ہاتھ پھیلاتے ہوئے التجا کی۔

"اس دوا کے لیے اتنی پریشانی کیوں؟"

"پلیز..." وہ گھگیانے لگی۔

ایرک نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس وقت، اُن سیاہ اور حسین آنکھوں میں نفرت اور غصّے کے الاؤ دہک رہے تھے۔

"مجھے بتاؤ کہ اِنڑیکس کے انضمام کے بعد کیا ہوگا؟ پھر میں یہ دوا تمھیں واپس دے دوں گا۔ ڈیوڈ کو پتا بھی نہیں چلے گا۔"

اُس کا چہرہ دہشت سے سیاہ پڑ گیا۔ "تم کون ہو؟" اُس نے سرگوشی میں پوچھا۔ "تم اُسے کیسے جانتے ہو؟"

"میں ڈیوڈ کا بھائی ہوں۔"

وہ بے یقینی کے انداز میں سر کو نفی میں ہلانے لگی لیکن پھر اُسے مشابہت کا احساس ہونے لگا۔ یہ وہی اندر تک جھانکنے والی سرد نگاہیں تھیں۔ "لگتا تو ہے۔" وہ بولی۔ "لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ تو چینی ہے۔"

"ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، البتہ ہماری مائیں الگ الگ تھیں۔ ڈیوڈ، ماں کی طرف سے چینی ہے۔"

"ٹھیک ہے... لیکن میں تمھیں کچھ نہیں بتا سکتی۔ میں نے سب کچھ وہی کیا ہے، جس کی مجھے تربیت دی گئی تھی... لیکن ڈیوڈ سے مجھے انضمام کے بعد کے معاملات سے متعلق کوئی ہدایت نہیں ملی ہے۔"

"اور تم جیسی دوسری عورتیں؟"

جینا نے کندھے جھٹک دیے۔ "اُن کے فرائض کے متعلق میں لاعلم ہوں۔"

"ابھی تک امریکہ سے متعلق کوئی خبر نہیں آئی ہے۔ امریکہ کے بارے میں ڈیوڈ کا کیا منصوبہ ہے؟"

"میں نے تمھیں بتایا نا... کہ میں کچھ نہیں جانتی۔ وہ کسی کو بھی کوئی غیر ضروری بات نہیں بتاتا۔ ہم سب اپنے کام سے کام رکھنے کے عادی ہیں۔"

"کسی کو بھی نہیں؟"

"ایک لڑکی تھی جس سے وہ نسبتاً زیادہ قریب رہتا تھا۔" جینا نے کہا۔ "تمام لڑکیوں کا خیال تھا کہ شاید وہ اُسے پسند کرتا ہے۔ اسی بنا پر تمام لڑکیاں اُس سے جلتی تھیں... لیکن میرا خیال ہے کہ وہ، اُس لڑکی سے کوئی خاص کام لینا چاہتا تھا۔"

"وہ کون تھی؟" ایرک نے پوچھا۔ "اُس کے ذمّے کیا کام تھا؟ وہ دیکھنے میں کیسی تھی؟"

"یقین کرو، میں نہیں جانتی۔ لڑکیوں میں سے کوئی بھی اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

ایرک، جینا کو گھورتا رہا۔ جانے کیوں اُسے یقین تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔ ڈیوڈ ایسا ہی آدمی تھا۔ اُس کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کی کارگزاری کا پتا نہ چلے۔ جینا کو کچھ معلوم ہونا بھی نہیں چاہیے تھا... لیکن یہ سب کچھ بے معنی معلوم ہوتا تھا۔ کوئی بھی حکومت، تیل جیسی اہم چیز پر اپنا کنٹرول گنوانے کے لیے تیار نہیں ہو سکتی... پھر ڈیوڈ کی یہ کوششیں کیا معنی رکھتی ہیں؟

اب ایرک کے سامنے جینا کا مسئلہ تھا۔ کیا وہ لڑکی کو اسکاٹ لینڈ یارڈ کے حوالے کر دے؟ لیکن کوئی بھی اچھا وکیل محض چند گھنٹوں میں اُسے رہا کرا لے گا... وہ اُسے ساتھ لے جائے؟ لیکن بورڈ آف ڈائریکٹرز پر یقیناً ڈیوڈ کا کنٹرول ہوگا۔ اس صورت میں وہ جینا کی عدم موجودگی کے باوجود، اُسے صدر منتخب کر سکتے تھے۔ ڈیوڈ اپنے منصوبے پر بغیر کسی رُکاوٹ کے رُو بہ عمل ہوتا رہے گا... اگر اُسے آزاد چھوڑ دیا جائے تو یہ خدشہ ہے کہ وہ، ڈیوڈ کو خبردار کر دے گی کہ ایرک اُس کی راہ پر لگ چکا ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد، ڈیوڈ اپنے اقدامات کی رفتار بہت زیادہ تیز کر دے گا... ممکن ہے کہ تیز بھاگنے میں وہ ٹھوکر کھا جائے، کوئی غلطی کر بیٹھے، اپنے منصوبے کا کوئی سُراغ چھوڑ جائے۔

اُسی وقت ایرک کا ہاتھ اپنی جیب پر پڑا۔ اُسے وہ چابی یاد آگئی جو اُس نے قاتلانہ حملہ کرنے والے شخص کی لاش سے برآمد کی تھی۔ اُس نے جیب سے چابی نکالی۔ چابی دیکھ کر جینا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "یہ کیا ہے؟"

"تم اس چابی کو پہچانتی ہو؟" ایرک نے پوچھا۔

شروع میں ایسا لگا جیسے وہ جھوٹ بولنے والی ہو لیکن پھر اُس نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔ "تمھیں یہ کہاں سے ملی؟ آج صبح جب آڈیٹرز، اثاثوں کی پڑتال کر رہے تھے تو یہ چابیوں کے گچھے میں موجود تھی۔"

"کیسا گچھا؟"

"بیٹس کو چابیاں جمع کرنے کا خبط تھا۔ دُنیا میں کسی کے پاس چابیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں ہوگا۔"

"مجھے دکھاؤ۔"

وہ اُسے لائبریری میں لے آئی۔ وہاں شیشے کے دروازوں والی ایک الماری رکھی تھی جس میں مختلف قسم کی چابیاں موجود تھیں۔ "یہ تو یہاں موجود ہے۔" جینا کے لہجے میں حیرت تھی۔

ایرک نے اپنے ہاتھ والی چابی کا، الماری کی چابی سے موازنہ کیا۔ وہ دونوں بالکل ایک سی تھیں۔ الماری والی ہر چابی کے ساتھ ایک ٹیگ بھی لٹکا ہُوا تھا۔ اُس نے مماثل چابی کے ٹیگ کو پڑھا۔ "سوئٹ اے-اے، ہاروے ہوٹل، اوکلاہاما۔"

"اُسے یہ چابی کسی نے اوکلاہاما سے بھیجی تھی۔" جینا نے کہا۔

ایرک سوچنے لگا۔ اُس کے ہاتھ میں موجود چابی کون سی تھی، کس چیز کی تھی اور وہ اُس مُردہ شخص کے پاس کیوں تھی؟ دوسری طرف ابھی تک بظاہر امریکہ، ڈیوڈ کے منصُوبے سے غیر متعلق نظر آ رہا تھا... کیا تصویری معمّے کا ایک اور ٹکڑا اپنی جگہ پہنچ گیا تھا۔ شاید اب وہ صحیح سمت میں قدم اُٹھا رہا تھا۔ وہ فون کی طرف بڑھا اور اُس نے لوکل پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کیے۔ وہ جانتا تھا کہ وہاں میجر اُس کا منتظر ہوگا۔

"سب کچھ ٹھیک ہے، جناب؟" میجر کے لہجے میں تشویش تھی۔

"ٹھیک ہی سمجھ لو، اگرچہ میری توقع سے کم ہے۔" ایرک نے کہا۔ "تاہم مجھے کچھ معلومات حاصل ہُوئی ہیں۔ تم مجھے لینے کے لیے آجاؤ۔ جلدی کرو... ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"بہتر، جناب!" میجر نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

بٹلر، ایرک کے پیچھے پیچھے دروازے تک آیا۔ "آپ کے لیے ایک پیغام ہے، کرنل!" اُس نے کہا۔ "مسٹر ڈیوڈ نے کہا تھا کہ اگر آپ یہاں تک پہنچ جائیں تو آپ کو یہ پیغام دے دیا جائے... اُنھوں نے کہا تھا کہ اگر آپ اسی طرح اُن کے پیچھے لگے رہے تو ایک وقت آئے گا، جب آپ یہ سوچنے پر مجبُور ہو جائیں گے کہ کاش! کار والے غُنڈے ناکام نہ ہُوئے ہوتے۔"

"اور تمھارا کیا خیال ہے، ورنن؟" ایرک نے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہُوئے پُوچھا۔ "کیا یہ نصیحت واقعی کام کی ہے؟"

"میرا خیال ہے، جناب! آپ اپنے بھائی کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔" ورنن نے دھیرے سے کہا... اور ایرک کے عقب میں دروازہ بند کر دیا۔

اتوار... سات بجے، شام۔

ہر روز آٹھ سے دس ہزار کے درمیان مال بردار جہاز، زمین کے سینے پر پھیلے ہُوئے تیرہ کروڑ مربع میل نمکین پانی میں سفر کرتے ہیں۔ اکیس ہزار ٹن وزنی جہاز گریرو، جنوبی رُوٹ پر سفر کر رہا تھا۔ یہ جہاز کبھی نیویارک یا کسی بھی برطانوی، فرانسیسی یا جرمن بندرگاہ پر نہیں لگا تھا۔ درحقیقت، اُس کے رُکنے کے مقامات کسی بھی کاروباری ذہن کو اُلجھا سکتے تھے... وہ وینزویلا میں فیول لیتا دیکھا جاتا... پھر وہ چند سو ٹن مال لاد کر، پورٹ آف پرنس، ہوانا یا ویرا کروز کا رُخ کرتا۔ کاڈیز، اسپین یا مصر پہنچنے سے پہلے وہ دو ماہ کے لیے غائب ہو جاتا۔ حالانکہ اپنی منزل تک وہ اس سے بھی نصف وقت میں پہنچ سکتا تھا۔

اپنے ڈیزائن کے اعتبار سے گریرو کی عُمر پانچ سال سے زیادہ نہیں تھی لیکن ظاہری حُلیے سے ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی دن بھی کباڑیوں کے سپُرد کر دیا جائے گا۔

گریرو کے عملے کا طرزِ عمل بھی انتہائی تجسّس انگیز تھا۔ جب جہاز کسی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوتا تو گریرو کا عملہ مال چڑھانے اور اُتارنے کا کام، فوجیوں کی سی مستعدی کے ساتھ انجام دیتا لیکن عملے کا کوئی رُکن کبھی جہاز سے باہر نہیں دیکھا جاتا تھا۔ رات کو گریرو پر چھ مسلّح افراد پہرہ دیتے تھے، جن کے ہاتھ ہمیشہ ہولسٹروں پر رہتے تھے۔

جہاز کا ڈھانچہ، مٹسوبشی کمپنی نے بنایا تھا۔ اُسے زیورچ کے ایک بینک کے ذریعے نوّے لاکھ ڈالر کی ادائیگی کر دی گئی تھی۔ اسٹیل کا ڈھانچہ چارٹنگ لے کر گئے تھے، جنھیں شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چھ ماہ بعد گریرو مکمل جہاز کی صُورت میں ہانگ کانگ کی بندرگاہ پر لنگر انداز دیکھا گیا۔ وہاں اُس نے نہ سامان اُتارا تھا اور نہ ہی بار کیا تھا۔ وہاں سے وہ جُنوبی رُوٹ پر روانہ ہو گیا تھا۔ جہاز پر پناما کا جھنڈا لہراتا تھا لیکن وہ پناما نہیں جاتا تھا۔ گریرو اور پناما کے درمیان ہمیشہ پانچ سو میل کا فاصلہ رہا تھا۔ جہاز کا کپتان اوٹو، جرمن تھا۔ عملے میں مختلف قومیتوں کے افراد شامل تھے لیکن اُن میں سے کسی کا تعلق پناما سے نہیں تھا۔

گریرو، کھُلے سمندر میں مال بردار جہازوں کے مصروف راستوں سے ہٹتا تو اُس کے عرشے پر ایسے افراد دیکھے جاتے جن کی کسی مال بردار جہاز میں موجودگی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اُن میں بے حد حسین عورتیں بھی تھیں اور ایسے عُمر رسیدہ مرد بھی جن کے لہجے اُن کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کی گواہی دیتے تھے۔ اُن کا انداز، مال بردار جہاز کے سفر سے لُطف اُٹھانے والے تنوع پسند سیّاحوں سے بالکل مختلف ہوتا۔ وہ فلسفیوں اور مفکّروں کے سے چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صُورت میں بکھرے نظر آتے اور اُن کے چہروں سے علمیّت جھلکتی تھی۔

اوٹو، مسافروں میں کبھی گھُلتا ملتا نہیں تھا... اتوار کی شام ٹھیک سات بجے، سمندر میں گریرو کی پوزیشن بیس درجہ، دس دقیقہ، بارہ ثانیہ عرض البلد اور چالیس درجہ بتیس دقیقہ طول البلد تھی۔ وہ بحر الکاہل میں مغربی افریقہ اور کیریبین کے درمیان سفر کر رہا تھا۔ ہَوا، جنوب مغرب سے مغرب کی سمت بارہ ناٹ کی رفتار سے چل رہی تھی... موسم بہت اچھا تھا۔

نیم تاریک آپریشن رُوم میں اوٹو، ریڈار پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ اِردگِرد دُور دُور تک کوئی جہاز موجود نہیں تھا۔ یہ بھی بہت اچھا تھا۔ وہ گینگ وے سے اُتر کر نچلے عرشے کی طرف آیا، جہاں ایک خصوصی... پلیٹ فارم نصب تھا۔ پلیٹ فارم کے عقب میں کنٹرول رُوم تھا۔ فرسٹ میٹ، روشن ڈائل والے کنٹرول پینل پر جھُکا ہُوا تھا۔ اُس نے نظریں اُٹھا کر اپنے کپتان کو دیکھا اور پھر ڈائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جہاز کا عقبی نصف حصّہ پہلے ہی دھیرے دھیرے گرنے لگا تھا۔ ایک جانب سے جہاز کا اضافی ڈھانچہ نمُودار ہو رہا تھا۔ وہ منظر ایسا ہی تھا جیسے کوئی سیپ کھُل رہی ہو۔

کیپٹن اوٹو، میٹ کو کام کرتے دیکھتا رہا۔ میٹ نے ایک اور سُوئچ دبایا۔ جہاز کی روشنی کچھ کم ہو گئی۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ سینڈوچ کی شکل میں بنے ہُوئے پلیٹ فارم کی اُوپری سطح جہاز کے اضافی ڈھانچے کی طرف پھسلتی چلی گئی۔ پینل پر سبز رنگ کی روشنی جلنے بجھنے لگی... پھر ٹھہر گئی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ تمام ستُون اپنی اپنی گرفت مستحکم کر چکے ہیں۔ اب جہاز کا عرشہ پانچ سو ساٹھ فٹ تک پھیل گیا تھا... چار خلاصی انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے۔

کیپٹن مطمئن تھا۔ وہ کنٹرول رُوم سے نکلا اور عرشے کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے دُوربین آنکھوں سے لگا لی۔ شمال مغرب میں آسمان کا رنگ سیاہی مائل ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آدھ گھنٹے میں اندھیرا اتنا بڑھ جائے گا کہ طیّارے کی لینڈنگ دُشوار ہو جائے گی۔ وہ کنٹرول پلیٹ فارم کی طرف پلٹ آیا اور ریڈیو رُوم سے رابطے کے لیے انٹرکام کا سُوئچ دبا دیا۔

"میں نے اُن سے رابطہ قائم کیا تھا، کیپٹن!" ریڈیو رُوم سے کسی نے بتایا۔ "وہ چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہیں اور اب کسی بھی لمحے نظر آسکتے ہیں۔"

فرسٹ میٹ نے سرچ لائٹس آن کر دیں۔ کیپٹن اوٹو دوبارہ نکل آیا۔ دُور اُسے ایک سیاہ نقطہ سا دکھائی دے رہا تھا جو یقیناً طیّارہ تھا۔ کیپٹن نے پھر اپنی دُوربین سنبھالی۔ طیّارہ اُسے نظر آگیا لیکن جہاز کے اُتار چڑھاؤ نے اُسے زیادہ دیر نہ دیکھنے دیا۔

طیّارہ بہت تیزی سے جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ جہاز سے ٹکرا جائے گا۔ جہاز کے سامنے والے حصّے کے بے حد نزدیک پہنچ کر وہ اچانک اُوپر اُٹھ گیا۔ کیپٹن نے فرسٹ میٹ کو اشارہ کیا۔ گریرو کی رفتار اچانک بڑھی اور پورا جہاز مرتعش ہو کر رہ گیا۔ لینڈنگ والی پٹّی پر دو متوازی روشنیاں جگمگانے لگیں۔ طیّارہ آہستہ آہستہ گھُوما اور اُترنے کے لیے تیار ہو گیا۔

تیئیس ناٹ کی رفتار سے حرکت کرنے والی ڈیڑھ ایکڑ کی لینڈنگ پٹّی پر طیّارہ اُتارنا یقیناً کوئی مذاق نہیں تھا۔ خصُوصاً جبکہ روشنی ناکافی تھی۔ جہاز کی ایک جانب دو لانچیں تیار تھیں کہ طیّارہ، سمندر میں اُترنے کی صُورت میں ہنگامی امداد پہنچا سکیں۔ کیپٹن اوٹو نہ صرف مستعد تھا بلکہ آنے والے لمحوں کی سنسنی نے اُسے کسی سنگی مجسّمے کی طرح ساکت بھی کر دیا تھا۔ وہ طیّارے کو قریب آتے دیکھتا رہا۔ ٹھنڈی ہَوا کے تھپیڑے جسم کو سُن کیے دے رہے تھے۔

عرشے سے کوئی تین سو گز پیچھے طیّارے نے غوطہ لگایا اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا لیکن لمحہ بھر بعد وہ پھر ایسے عقاب کی طرح اُبھرا جو اپنے پنجے ٹکانے کے لیے زمین کا متلاشی ہو۔

ٹائر چیخے اور گریرو کا پورا ڈھانچہ لرز کر رہ گیا۔

کیپٹن اوٹو، سانس روکے، طیّارے کو عرشے کی پٹّی پر دوڑتے دیکھتا رہا... پھر وہ سیدھا ہُوا اور لینڈنگ کی پٹّی کی طرف اُترنے والی سیڑھی کی طرف لپکا۔ ڈیوڈ کانسٹنٹائن طیّارے سے باہر آچکا تھا۔ اُس کا چہرہ سپاٹ اور لباس بے شکن تھا۔ کیپٹن نے اُسے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔ جواباً ڈیوڈ نے محض سر کو ہلکی سی جنبش دی تھی۔

"ہم پروجیکشن رُوم میں کھانا کھائیں گے۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "ایک گھنٹے کے اندر اندر سب وہاں پہنچ جائیں۔" کیپٹن نے پھر اُسے سیلوٹ کیا تھا۔

☆☆☆

تاریک کمرے میں پروجیکٹر کی آواز گُونج رہی تھی۔ آٹھ افراد کی نِگاہیں اسکرین پر جمی ہُوئی تھیں جس پر رنگوں کے جھماکے سے ہو رہے تھے پھر اُس پر ایک منظر اُبھر آیا۔ وہ دیہاتی عربوں کا گروہ تھا... وہ چیخ رہے تھے، ہنس رہے تھے، گا رہے تھے اور اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ وہ سب وافرا ائرپورٹ پر، کویت کے شیخ کے استقبال

کی غرض سے آئے تھے۔

وافرا، سعودی عرب اور کویت کے درمیان حدِ فاضل کا کام دیتا تھا۔ وہ غیر جانب دار علاقہ تھا، جس کا نظم و نسق، دونوں ریاستیں مل کر چلاتی تھیں۔ شیخ سال میں ایک مرتبہ وہاں آتا تھا۔ شاید وہ دُنیا اور وافرا میں بسنے والے شہریوں کو یہ جتانا چاہتا تھا کہ اس علاقے کے لوگوں کے لیے جو کبھی کویت کے شہری تھے، اب اُس کی دلچسپی اور نظرِ کرم، اعزاز کا درجہ رکھتی ہے۔ لوگ اُس کے اس سالانہ دورے کو اب بھی بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس وقت شیخ کا ہیلی کاپٹر فضا میں تھوڑی سی بلندی پر چکرا رہا تھا۔ اور وافرا کے باسی اپنے اپنے انداز میں مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر زمین پر ٹِکا تو لوگ آگے بڑھ آئے۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کُھلا۔ چار مزید ہیلی کاپٹر، شیخ کے تین اطراف میں اُتر آئے تھے۔ عام لوگوں کے لیے رسّی باندھ کر حد بندی کر دی گئی تھی۔ لبعد میں اُترنے والے چار ہیلی کاپٹروں سے تیس باڈی گارڈ برآمد ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ وہ حد بندی کے ساتھ نیم دائرے کی صُورت میں پھیل گئے۔ مجمع آگے بڑھنے کی کوشش میں ان باڈی گارڈز پر بھی دباؤ ڈال رہا تھا... لیکن دروازہ کُھلتے ہی دباؤ ختم ہو گیا۔

شیخ غیر معمولی طور پر دراز قد تھا۔ اُس کی عُمر پچاس اور ساٹھ سال کے درمیان تھی۔ وہ عرب حُکمرانوں کا روایتی لباس زیب تن کیے ہوئے تھا۔ دروازے سے باہر قدم رکھتے ہی، وہ اپنے لوگوں کے سامنے کھڑا تھا۔ اُس کے چہرے پر وہی تاثر تھا جو کسی خود پسند شخص کا ہو سکتا ہے، لیکن لوگوں کے نعرہ ہائے تحسین سُن کر، اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ہیلی کاپٹر کی سیڑھیوں پر سُرخ قالین بچھا ہوا تھا۔ شیخ دونوں ہاتھ بلند کیے، ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے سیڑھیاں اُتر رہا تھا۔

وہ خاموش فلم تھی۔ اگر اُن آٹھوں کو فلم میں پیش آنے والے واقعات کا علم نہ ہوتا تو وہ چکرا جاتے... اگلے چند لمحے، اسکرین پر لوگوں کی پریشانی اور باڈی گارڈز کی بوکھلاہٹ کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس ایک لمحے میں اُنھوں نے شیخ کے لبادے پر ایک چھوٹا سا سُرخ دھبّہ پھیلتے دیکھا۔ دھبّے کا مقام شیخ کا دل تھا۔ وہ گولی کی قوّت سے پیچھے گرا۔ فوراً ہی اُسے ہیلی کاپٹر میں واپس کھینچ لیا گیا پھر دروازہ بند ہو گیا۔

ڈیوڈ نے اپنی کُرسی کے ہتّھے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

فلم پیچھے کو ہٹی۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کُھلا پھر جیسے جادو کے زور سے شیخ دروازے میں نمُودار ہوا، ہاتھ بلند کیے، ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے... ڈیوڈ نے بٹن پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ شیخ کا دل ایک بار پھر چھید گیا۔ وہ پیچھے کو گرا اور اُسے ہیلی کاپٹر میں کھینچ لیا گیا۔

پروجیکٹر خاموش ہُوا اور کمرے میں روشنی ہو گئی۔

"میں بہت ناخوش ہوں۔" ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔ "لیکن یہ خوش قسمتی ہے کہ شیخ صرف ایک گھنٹہ زندہ رہا... میرا خیال ہے، اس معاملے کو ٹھیک طرح سے ہینڈل نہیں کیا گیا۔" یہ کہتے ہُوئے اُس کی نظریں میز کے وسط میں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز رہی تھیں... اُس نے کسی کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"شیخ کا قتل ایک طویل سفر کے درمیان آنے والا محض ایک موڑ تھا۔ ایسے خطرناک سفر کے دوران ہم بے پروایانہ انداز میں اُٹھائے جانے والے ایک قدم کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ اگر شیخ بچ جاتا تو کئی ماہ کی منصوبہ بندی بیکار ہو کر رہ جاتی۔"

اس نے میز کے گرد بیٹھے ہُوئے افراد کا ایک ایک کر کے جائزہ لیا۔ چھ افراد نے اُس سے نظریں مِلائیں۔ ساتواں، مقتول شیخ کا بیٹا عُمر تھا۔ وہ ڈیوڈ سے نظریں چُرا رہا تھا۔ وہ کچھ عرصہ پہلے ترکی سے ہیروئن کی سپلائی کا ذمّے دار تھا۔ حال ہی میں اُسے مشرق قریب میں سیکورٹی کی ذمّے داری سونپی گئی تھی۔ قتل اُس کی لائن نہیں تھی لیکن ونسٹن، سائرس کے سلسلے میں مصروف تھا۔ چنانچہ عُمر نے شیخ کے سلسلے میں رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کر دی تھیں، اُس نے اصرار کیا تھا کہ وہ یہ کام خوش اسلوبی سے کر سکتا ہے۔ وہ طویل قامت اور جان دار آدمی تھا اور ذہانت کی بجائے اپنی طاقت پر انحصار کرتا تھا۔

کمرے میں موجود دیگر افراد جانتے تھے کہ عُمر سے کیا غلطی سرزد ہُوئی ہے۔ اُنھوں نے ونسنٹ کو اس سلسلے میں بہت سے لاعلم پیشہ ور قاتلوں کو لیکچر دیتے سُنا تھا۔ وہ اُنھیں بتاتا تھا کہ ایک مکمّل قتل کیسے کیا جاتا ہے۔

ونسنٹ، ڈیوڈ کے بائیں جانب بیٹھا تھا۔ ڈیوڈ کے سر کا اشارہ پا کر، اُس نے اپنی سرد سیاہ نظریں عُمر کے چہرے پر جما دیں۔

"کسی بھی شخص کو قتل کرنے کے لیے اُسے تین بار مارنے کی منصوبہ بندی کرنا چاہیے۔ تم نے اپنے شکار کو صرف ایک مرتبہ مارا۔ اگر وہ بچ جاتا تو تم اُسے دوبارہ ختم نہیں کر سکتے تھے۔"

عُمر خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

"تم نے صرف ایک گولی چلائی۔" ڈیوڈ پھنکارا۔ "تمھارے پاس دوسرے یا تیسرے فائر کا موقع نہیں تھا۔ تمھاری غلطی یہ ہے کہ جب تم نے گولی چلائی، شیخ اپنے ہیلی کاپٹر سے یعنی گوشۂ حفاظت سے بہت نزدیک تھا۔ تمھیں انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اس صُورت میں پہلی ناکامی کے بعد بھی وہ ہیلی کاپٹر تک نہ پہنچ پاتا اور تمھیں فائر کرنے کے مزید مواقع حاصل رہتے۔ تمھارا اپنے نشانے پر اس قدر انحصار، ایک بچکانہ کمزوری ہے۔ ہم ایسی کمزوریوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔"

اُس نے نظریں اُٹھا کر عُمر کی طرف دیکھا جس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ عُمر نظریں چُرا کر، اپنے ہاتھوں کو تکنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ گریرو سے زندہ واپس نہیں جا سکے گا۔

روشنیاں پھر دُھندلا گئیں۔ پروجیکٹر کی آواز سُنائی دی... اور اسکرین روشن ہو گیا۔ پہلے کی طرح پھر کچھ دیر، اسکرین پر رنگین لہریے رقص کرتے رہے پھر تصویر آ گئی۔ یہ پانی کے اندر کے شاٹ تھے... پانی پر دھوپ چمک رہی تھی۔ پانی کے نیچے ہر طرف روشن سبز رنگ نظر آ رہا تھا۔ پانی کی سطح پر کسی شخص کی توند نظر آ رہی تھی۔ وہ اچھا تیراک نہیں تھا، اُلٹے سیدھے ہاتھ پاؤں چلاتا اور پھر آرام کرتا۔ اُس کی بائیں جانب تیس فٹ دُور، ایک بڑی کشتی لنگر انداز تھی۔

اچانک کشتی کے نیچے سے غوطہ خوری کے مکمّل آلات سے لیس، ایک غوطہ خور برآمد ہُوا۔ وہ پانی کے اندر ہی دھیرے دھیرے بڑھتا رہا۔ وہ چٹانوں اور آبی جھاڑیوں کی آڑ لیتا، تیراک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تیراک کشتی کی طرف پلٹا ہی تھا کہ غوطہ خور بہت تیزی سے اُوپر کی سمت اُٹھا۔ اُس کے ہاتھ میں نو انچ لمبا ایک چاقو تھا۔ بائیں ہاتھ میں کوئی سیاہ چیز تھی جو کسی اینٹ سے مشابہ تھی... پھر چاقو والا ہاتھ قوسی شکل میں گھُوما اور تیراک کے پیٹ پر چودہ انچ طویل، سُرخ لکیر سی کھنچ گئی۔

غوطہ خور بہت تیزی سے مصروف ہو گیا۔ اُس نے سیاہ بھاری اینٹ نُما وہ شے تیراک کی پنڈلی سے باندھ دی... پھر وہ دوبارہ کشتی کی طرف بڑھ گیا۔ تیراک دھیرے دھیرے پانی کی گہرائی میں بیٹھتا چلا گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ اپنے خُون میں نہا کر رہ گیا۔

کیمرے نے تیراک کو وہیں چھوڑ کر، پانی کی سطح کے نیچے، دو متحرک ہیولوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ دو خُونخوار شارک مچھلیاں تھیں۔ اچانک وہ بہت تیزی سے تیراک کی جانب جھپٹیں... وہ گزرتے وقت کیمرے سے زیادہ سے زیادہ بیس فٹ دُور رہی ہوں گی۔ وہ دونوں بیک وقت حملہ آور ہُوئی تھیں۔ پہلی شارک، تیراک کی ران سے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اُڑا لے گئی۔ دوسری نے کندھے کو نشانہ بنایا۔ وہ آگے بڑھ گئیں لیکن فوری طور پر قوسی شکل میں پلٹیں... اچانک اسکرین پر سُرخ رنگ کے سوا کچھ بھی نہ رہا۔

ڈیوڈ نے پروجیکٹر کو روک دیا۔

"تین مرتبہ..." ونسنٹ کا لہجہ زہر میں بُجھا ہُوا تھا۔ اُس نے عُمر کی آنکھوں کے سامنے اپنے دائیں ہاتھ کی تین اُنگلیاں لہرائیں... "پیٹ پر چاقو کا وار، پنڈلی سے باندھا جانے والا سیسے کا وزن... اور دو بھُوکی خُونخوار شارک مچھلیاں۔"

ڈیوڈ نے اپنے دائیں جانب بیٹھے ہُوئے شخص کو دیکھا... اور دھیرے سے سر ہلا دیا۔ وہ پچاس سال کے لگ بھگ ایک توانا شخص تھا۔ اُس کی آنکھوں میں موجود بچّوں کی سی معصومیت، اُس کی سفّاکی کے مظہر ہونٹوں اور موسم زدہ چہرے سے متصادم تھیں۔ برٹن نے دوسری جنگِ عظیم کے دوران، ناٹو کے بے شمار راز، رُوسیوں اور جرمنوں کے ہاتھ فروخت کیے تھے۔ وہ کسی زمانے میں سوئیڈش سیکرٹ سروس سے وابستہ رہ چکا تھا۔ اُس کے بعد اُس نے منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں ڈیوڈ کی مدد کی تھی۔ یہاں تک کہ ڈیوڈ کو، ناٹو تنظیم کے دفاعی سسٹم سے گہری واقفیت رکھنے کی وجہ سے، اُس کی ضرورت پڑ گئی۔ اب وہ جولائی سے گریرو ہی پر مقیم تھا۔

"ہمارے سامنے تین راستے ہیں۔" اُس نے میز پر نقشہ پھیلانے کے بعد اُس پر اُنگلیاں لہراتے ہُوئے کہا۔ "تیس فیدم کی زیادہ سے زیادہ گہرائی کو مدِنظر رکھتے ہُوئے ہم، جزائر ورڈیس کو استعمال کر سکتے ہیں... یا پھر افریقہ کا یہ مقام جو دریائے نائیجر کے قریب واقع ہے۔ تیسرا مقام بیچ سمندر میں سینٹ پیٹر اور پال کی چٹانیں ہیں۔"

ڈیوڈ نے کیپٹن اوٹو کی طرف دیکھا۔ "تم ان مقامات کا جائزہ لے چکے ہو؟" اُس نے اوٹو سے پُوچھا۔

"جی ہاں، ہم اس سلسلے میں تحقیق کر چکے ہیں۔"

"کون سا مقام مناسب ترین ہے؟"

"چٹانیں... وہاں پانی بہت اتھلا ہے لیکن بہت گہرا سمندری علاقہ بھی قریب ہی ہے۔ ہم وہاں سے سونا نکال کر، جہاز پر بار کر سکتے ہیں پھر چوبیس گھنٹے کے اندر اندر جہاز کو تین ہزار فیدم گہرے پانی میں غرق کیا جا سکتا ہے۔"

"یہ گہرائی کافی ہے؟" ڈیوڈ نے پُوچھا۔

اب ڈیوڈ کے عین مقابل بیٹھا ہُوا داڑھی والا ڈاکٹر وکٹر سب کی نگاہوں کا مرکز تھا۔ وہ سفید بالوں والا دُبلا پتلا شخص تھا۔ عینک اُس کی ناک پر دھری تھی اور اعصاب زدہ اُنگلیاں بال پین سے کھیل رہی تھیں۔ ایک زمانے میں وہ جہازوں کا عظیم ڈیزائنر تھا، جو اپنی مے نوشی پر قابو نہیں پا سکا تھا... ایسے میں ڈیوڈ نے اُسے سہارا دیا تھا۔

ڈاکٹر سر اُٹھا کر چند لمحے سوچتا رہا پھر اُس نے کندھے جھٹک دیے۔ "بہت کافی ہے۔ دو ہزار فیدم بھی بہت ہے۔"

"ٹھیک ہے... تو سینٹ پیٹر اور پال کی چٹانیں منظور کی گئیں۔ اس سلسلے میں کسی کو کچھ پُوچھنا ہے؟"

کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔

"تم میں سے ہر شخص اپنے طور پر اپنا کام کرتا رہا ہے۔" ڈیوڈ نے میز پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "ہر ایک کے کام کے متعلق باقی لوگ کچھ نہیں جانتے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی سرگرمیوں کی نوعیت جان لیں۔" اُس نے توقف کیا اور سب کو باری باری دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ منصوبے کے متعلق سب کو باخبر کر کے، وہ منصوبے کو، خود کو اور منصوبے کے سامعین کو ناقابلِ بیان خطرات سے دوچار کر دے گا۔

"گزشتہ چھ ماہ میں ہم ایک خاص چیز امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس، جاپان اور مغربی جرمنی کی حکومتوں کو فروخت کرنے کے سلسلے میں تیاری کرتے رہے ہیں۔ دُنیا کی آدھی سے زیادہ دولت، ان چھ ممالک میں بٹی ہوئی ہے۔ اسی لیے ہم نے اپنے معزز مؤکلوں کی حیثیت سے ان ممالک کا انتخاب کیا ہے۔

"ہم جو کچھ بیچنا چاہتے ہیں، اُس کا تعلق تیل سے ہے۔ اس وقت دُنیا میں موجود تیل کے ذخیرے کا بیشتر حصّہ ہماری دسترس میں ہے۔ اس کے علاوہ تیل کے کنوؤں کی دریافت اور تیل کی صفائی سے متعلق بیشتر جدید آلات ہمارے قبضے میں ہیں... پھر ہمارے پاس آئل ٹینکرز کا اتنا بڑا بیڑا موجود ہے جو دُنیا میں کسی کو میسّر نہیں... یہ سب کچھ ہمارے لیے..." وہ مُسکرایا۔ "خوش قسمتی کی روشن ترین علامتیں ہیں۔ ہم ان سے بہت اچھا اور منفعت بخش کاروبار کر سکتے ہیں۔ تاہم ان اثاثوں پر ہمارا کنٹرول کمزور کہا جا سکتا ہے... جیسے جیسے وقت گزرے گا، یہ کنٹرول کمزور ہوتا جائے گا۔ یہ کنٹرول ہم نے جن ذرائع سے حاصل کیا ہے، وہ بیرونی دُنیا کے نزدیک قابلِ اعتراض ہوں گے۔ جلد ہی وہ قانونی اعتبار سے ہمارے اس کنٹرول کو ختم کرنے کے لیے قدم اُٹھائیں گے... لہٰذا ہماری قوّت محدود وقت کے لیے ہے۔

"آغازِ عمل ایک الٹی میٹم سے ہوگا جو اُن چھ ممالک کو دیا جائے گا کیونکہ دُنیا میں موجود تیل کے ذخائر کا بیشتر حصّہ ہماری ملکیت ہے، لہٰذا یہ فیصلہ کرنے کا حق بھی ہم ہی کو ہوگا کہ ہم وہ تیل فروخت کریں یا نہ کریں پھر یہ استحقاق اپنی جگہ کہ ہم چاہیں تو اس ذخیرے کو تلف کر دیں۔ تاہم ہم پہلے سپلائی روکنے کا فیصلہ کریں گے۔ بعض حالتوں میں ہم اسے جزوی طور پر تلف بھی کر دیں گے۔ اگر وہ چھ حکومتیں تیل پر ہمارا یہ کنٹرول پسند نہ کریں تو اُن کے لیے ایک موقع ہوگا کہ وہ اسے ہم سے خرید لیں۔"

ڈیوڈ نے رُک کر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے آٹھوں افراد کو باری باری دیکھا... پھر بولا۔

"قیمت ہوگی دس ارب ڈالر، سونے کی شکل میں۔ ہمارا قبضہ جاری رہنے کے نتائج کے مقابلے میں یہ قیمت بہت مناسب ہے، وہ اُسے ادا کرتے ہوئے بالکل نہیں ہچکچائیں گے۔ تیل کے بغیر پوری دُنیا جس سنگین بحران میں مُبتلا ہو سکتی ہے، وہ اس سے خُوب واقف ہیں... اس بحران کو میں معاشی دہشت گردی کا نام دوں گا۔"

ڈیوڈ پھر خاموش ہو گیا اور میز کی سطح پر نظریں جما کر کچھ سوچنے لگا۔ الٹی میٹم کا دوسرا حصّہ بھی تھا لیکن ان لوگوں کو اس سے آگاہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ سونے کے علاوہ ایک مُطالبہ اور رکھتا تھا... میزائل کے ماہر دو سائنس دانوں کی چین کو فراہمی... یہ شرط ایسی تھی کہ جس پر مغربی دُنیا جز بز ہوتی لیکن چینیوں کا ردِّعمل شکر گزاری کا ہوتا۔ ڈیوڈ کانسٹنٹائن کے لیے وہ شکر گزاری، کھربوں ڈالر کے سونے سے زیادہ قیمتی تھی۔ وہ دل ہی دل میں مُسکرایا پھر اُس نے میز کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کو مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھا۔

"اگر تم لوگ تیل پر اس کنٹرول کے معاشی اور سیاسی عواقب کے بارے میں سوال کرنا چاہو تو پروفیسر فورڈ سے کرو، جنھوں نے اس جزئیات پر کام کیا ہے۔" اُس نے کہا۔ "اب ہمارے پروگرام کا دوسرا حصّہ زیرِ بحث آئے گا۔ سونے کی وصولی اور اُس پر اپنا قبضہ برقرار رکھنا۔ دس ارب ڈالر کا سونا مذاق نہیں۔ وہ وزن اور حجم، دونوں اعتبار سے بہت زیادہ ہوگا۔ یُوں سمجھ لو کہ اتنا سونا، پندرہ فٹ لمبے، پندرہ فٹ چوڑے اور پندرہ فٹ اُونچے کمرے کو پوری طرح بھر سکتا ہے۔ لہٰذا اُس کی منتقلی اور اُس کے بعد کے مسائل خاصے گمبھیر ہیں۔

"چھ حکُومتوں سے کہا جائے گا کہ وہ دس ارب ڈالر کے سونے کا بندوبست کر کے، اُسے ہوائی جہازوں میں لاد دیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس سلسلے میں امریکی ہوائی جہاز استعمال کیے جائیں گے۔ ممکنہ طور پر بی۔ ۵۲ بمبار جہاز۔"

ڈیوڈ، برٹن کی طرف متوجّہ ہو گیا جس نے ایک فولڈر کھول کر ٹائپ شدہ کاغذات کا ایک پلندہ باہر نکال لیا تھا۔ ان کاغذات پر نظر ڈالتے ہوئے اُس نے دھیرے دھیرے کہنا شروع کیا۔

"ہم اُنھیں سونے کی پیکنگ کے متعلق ہدایات دیں گے... یہ ہدایت بھی دی جائے گی کہ سونا کس طرح پیراشوٹ کی مدد سے گرایا جائے۔" اُس نے کچھ کاغذات کو بغور دیکھا اور لمحہ بھر کے توقف کے بعد پھر بولا۔ "آئندہ ہفتے پیر کے دن مختلف ممالک سے طیارے اُڑیں گے۔ اُن کی منزل، شمالی اوقیانوس کا ایک مقام ہوگا۔ وہاں سے اُنھیں جنوب کی سمت رُخ کرنے کی ہدایت دی جائے گی۔ بالآخر اُنھیں بیونس آئرس پہنچنے

کے لیے کہا جائے گا۔ اُن کا راستہ بے حد اُلجھا ہوا ہوگا۔ افریقہ کے بیرونی علاقے سے جنوبی امریکہ کا شمالی علاقہ اُن کے راستے میں آئے گا گویا اُن کا سفر دس ہزار میل پر محیط ہوگا۔ اس فاصلے کے لیے اُنھیں کم از کم سترہ گھنٹے سفر کرنا ہوگا۔ انھیں ہدایات ریڈیو کے ذریعے دی جائیں گی۔ پرواز کا ایک مرحلہ مکمل کرنے کے بعد ہی اُنھیں دوسرے مرحلے کے متعلق ہدایات دی جائیں گی... آخری لمحے تک اُنھیں اپنی منزل کا علم نہیں ہو سکے گا۔ یہ احتیاط اس لیے کی جا رہی ہے کہ اُنھیں اس علاقے میں فوجی یونٹ یا جہاز روانہ کرنے کا خیال محض آ کر رہ جائے۔

"اس سفر کے دوران طیارے ہمارے ہدف پر سے گزریں گے جو پہلے ہی طے کیا جا چکا ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد اُنھیں کہا جائے گا کہ وہ ایک دوسرے سے بے حد قریب ہو جائیں اور ایک ہزار فٹ کی بلندی سے مال نیچے گرا دیں۔ نیچے گریرو موجود ہوگا۔"

برٹن نے فائل بند کر دی۔ اب کیپٹن اوٹو کو سونے کی وصولیابی کی مزید تفصیلات بتانا تھیں۔

"اُس وقت ہم پوری رفتار سے اس مقام کی طرف بڑھ رہے ہوں گے، جہاں سونا گرایا جائے گا۔" کیپٹن نے کہا۔ "ہم سطحِ آب کے نیچے اپنا زیریں پلیٹ فارم گرا دیں گے... پھر ہمارے غوطہ خور مصروفِ عمل ہو جائیں گے۔ جو کریٹ ثابت و سالم ہوں گے، اُنھیں کارگو ہُک کے ذریعے بہ آسانی لایا جا سکے گا۔ ٹوٹے ہوئے کریٹوں سے سونا نکال کر، زیریں پلیٹ فارم پر بار کر دیا جائے گا۔ بیس لاکھ پونڈ سونا چار گھنٹے میں بار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ہم تیزی سے شمال کی طرف بڑھیں گے۔ کیپ وارڈ کے مقام پر ہم، گریرو کو تین ہزار فیدم گہرے پانی میں ڈبو دیں گے۔" کیپٹن نے اپنی نوٹ بُک بند کی اور کُرسی سے پُشت ٹکا دی۔

باقی لوگ متجسّس نگاہوں سے کبھی اُسے اور کبھی ڈیوڈ کو دیکھے جا رہے تھے۔ ڈیوڈ نے اُن کی نگاہوں کو نظر انداز کر دیا اور ڈاکٹر وکٹر سے مخاطب ہُوا۔ "ڈاکٹر وکٹر!"

ڈاکٹر کے پاس نوٹس نہیں تھے۔ وہ اب بھی اپنی مضطرب اُنگلیوں سے بال پین نچائے جا رہا تھا۔

"جہاز کی غرقابی بظاہر حادثہ ہوگی۔" اُس نے کہا۔ "کم از کم جہاز کا عملہ یقین سے یہ بات کہہ سکے گا۔ حادثہ، انجن روم میں ایک ناقابلِ فہم دھماکا ہوگا۔ عملہ فوراً جہاز چھوڑ دے گا۔ وہ موٹر کروزر استعمال کریں گے۔ اُنھیں ضرورت کی ہر چیز مہیّا کی جائے گی۔ اس کمرے میں موجود آٹھوں افراد..." وہ عمر کی طرف دیکھتے ہوئے ہچکچایا لیکن اُس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "ہم اور پائلٹ جہاز سے طیّارے میں منتقل ہو جائیں گے۔ ہماری روانگی کے بعد، مزید تین دھماکے ہوں گے۔ پہلے جہاز کا عقبی حصّہ غرق ہوگا۔

"اس طرح اگر سونا ادا کرنے والے ممالک نے سونے کے ساتھ کچھ آلاتِ جاسُوسی بھی فراہم کیے ہوں گے تو وہ دھماکوں کی وجہ سے بیکار ہو جائیں گے لیکن اُن ہی کی مدد سے اُنھیں جہاز کی غرقابی اور مقامِ حادثہ کے متعلق پتا چل جائے گا۔" وہ مُسکرایا۔ "اُنھیں یقین ہو جائے گا کہ اُن کا سونا، تین ہزار فیدم گہرائی میں استراحت فرما رہا ہے اور وہ اُسے نکال نہیں سکتے۔ اس سے پہلے امریکی اتنی گہرائی سے اپنی ایٹمی آبدوز نکالنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ یقیناً سونے کے لیے بھی یہی سوچیں گے۔" ڈاکٹر نے توقف کیا اور ڈیوڈ کی طرف دیکھا۔ ڈیوڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ یہ ڈاکٹر کو بیان جاری رکھنے کی اجازت تھی۔

"ہم وہ سونا نکال لیں گے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "ہم چھ ماہ یا ایک سال بعد ایک چھوٹا فریٹر لے کر آئیں گے اور گریرو کا سامنے والا حصّہ واپس لے جائیں گے۔ سونا اسی حصّے میں موجود ہوگا۔" وہ فخریہ انداز میں مُسکرایا۔ جہاز کی ڈیزائننگ میں اُس نے جس ذہانت کا مظاہرہ کیا تھا، وہ اب کام میں آنے والی تھی۔

"یہ ایک بے حد غیر معمولی جہاز ہے۔" اُس نے کہا۔ "پلیٹ فارم سے آگے کا تمام حصّہ ایک طرح کا واٹر پروف کمپارٹمنٹ ہے اور باقی جہاز سے بہ آسانی الگ کیا جا سکتا ہے۔ باقی جہاز سے اس کمپارٹمنٹ کا رابطہ محض چھ شہتیروں کا مرہونِ منت ہے۔ دُنیا یہی سمجھتی رہے گی کہ بدنصیب گریرو کو حادثہ پیش آگیا تھا اور اب سونے کے مقدّر میں یہی ہے کہ وہ انسانوں کی دسترس سے دُور اتنے گہرے پانی میں تہ نشین رہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہوگی۔"

وہاں بیٹھے تمام افراد کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ لرزنے لگی۔

"تاہم سونا حاصل کرنے کے لیے واپس آنے کے سلسلے میں ہمیں بے انتہا تحمّل کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "اس بات کے انتظامات کر لیے گئے ہیں کہ ہم عام لوگوں کی نظروں سے دُور رہ سکیں۔ چینی حکومت نے ازراہِ مہربانی، ہانگ کانگ کے شہر کے نزدیک ایک بنگلہ استعمال کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ انتظام آپ سب کے لیے اطمینان بخش ہوگا۔ وہاں قیام کے دوران، آپ کی تمام ضروریات کا خیال رکھا جاتا رہے گا۔

"گریرو سے نکل کر ہم بذریعہ طیّارہ گمبیا کی طرف جائیں گے، جہاں متبادل جہاز موجود ہوگا۔ وہاں ہم دو گروپس میں تقسیم ہو جائیں گے۔ آپ کو علیحدہ علیحدہ مکمل ہدایات دی جائیں گی کہ آپ کو کہاں جانا ہے اور کس سے رابطہ قائم کرنا ہے۔ تیس دن کے اندر اندر ہم سب ہانگ کانگ میں ہوں گے۔ کسی کو کوئی سوال کرنا ہے؟"

ڈیوڈ کا لہجہ، سوالات کی حوصلہ افزائی کرنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا کسی نے کوئی سوال نہیں کیا۔

"بہت اچھے۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "کافی وقت ہو چکا ہے۔ ہم لوگ کل دوبارہ ملیں گے۔"

●

جہاز بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ ڈیوڈ کا جی چاہا کہ سیدھا اسٹیسی کے پاس چلا جائے۔ وہ عرشے پر چڑھ گیا اور آسمان کو دیکھتا رہا، جس پر کوئی بادل نہیں تھا... پھر وہ آگے بڑھ گیا۔

اسٹیسی کو پیر، اگلے روز جہاز چھوڑنے والی تھی۔ ڈیوڈ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ اُس کے ساتھ جائے یا نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی اسٹیسی سے قربت، اُس کے لیے خطرناک ہے۔ اسٹیسی کے پاس خصوصی ہدایات تھیں اور وہ اپنا فرض انتہائی نزاکت اور سُبک رفتاری سے انجام دینے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے ڈیوڈ اگر خود کو اسٹیسی کے ساتھ جذباتی طور پر ملوّث کر لیتا تو یہ بد ترین لغزش ہوتی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ اب کبھی اُس سے نہیں ملے گا۔

جہاز کے وسط میں اُس نے دو زینے پھلانگے اور ٹریننگ ایریا میں آگیا۔ اُس کے حکم پر ڈاکٹر پراتھر کے سوئٹ کا مقفّل دروازہ کھولا گیا۔ ڈاکٹر صوفے پر لیٹا کوئی طبّی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اُس نے ڈیوڈ کے اندر داخل ہونے کو کوئی اہمیّت نہیں دی۔ وہ ایک صحت مند اور توانا شخص تھا۔

ڈیوڈ، ڈاکٹر پراتھر کی بد قسمتی کے متعلق سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ ڈاکٹر پراتھر سوئٹزرلینڈ میں اپنی لیبارٹری سے دُور کر دیا گیا تھا۔ دُور ہونے سے پہلے ڈاکٹر ایک ایسے تحقیقی کام میں مصروف تھا جو طبّ کی دُنیا میں انقلاب لا سکتا تھا۔ اس تحقیق کا تعلق، انسانی دماغ کی کارکردگی سے تھا۔

ڈیوڈ نے سوئٹ کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا۔ چھوٹا سا کچن، باتھ رُوم اور ایک بیڈ، ڈرائنگ رُوم۔ اس وقت وہ دونوں، موخرالذکر کمرے میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔ "مجھے اُمید ہے کہ تمھیں رہائشی انتظامات پسند آئے ہوں گے۔" ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر پراتھر نے کتاب ایک طرف رکھ دی۔ "تم جانتے ہو، یہ اغوا کی واردات ہے۔" اُس نے کہا۔ "اور اس کی سزا عُمر قید تک ہو سکتی ہے۔"

"تو مجھے کیا... ؟" ڈیوڈ مُسکرایا۔

پراتھر آگے بڑھ کر چھوٹے سے پورٹ ہول سے باہر دیکھنے لگا۔

"تو تمھیں کس چیز کی پروا ہے؟ کیا یہ رقابت کا معاملہ ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو، میں نے تمھارے بھائی کو کوئی ایسی دوا دی ہے، جس سے تم محروم رہے ہو؟"

"میرا کوئی بھائی نہیں ہے، ڈاکٹر!" ڈیوڈ نے سخت لہجے میں کہا۔ "البتہ سوتیلا بھائی ضرور ہے اور اس کا اندازہ تمھیں میرا چہرہ دیکھ کر ہو گیا ہوگا۔"

پراتھر خاموش رہا۔

"ہمارے موروثی مرض کے سلسلے میں تم جو کام کرتے رہے ہو، میں اس کے بارے میں خوب جانتا ہُوں۔ میں جانتا ہُوں کہ نہ تم اس مسئلے کا حل تلاش کر سکے ہو اور نہ ہی تم نے اس مرض کے سلسلے میں مجھ سے کچھ چھپایا ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"بہت سی باتیں ہیں۔ مثلاً مسکّن دواؤں کے سلسلے میں تمھاری تحقیق... میں بڑے عرصے سے نارکوٹک تھراپی کے میدان میں تمھارے کام کا مدّاح ہُوں۔ تمھاری تیار کردہ دوائیں، ذہن کو... کیا کہنا چاہیے؟... غیر جانب دار بنانے کے سلسلے میں بہت مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔ خاص طور پر، اُن کے استعمال کے بعد ذہنی خود سُپردگی..."

"تو پھر... ؟"

"میں تمھاری دواؤں کے استعمال کے بارے میں غور کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں سمجھتا ہُوں، وہ بہت قیمتی ہیں۔"

"کس کے لیے؟"

"اُس شخص کے لیے جو اُن کا مصرف تلاش کر سکے۔"

پراتھر نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ ذہن سے اس خوفناک امکان کو جھٹکنے کی کوشش کر رہا تھا، جو اُن دواؤں کے سلسلے میں اُسے اکثر ڈستا تھا۔ "میں یہاں کیوں ہُوں؟" اُس نے پوچھا۔ "میں اپنے بیوی، بچّوں کے پاس کب پہنچوں گا؟"

سوئٹزرلینڈ کی لیبارٹری سے پراتھر کی دواؤں کا ذخیرہ چوری کرنے کے بعد، ڈیوڈ کے اسٹاف نے اُن دواؤں کا تجزیہ کرنے کی سر توڑ کوشش کی تھی۔ اس کے علاوہ اُن دواؤں کے ذخیرے میں اضافہ بھی نہ کر سکے تھے۔ ڈیوڈ نے فارمولا حاصل کرنے کی غرض سے پراتھر کو اغوا کرا لیا تھا۔ تاہم پراتھر سے فارمولا اُگلوانا، اُس کے خیال میں ایک نازک کام تھا۔

ڈیوڈ نے کافی ٹیبل پر رکھی ہُوئی کتاب پر نظر ڈالی۔ "... بیوی، بچّوں کے نزدیک تم مر چکے ہو۔" اُس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "تم نے ساؤپاؤلو میں جو طیّارہ چارٹر کیا تھا، وہ برازیل میں حادثے کا شکار ہو گیا اور تم ہلاک ہو گئے تھے۔ تمھاری جھلسی ہُوئی لاش ناقابلِ شناخت ہو گئی تھی، تم دانت کی فلنگ کی مدد سے شناخت کیے گئے تھے... ہفتے قبل تمھاری تدفین بھی عمل میں آچکی ہے۔"

پراتھر دھیرے دھیرے صوفے کی طرف بڑھا۔ صوفے پر بیٹھنے کے بعد اُس نے ڈیوڈ کے چہرے کی طرف دیکھا۔ "یہ احمقانہ کہانی ہے۔ میں کبھی ساؤپاؤلو نہیں گیا۔ میں کنونشن میں شرکت کے لیے بہاماز گیا تھا پھر تین دن کے لیے ریوڈی جینرو گیا تھا۔ وہاں سے میں گھر کے لیے روانہ ہُوا تھا۔ میری بیوی میرے پروگرام سے آگاہ تھی۔"

ڈیوڈ نے بے چینی سے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن تم نے... ریوڈی جینرو سے خط میں لکھا تھا کہ..." پراتھر نے کچھ کہنا چاہا لیکن ڈیوڈ نے ہاتھ اُٹھا کر، اُسے خاموش کرا دیا۔ "یہ خدمت تمھاری طرف سے ہم نے انجام دی تھی، ڈاکٹر! ہم نے ٹیکسی میں تمھیں کلوروفارم سُنگھایا اور یہاں گریروپر لے آئے۔ یہ کوئی خاص بات نہیں۔ تمھاری بیوی کو یقین ہے کہ تم مر چکے ہو۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہُوں کہ پولیس، انٹرپول یا سائنسی محققین کے ادارے، کسی کو بھی تمھاری موت میں ذرّہ برابر شک نہیں۔"

"تم ذلیل..."

ڈیوڈ نے بڑی ادا سے اُس کے سامنے سر خم کیا۔ "آپ کی گالی میرے لیے اعزاز ہے۔ خیر، اب ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے کہ آپ یہاں کیوں لائے گئے ہیں... آپ کو یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ ہم نے آپ کی دریافت کردہ بعض دواؤں پر تجربات کیے ہیں۔ وہ تجربات، آپ کے تجربات جیسے ہی ہیں۔ بس، ایک نمایاں فرق ہے۔ آپ بندروں پر تجربے کرتے تھے اور ہم نے اس سلسلے میں انسانوں کو استعمال کیا ہے۔"

ڈاکٹر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"آپ کو پسند نہیں آئی، یہ بات؟ ویسے ایک سائنس دان میں اتنی جذباتیت اچھی نہیں ہوتی۔"

"یہ جذباتیت نہیں، قتل کے خلاف ردِّ عمل ہے۔"

"اوہ... تو آپ قتل کے خلاف ہیں۔ گویا آپ ایسے خُدا کے قائل ہیں جو آپ کو بندوں کے قتل کی اجازت دیتا ہے۔" ڈیوڈ کی آواز کچھ بلند ہو گئی۔

پراتھر نے ایک طویل سانس لی اور میز پر نظریں جما دیں۔ "مجھے اس گفتگو میں دیوانگی جھلکتی محسوس ہو رہی ہے۔" اُس نے کہا۔ "میں تمھارے تجربات کے بارے میں کچھ جاننا نہیں چاہتا۔ تم اخلاقی اعتبار سے گرے ہُوئے لیکن نفسیاتی اعتبار سے ایک پیچیدہ آدمی ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم میری دواؤں کو انسانوں پر استعمال کر کے کیا حاصل کر سکتے ہو۔"

"کچھ بھی نہیں۔" ڈیوڈ نے بڑی دلچسپی سے ڈاکٹر کو دیکھا۔ "بہرحال، تم نے بھی سوچا تو ہوگا کہ وہ تجربات اگر تم نے انسانوں پر کیے ہوتے تو کیا نتیجہ نکلتا۔ کسی انسان کے تحت الشعور سے رابطہ کیسا دلچسپ ثابت ہو۔"

پراتھر خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ ڈیوڈ نے اُس کے ذہن میں پیشہ ورانہ تجسّس جگا دیا تھا۔

"تم ان دواؤں کے استعمال کے سلسلے میں بے حد محتاط تھے۔" ڈیوڈ نے اپنی بات جاری رکھی۔ "لیکن بارہا تم نے دوا کی مقدار میں اضافہ کرنے کے متعلق سوچا ہوگا، کیوں؟"

"لیکن ایسا کر کے تم، قوّتِ فکر کو تباہ کر دوگے۔" پراتھر نے کہا۔ "مریض اور ترکاری میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔"

ڈیوڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "درست ہے لیکن ہم نے تمھارے تجربات کو آگے بڑھایا ہے، ڈاکٹر! تم ہمارے پروگرام میں یقیناً دلچسپی لو گے۔ میرے پیچھے آؤ۔ میں تمھیں چند دلچسپ... اور جیتی جاگتی حقیقتیں دکھاؤں۔"

ڈیوڈ کے دروازے سے نکلنے کے بعد پراتھر اُٹھا۔ اُس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ بہرحال، وہ کاریڈور میں نکل آیا۔ کچھ آگے جا کر ڈیوڈ نے ایک اسٹیل کا دروازہ کھولا۔ وہاں دبیز قالین بچھا ہُوا تھا وہ سجا سجایا حصّہ استقبالیہ کا تاثر دے رہا تھا۔

"بد قسمتی سے چند ماہ پہلے تم نے ہمارا کام نہیں دیکھا۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "اُس وقت ہمارے پاس پندرہ کے قریب مریض تھے۔ بہرحال دیکھو۔" اُس نے ایک کھلے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ایک آرام طعام کا کمرا تھا۔ "ہمارے مریض بہت اچھی طرح رکھے جاتے ہیں۔ بائیں جانب رقص کا کمرا ہے۔ کچن کا انتظام ایک ماہر باورچی کے سپُرد ہے اور ہاں، یہاں ایک موسیقی کا کمرا بھی ہے۔" وہ ایک بند دروازے کے قریب رُکا لیکن پھر آگے بڑھ گیا۔ "میں اپنے طلبا کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔" اُس نے عجیب سے انداز میں مُسکراتے ہُوئے کہا۔ "ہم بعد میں یک نُما شیشے کی مدد سے ان کا مشاہدہ کریں گے۔"

ڈاکٹر پراتھر، ڈیوڈ کے پیچھے پیچھے ایک چھوٹی سی تجربہ گاہ میں داخل ہُوا۔ وہاں آلات کی کمی نہیں تھی۔ ڈاکٹر کو کمرے کا جائزہ لیتے دیکھ کر ڈیوڈ مُسکرایا۔ "تم نے دیکھا کہ ہم انجکشنوں کے مرحلے سے نکل آئے ہیں۔ ہم ٹکیاں استعمال کرتے ہیں۔ یہ اس اعتبار سے ضروری تھا کہ اب ہمارے بیشتر مریض فیلڈ میں مصروف ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم نے تھیسٹرن نامی اُس دوا کو اپنے کچن کے ذریعے استعمال کرایا ہے۔ انتہائی لذیذ اشیائے خورد و نوش کی شکل میں۔"

"تم لوگوں کو روزانہ تھیسٹرن دیتے ہو؟" ڈاکٹر نے پُوچھا۔

"ہاں، پچاس سی۔سی، روزانہ۔" ڈیوڈ نے ڈاکٹر کو بغور دیکھتے ہُوئے کہا۔

پراتھر کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ تجربہ گاہ کو اب بھی بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے۔" بالآخر وہ بولا۔ "اور مریضوں کا کیا حال ہے؟"

"اُن سب کی صحت شان دار ہے۔"

"ذہنی طور...؟"

ڈیوڈ نے کاندھے جھٹک دیے۔ "ذہنی طور پر بھی وہ عام لوگوں کی طرح صحت مند ہیں۔"

"اور اگر اب اُنھیں تھیٹرن نہ ملے تو تمھارے خیال میں کیا ہوگا؟" ڈاکٹر نے ڈیوڈ کو سرد نگاہوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ایسا نہیں ہوگا۔ تم جانتے ہو کہ اس دَوا نے ہمیں اُن کے لیے نیا طرزِ فکر تعمیر کرنے کا موقع دیا تھا۔ ہم نے بہت آسانی سے اُن کی یادداشت میں ایک ناخوش گوار تجربہ داخل کر دیا تھا۔ اس تجربے کا سبب تھیٹرن نہ لینا تھا۔ اَب اُنھیں یقین ہے کہ دوا نہ لینا بہت ناخوش گوار نتائج کا حامل ہوگا۔ ہے نا، سیدھی سی بات... اور بہت مؤثر ثابت ہوئی ہے۔"

"اور تم نے اُن کے لیے کیسا طرزِ فکر منتخب کیا؟" ڈاکٹر نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"بے حد خوش گوار۔"

ڈیوڈ نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور ایک سنک سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ خود کو یاد دلا رہا تھا کہ ڈاکٹر کو ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں بتانا ہے... لیکن یہ اُس کے لیے لمحۂ افتخار بھی تھا۔ "ڈاکٹر! ایک ایسی خاتون کا تصوّر تو کرو، جس کا طرزِ فکر مٹ گیا ہو۔" اُس نے کہا۔ "اب ہم اُس کی شخصیت اور کردار کو اپنا پسندیدہ رُخ دے سکتے ہیں۔ گویا ہم اُسے کسی بھی شخص کی خواہش کے سانچے میں ڈھال سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے...؟"

"وضاحت سے سُنو۔ ہم کسی لڑکی کے ظاہری وجود کو ایسی تربیت دے سکتے ہیں کہ وہ کسی بے حد دولت مند شخص کو اپیل کر سکے۔ مثلاً بیٹس ہے، دُنیا کا سب سے دولت مند آدمی... اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہماری تیار کردہ لڑکی کو پسند کرلے... تو ہم ایسا کر سکتے ہیں... ٹھیک ہے نا؟"

"نظریاتی طور پر یہ ممکن ہے۔"

"اور عملاً...؟"

"مشکوک ہے۔ اس کے لیے تمھیں بیٹس کے متعلق مکمل معلومات کی ضرورت پڑے گی۔ اس کی تحلیلِ نفسی اور اُس کا سوچنے کا انداز، برسوں میں تم اس کی مکمل تصویر حاصل کر سکو گے۔ تمھیں اُس کی ضروریات اور خواہشات کا مکمل علم درکار ہوگا۔"

"ممکن ہے، ایسا ہو۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "لیکن خوش قسمتی سے ہمیں اتنی تفصیل جاننے کی ضرورت نہیں۔"

ڈیوڈ نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دونوں استقبالیہ کمرے والے کاریڈور میں نکل آئے۔

"یہ اتنا مشکل نہیں، جتنا ہمیں نظر آتا ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "مثلاً ہم جانتے ہیں کہ بیٹس، موزارٹ پیانو کنسرٹ کا دیوانہ تھا۔ ہم کسی لڑکی کو محض چند دنوں میں اس کا ایکسپرٹ بنا سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ بلانڈ لڑکیوں پر مرتا تھا لیکن مستقل تعلقات کے لیے اُسے سیاہ بالوں والی لڑکیاں پسند تھیں۔ اُس کی پہلی بیوی کے بال سیاہ تھے۔ اس میں بہت سی ایسی خوبیاں تھیں جو ڈیوڈ کو پسند تھیں لیکن کچھ صفات ایسی بھی تھیں، جنھیں وہ ناپسند کرتا تھا۔ ہم نے اپنی تیار کردہ لڑکی میں صرف بیٹس کی پسندیدہ صفات ڈالی ہیں۔" اُس کا لہجہ نرم ہوگیا ہے اور وہ کاروبار میں دلچسپی لینے لگی ہے۔ اس کے علاوہ اُسے ادب اور مصوّری پر غیر معمولی دسترس حاصل ہوگئی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بیٹس، ان دونوں موضوعات میں بے پناہ دلچسپی لیتا تھا۔"

ڈاکٹر پراتھر نوٹ کر رہا تھا کہ ڈیوڈ، بیٹس کا ذکر مسلسل ماضی کے صیغے میں کر رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جس عورت کا ذکر کیا جا رہا ہے، وہ محض نظریاتی نہیں ہے۔ بہرحال، اُس نے ڈیوڈ کو ٹوکا نہیں۔ اُسے یقین تھا کہ ڈیوڈ اُسے سب کچھ بتا دے گا، اتنا کہ وہ صورتِ حال کو سمجھ سکے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ڈیوڈ، ذہنی طور پر غیر متوازن ہے، وہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے لیکن اُسے بے وقوف بھی بنایا جا سکتا ہے۔

وہ استقبالیہ کے کمرے میں بیٹھ گئے۔ وہاں بھاپ اُڑاتی چائے کا ایک پاٹ اُن کا منتظر تھا۔ ڈیوڈ نے چائے اُنڈیلی۔

"افسوس، کہ ہم سوئٹزر لینڈ میں اس قسم کے تجربات نہیں کر سکتے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

ڈیوڈ مُسکرایا۔ اُس نے ڈاکٹر کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ "ہم فرض کرتے ہیں۔" اُس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "... کہ بیٹس کی بیوی مر چکی ہے۔ اب وہ تنہا ہے۔ اب فرض کریں کہ ہماری تربیت یافتہ خاتون، بیٹس کی اسٹیٹ کے قریب ہی تندل نامی قصبے میں اپنے ایک دوست سے ملنے گئی ہے۔ چار بجے وہ گھڑ سواری کی غرض سے نکلتی ہے۔ حُسنِ اتفاق کہ یہی وہ وقت ہے جب بیٹس چہل قدمی کے لیے نکلتا ہے۔ اتفاق سے وہ ملتے ہیں کیونکہ بیٹس کے راستے کے قریب مجوزہ خاتون کا گھوڑا، اُس کے قابو سے باہر ہوگیا ہے۔ بیٹس اُسے بچاتا

ہے اور اُس کے غیر معمولی حُسن میں بے پناہ کشش محسوس کرتا ہے۔ ہماری خاتون، شرافت کے پیشِ نظر، بیٹس کی پہلی دعوت ٹھکرا دیتی ہے... بیٹس کو یہ بات بھی پسند آتی ہے کیونکہ طبعاً وہ مشکل پسند ہے۔ یہاں سے شطرنج کا کھیل شروع ہو جاتا ہے۔ وہ مختلف حربوں سے خاتون کی قُربت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ تنہائی میں ملتے ہیں۔ اب تنہائی میں بیٹس کو پتا چلتا ہے کہ وہ خاتون تو اُس کی خواہشات کا عکس ہے، اُس کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ اُسے پتا چلتا ہے کہ اُسے دُنیا میں، وہ واحد عورت میسّر آگئی ہے، جو صرف اُسی کے لیے تخلیق کی گئی ہے۔"

پراتھر کی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ وہ سحر زدہ انداز میں ٹکٹکی باندھے، اُس دیوانے کو دیکھے جا رہا تھا جس کا نام ڈیوڈ تھا۔

ڈیوڈ نے چائے کا آخری گھونٹ لیا اور پیالی میز پر رکھ دی۔ "دو ہفتے کے اندر اندر بیٹس نے خاتون کو شادی کی پیشکش کر دی۔ ایک ہفتہ خاتون احتجاج کرتی رہی کہ معاملہ جلد بازی کا متقاضی نہیں ہے لیکن آخر کار اُس نے ہتھیار ڈال دیے۔ شادی ہوگئی۔ بیٹس بہت خوش رہا۔ اظہارِ تشکر کے طور پر اُس نے دُنیا کی کامل ترین عورت کو اپنا واحد وارث مقرر کر دیا۔"

"اور پھر..." پراتھر نے خشک لہجے میں کہا۔ "مسٹر بیٹس کو ایک حادثہ پیش آگیا۔"

ڈیوڈ کی مُسکراہٹ معدوم ہوگئی۔ اُس نے پراتھر کے چہرے سے نظریں ہٹا کر چائے کی پیالی پر مرکوز کر دیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پراتھر اُس کے لیے کوئی پسندیدہ شخص ثابت نہیں ہو رہا ہے۔ تھیٹرن کا فارمولا معلوم کرنے کے بعد اُسے ٹھکانے لگا دینا مناسب ہوگا... پانچ سو سی سی تھیٹرن اپنے موجد کے ساتھ بہترین انصاف کر سکے گی۔

وہ نظریں اُٹھا کر مُسکرایا۔ "درست ہے۔ اب بہتر ہوگا کہ ہم مریضوں کا مشاہدہ کریں۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ مشاہدہ تمھارے لیے دلچسپ ثابت ہوگا۔"

پراتھر نے ایک ہی گھونٹ میں چائے حلق میں اُتار لی... پھر وہ ڈیوڈ کے پیچھے کاریڈور میں نکل آیا۔ وہ ایک دُہرے شیشے والی کھڑکی کے سامنے رُکے۔ ڈیوڈ نے ایک بٹن دبایا۔

پراتھر کو بستر پر دراز ایک جوڑا نظر آیا۔ عورت مختصر لباس میں تھی جبکہ مرد پورے لباس میں تھا۔ پراتھر نے نظریں پھیر لیں لیکن علمی تجسّس کے زیرِ اثر وہ خود کو دوبارہ وہ منظر دیکھنے سے نہ روک سکا۔

ڈیوڈ نے بٹن دوبارہ دبایا اور کھڑکی بند ہوگئی۔ "یہ ایک نئی طالبہ ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "یہ ابتدائی مرحلوں کے متعلق سیکھ رہی ہے۔ اگلی کلاس تمھارے لیے زیادہ دلچسپ ثابت ہوگی۔"

اُس نے اگلی کھڑکی کھولی اور مُسکراتے ہوئے ایک جانب ہو گیا تاکہ پراتھر کو دیکھنے میں دُشواری نہ ہو۔ اندر اندھیرا تھا۔ پراتھر کی آنکھوں کو اس کا عادی ہونے میں کچھ دیر لگی۔ ڈیوڈ نے ڈاکٹر پراتھر کے چہرے پر زلزلے کی سی کیفیت دیکھی تو اُس نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کھڑکی بند کر دی۔

"اسے ایک عرب حکمران کے لیے تربیت دی جا رہی ہے۔" اُس نے کہا اور استقبالیے کی طرف بڑھ گیا۔ "یہ دیکھو کہ دولت مند لوگوں کے لیے مسرّت کا حصول کس قدر دُشوار ہوگیا ہے۔" ڈیوڈ، ڈاکٹر کو اُس کے سوئٹ کی طرف واپس لے آیا۔ "مجھے افسوس ہے۔" اُس نے کہا۔ "لیکن آج میں تمھیں اس سے زیادہ نہیں دکھا سکتا۔ بہرحال، تم نے دیکھا کہ ہم دَوا کی مدد سے کیسی ناقابلِ تسخیر فوج کی تربیت کر رہے ہیں۔"

پراتھر سوچ میں ڈوبا اُس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا... دروازے پر پہنچ کر اچانک ڈیوڈ رُک گیا۔ پراتھر خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

ڈیوڈ کے ہونٹوں پر تاؤ دلانے والی مُسکراہٹ لرزنے لگی۔ "تمھاری دَوا انتہائی مؤثر ثابت ہوئی ہے۔" اُس نے کہا۔ "مریضوں میں اس کے خلاف مزاحمت بھی نہیں دیکھی گئی اور اُنھوں نے کبھی اپنی تربیت اور ہماری ہدایات سے رُوگردانی بھی نہیں کی۔ میں اس سلسلے میں تمھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس فارمولے میں اسکوپولامین اور میتھاپائریلین استعمال ہوئے ہیں نا؟"

پہلے تو ڈاکٹر کے چہرے پر حیرت کا تاثر اُبھرا... پھر اُس نے اپنے ردِ عمل پر قابو پانے کی کوشش کی۔ صوفے پر بیٹھ کر، اُس نے کتاب کھولی اور پھر دراز ہوگیا۔

"اگر تم فارمولا بتا دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں آزاد کر دوں گا۔" ڈیوڈ کے لہجے میں نرمی تھی۔

"تم نہ صرف نفسیاتی مریض ہو بلکہ جھوٹے بھی ہو۔ میں تمھیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ڈیوڈ نے قدرے سر خم کرتے ہوئے کہا... "جیسی تمھاری مرضی۔ اب آرام کرو، ڈاکٹر!"

ڈیوڈ ٹریننگ سینٹر کی طرف چلا آیا۔ کچھ دیر وہ زیرِ تربیت جوڑوں کو دیکھتا رہا... ابھی ایک قتل اور ہونا تھا۔ اگلا ہدف امریکی سینیٹر وارن تھا۔ سینیٹر وارن کو اِنٹریکس، کویت انضمام کے بارے میں پتا چل چکا تھا۔ وہ ایک سینیٹ کمیٹی کے سامنے یہ راز فاش کرنے پر تلا ہوا تھا... پھر اِنٹریکس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کا مسئلہ تھا، ضروری تھا کہ اُن سے انضمام کی توثیق کرائی جاتی... اور سب

سے بڑا مسئلہ ایرک تھا۔

ڈیوڈ نے کھڑکی بند کر دی۔ اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ اسٹیسی کوپر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بستر پر دراز کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ ڈیوڈ کے اچانک داخل ہونے پر بھی اُس کی محویت میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ چند لمحے بعد وہ سر اُٹھا کر یوں مسکرائی جیسے ڈیوڈ کی آمد اُس کے لیے غیر متوقع نہ ہو۔

ڈیوڈ نے دروازہ بند کیا اور اُس سے پیٹھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اسٹیسی کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ خاموشی بڑی عجیب لگ رہی تھی۔

اسٹیسی وہاں کی اہم ترین طالبہ تھی۔ وہ ناقابلِ تسخیر حُسن اور ذہانت کا امتزاج تھی۔ وہ ایرک کا چارہ تھی۔ ڈیوڈ نے باسٹھ لڑکیوں میں سے خود اُسے منتخب کیا تھا۔ وہ پیرس میں فیلوشپ کا اعزازاً اسپیشل میرٹ کے ساتھ حاصل کرنے والی بارہ طالبات میں سے چوتھی تھی... وہ اعزاز حاصل کرنے زیورچ پہنچی تھی۔ چوبیس گھنٹوں بعد وہ بے ہوشی کے عالم میں گریروپر پہنچادی گئی تھی۔

ڈیوڈ نے وہ دن یاد کیا، جب اُس نے اسٹریچر سے چادر ہٹا کر، اُسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اُس وقت اُسے ایسی وحشیانہ خواہش نے اپنی پلیٹ میں لے لیا تھا جس کے متعلق وہ جانتا تھا کہ اُسے بہر حال لڑنا ہوگا۔ وہ لڑکی ایرک کے لیے تیار کی جانا تھی۔

اُس کی تربیت میں بہت تیز رفتاری دکھائی گئی اور کوئی کمی نہ چھوڑی گئی۔ اپنی فطرت اور پس منظر کے اعتبار سے وہ ایک خاموش طبع لیکن ہمہ گیر شخصیت کی حامل لڑکی تھی۔ اُس کی بیشتر خصوصیات کو جُوں کا توں رہنے دیا گیا لیکن تربیت کے بعد وہ سو سے زائد شرابوں کو نہ صرف ذائقے سے پہچان سکتی تھی بلکہ یہ بھی بتا سکتی تھی کہ کون سی شراب کتنی پُرانی ہے۔ وہ دُنیا بھر کے شعری اور نثری ادب سے بلاتکان، ہزاروں اقتباسات سُنا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اُسے کھانا پکانے، لباس کی ڈیزائننگ کرنے اور رقص کرنے کی خصوصی تربیت دی گئی تھی۔ ضرورت پڑنے پر وہ ایک تربیت یافتہ نرس بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ قانون کی تعلیم اس کے علاوہ تھی۔

یہ سب ایرک کانسٹنٹائن نامی ایک شخص کو خوش کرنے کے لیے تھا۔

اسٹیسی کوپر، اب تک ایرک سے متعلق ہزاروں فٹ لمبی متحرک فلمیں دیکھ چکی تھی۔ کوپن ہیگن میں ایرک نے جو پانچ دن گزارے تھے، وہ ٹیلسکوپک لینس کے ذریعے پوری طرح ریکارڈ کر لیے گئے تھے... اسٹیسی نے پروجیکشن رُوم میں گھنٹوں، ایرک کے بدلتے مزاج اور اُس کی پسند اور ناپسند کو سمجھنے کی کوشش میں گزارے تھے۔ اُس نے اُن لڑکیوں کا بغور مشاہدہ کیا تھا جن سے ایرک خوش رہتا تھا۔

ڈیوڈ، یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ایک ہلکی سی تشویش سے دوچار رہا تھا۔ اُس کی شخصیت کے بیشتر اجزائے ترکیبی وہی تھے... جو اُس کے سوتیلے بھائی کے تھے۔ اسٹیسی اب ایک ایسے حُسن کی... مالک تھی جس کے خلاف مزاحمت ناممکن تھی۔ ڈیوڈ خود اُس کے حُسن کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ تربیت کے آخری دنوں میں تو وہ اسٹیسی کو دیکھنے سے بھی گریز کرنے لگا تھا۔

ڈیوڈ نے نظریں جھکائیں اور بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ خاموشی بھی اُسی نے توڑی تھی۔ "کیا حال ہے؟" اُس نے آہستہ سے پُوچھا۔

"شان دار..." اسٹیسی کی آواز بھی اُس کے حُسن کی تصویر ثابت ہوئی تھی۔ اُس نے ڈیوڈ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ڈیوڈ نے تیزی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"تم کل جا رہی ہو۔" ڈیوڈ نے نظریں جُھکائے جُھکائے کہا... "سوئٹزرلینڈ سے تمھیں اوکلاہاما جانا ہوگا۔"

"کیا میں ایرک سے ملوں گی؟"

ڈیوڈ نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔ وہ لڑکی یقیناً ایرک کے لیے ایک بہترین جال ثابت ہونے والی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ ایرک سے چھٹکارا پانے کے بعد وہ اُسے اپنے قریب رکھے گا۔

"ہاں، تم ایرک سے ملو گی۔" اُس نے دھیرے سے کہا۔

اسٹیسی پھر تکیے سے ٹیک لگا کر دراز ہو گئی۔ اُس کا چہرہ چمکنے لگا تھا۔ چند لمحے وہ چھت کو تکتی رہی پھر اُس نے آنکھیں مُوند لیں۔

ڈیوڈ اُسے ایرک کے تصوّر سے آزاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے لڑکی کا ہاتھ چھُوا۔ نیّت الوداع کہنے کی تھی۔

اسٹیسی نے آنکھیں کھول دیں۔ "تم ایرک جیسے لگتے ہو۔" اُس نے کہا۔

ڈیوڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اور میں ایرک کے لیے ہُوں۔" وہ خوابناک لہجے میں بولی۔ "مجھے اُسے خوش رکھنا ہے..."

"بس زیادہ باتیں مت کرو۔" ڈیوڈ نے اُسے ٹوک دیا۔

"مجھے اُس کے بارے میں سوچنا اچھا لگتا ہے۔" وہ مُسکرائی... "اور تم ایرک کی طرح نہیں ہو۔ تم نصف چینی ہو۔"

ڈیوڈ دسمٹ کر رہ گیا۔ 'کیا یہ چینیوں کو ناپسند کرتی ہے؟' شاید اس کے سادہ ذہن پر نئے زاویے نقش کرتے وقت یہ بات بھی نقش ہو گئی ہوگی۔ بہرحال، کیا فرق پڑتا ہے۔ ایرک سے جان چھُڑانے کے بعد اِس کی

اصلاح کر دی جائے گی... پھر وہ اسی کے پاس رہے گی۔ اُس کے دل اور دماغ میں خواہشات کی آندھیاں سی چلنے لگیں لیکن وہ خود کو احتیاط کی تلقین کرتا رہا۔ اس وقت خود کو ملوّث کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ "ہاں، میں آدھا چینی ہُوں۔" اُس نے کہا۔

"میرے پاس نہیں آؤ گے؟" اُس کے مترنّم لہجے میں معصُومیت تھی۔

"نہیں، تم صرف ایرک کے بارے میں سوچو۔" وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ "اور ہاں، تم نے وہ ٹکیاں لے لیں؟"

"ہاں..."

"اور تمھیں سفید ٹکیوں کا مصرف یاد ہے؟"

"ہاں۔ وہ ایرک کے لیے ہیں، وہ اُس کے دل میں میری محبّت بڑھائیں گی۔"

"درست ہے۔" ڈیوڈ اثبات میں سر ہلاتا ہُوا باہر نکل آیا۔ اب اُس کے ذہن میں عُمر تھا، جس نے منصُوبے کو خطرات سے دوچار کر دیا تھا۔ اُسے سزا دیے بغیر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ اُسے مرنا ہوگا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ وہ کیپٹن کے کیبن کی طرف چل دیا تاکہ اُسے جگا دے۔

بدھ... آٹھ بج کر بارہ منٹ، شب۔

کرنل ایرک کا طیّارہ اپنی منزل پر پہنچنے والا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ محض چند گھنٹوں کے اندر اندر وہ امریکہ کے ایک نومنتخب سینیٹر پر قاتلانہ حملے کا گواہ ہوگا۔ کرنل کی کُرسی سے دس فٹ دُور، ٹریپ ڈور سے ایک معنک شخص نے جھانکا۔ وہ وہی کلرک تھا جو چند دن قبل سینی ٹوریم میں تعینات تھا۔

"ہم تیس منٹ لیٹ ہیں، کرنل!" اُس نے کہا۔ "ایک منٹ بعد ہم لوکل ٹیلی ویژن کی رینج میں ہوں گے۔"

ایرک نے کُرسی کے ہتّھے پر لگا ہُوا ایک بٹن دبایا۔ دیواری اسکرین روشن ہو گئی۔ ایرک نے گھڑی پر نظر ڈالی اور سیکنڈ کی سُوئی کا سفر غور سے دیکھتا رہا۔ اُس نے کلرک کو تنقیدی نظر سے دیکھا کیونکہ سیکنڈ کی سُوئی بارہ پر پہنچ چکی تھی لیکن اچانک اسکرین میں جان پڑ گئی۔ فرانسیسی کلرک نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت کرنل کا مُوڈ بے حد خراب ہے۔

اسکرین پر ایک ہوٹل کا بیرونی منظر نظر آ رہا تھا۔ سرچ لائٹیں جگمگا رہی تھیں... پھر ایک کاریڈور نظر آیا جس کے دونوں اطراف رسّیاں باندھی گئی تھیں۔ رسّی کے دوسری طرف لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہ سب سینیٹر وارن کے منتظر تھے۔

"کلوز سرکٹ کا کیا ہُوا؟" کرنل نے سخت لہجے میں پُوچھا۔

"وہ اس وقت بھی کام کر رہا ہے، جناب!"

"اُن سے کہو کہ میں چیف آف پولیس کو کیمرے کے سامنے چاہتا ہُوں، سمجھے؟ مجھے مکمل رپورٹ چاہیے، زبانی بھی اور تصویری بھی۔"

"بہت بہتر، کرنل!" کلرک نے کہا اور مواصلاتی آلات پر جُھک گیا۔

ایرک نے کُرسی گھما کر، اُس کا رُخ ڈیسک کی طرف کر لیا... اور سینیٹر وارن کے کوائف پڑھنے لگا جو کمپیوٹر سینٹرل سے موصول ہُوئے تھے۔

سینیٹر وارن، سینیئر سینیٹر تھا اور اس کا تعلق اوکلاہاما سے تھا اوکلاہاما، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سب سے زیادہ تیل فراہم کرنے والی ریاست تھی۔ وارن، اندرُونی علاقوں سے متعلق سب کمیٹی کا چیئرمین بھی تھا۔ سب کمیٹی، کان کنی کے حقوق کے سلسلے میں بااختیار تھی۔ اس کے تحت تیل کی صنعت بھی آتی تھی۔

ہاروے ہوٹل میں سوئٹ اے۔ اے، سینیٹر وارن کے لیے مخصوص تھا۔ لندن میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جعلی ایجنٹ کی جیب سے اسی سوئٹ کی چابی برآمد ہوئی تھی۔

الیکشن والے دن، سینیٹر نے میکسیکو میں شادی کی تھی جسے خُفیہ رکھا گیا تھا۔ ایرک، سینیٹر کے متعلق پہلے ہی سُن چکا تھا۔ وہ، پوری دُنیا میں انٹرنیشنل اسٹوڈنٹ ایکس چینج پروگرام کے حوالے سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ اس کے باوجود سینیٹر کو الیکشن میں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ایرک نے اخبار اُٹھایا۔ سینیٹر کی تصویر اُس کے سامنے تھی... ایک بے حد حسین سیاہ فام لڑکی، گنجے سینیٹر کے گلے میں ہار ڈال رہی تھی۔ ایرک اُس کی سیاسی زندگی سے متعلق رپورٹ پڑھنے لگا۔

'تین دہائیوں تک سینیٹ کے ذریعے عوام، اپنے وطن اور ساری دُنیا کی خدمت کرنے کے بعد توقع تھی کہ انتخابی مُہم میں سینیٹر کی محض ایک جھلک ہی اُسے فتح دلا دے گی لیکن مقابلہ بے حد سخت ہُوا... اُس کے حریف ڈیوی نے اپنی انتخابی مہم میں چند الزامات کے ذریعے جان ڈال دی تھی۔ اُن میں ایک الزام یہ بھی تھا کہ سینیٹر کا مشہورِ زمانہ انٹرنیشنل اسٹوڈنٹ ایکس چینج پروگرام درحقیقت ایک آڑ ہے، جس کے پیچھے کمیونسٹ سرگرمِ عمل ہیں۔ جو طلباء اس راستے پر نہیں چلتے، اُنھیں راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے اور لڑکیوں کو فروخت کر دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ڈیوی نے الزام لگایا کہ سینیٹر، امریکی معدنیات کے خزانے کو غیر مُلکی تسلّط میں دینے کی سازش کر رہا ہے۔ سینیٹر نے بڑی محنت کی۔ اُس نے انتخابی مہم بڑی جانفشانی سے لڑی لیکن مہم کے دوران اُسے ایک ناقابلِ تلافی نقصان اُٹھانا

بڑا۔ اُس کی چھیالیس سالہ بیوی، ایک فضائی حادثے میں ہلاک ہوگئی۔ طیارہ، سینیٹر ہی کی ملکیت تھا۔

"سینیٹر کو بیوی کی موت کا شدید صدمہ ہُوا۔ اُس کے دوستوں کا کہنا ہے کہ چھبیس سالہ ٹریسا جو کہ اُس کی بیوی کی سیکرٹری تھی آڑے نہ آجاتی تو شاید وہ انتخاب سے دستبردار ہی ہوجاتا۔ ٹریسا، کار کا ٹائر پنکچر ہوجانے کی وجہ سے اس طیارے تک نہیں پہنچ سکی تھی جو بعد میں حادثے کا شکار ہُوا۔ بہرحال، ٹریسا نے انتخابی مہم اور سینیٹر وارن میں ایک نئی رُوح پھُونک دی تھی۔ سینیٹر نے ڈیوی کے تمام الزامات کو کھُل کر بے بنیاد اور باطل قرار دیا۔ الزامات کے جواب میں سینیٹر نے ووٹرز سے وعدہ کیا کہ انتخابات کے بعد وہ چونکا دینے والے انکشافات کرے گا اور یہ انکشافات، سب کمیٹی کی میٹنگ میں کیے جائیں گے... اُس نے قبل از وقت کچھ کہنا خلافِ اصُول سمجھا تھا اور ووٹرز سے فہم و شعُور سے کام لینے کی اپیل کی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ اصُول پرستی اُسے مہنگی پڑی تھی اور وہ الیکشن ہارتے ہارتے رہ گیا۔

"اِبتدا میں جشنِ کامیابی کا انعقاد مشکوک تھا لیکن پھر سینیٹر نے اس کی اجازت دے دی۔ اس جشن کے انتظامات مس ٹریسا کی ہدایات کے تحت کیے گئے تھے۔ مِس ٹریسا کے مطابق عالی ظرف سینیٹر نے اپنے حریف کو بھی جشن میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ اب جمعرات کو ہونے والی سب کمیٹی کی نشست پر واشنگٹن کی نظریں بھی لگی ہُوئی تھیں۔ سینیٹر انکشافات کے سلسلے میں اپنے عہد پر قائم ہے اور اندھیرے کا تیر ہونے کی وجہ سے بہت سے بڑے بڑے لوگوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔"

ایرک نے صفحہ اُلٹا اور ٹریسا کی تصویر کو غور سے دیکھا۔ تصویر کے نیچے لکھا تھا کہ اس کا آئی۔ کیو جینیئس لیول کا ہے۔

ایرک سوچ میں پڑ گیا۔ یہ لڑکی، ڈیوڈ کے ہتھے کیسے چڑھ گئی؟ کیا یہ چپکے چپکے ہر سفید فام سے نفرت کرتی ہے؟ یا ڈیوڈ نے اس پر برین واشنگ کی کوئی شیطانی تیکنک آزمائی ہے؟ پھر اُس نے کمپیوٹر... سینٹرل کی رپورٹ پر نظر ڈالی۔ مِس ٹریسا درحقیقت مسز وارن تھی لیکن میکسیکو میں اُن کی شادی بڑی رازداری کے ساتھ ہُوئی تھی۔ سینیٹر کی پہلی بیوی کو پیش آنے والا حادثہ سازش قرار دیا جاسکتا تھا لیکن ثابت نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جس مکینک نے ٹریسا کی گاڑی کا معائنہ کیا تھا، اُس کا کہنا تھا کہ پنکچر غیر معمولی تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی نے چاقو کے ذریعے کام دکھایا ہے۔

"کرنل کانسٹنٹائن؟" کسی نے پیچھے سے کہا۔ اُس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔

ایرک نے اپنی کُرسی گھُمائی۔ اوکلاہاما پولیس کی یُونیفارم میں ملبوس ایک فربہ اندام شخص اسکرین سے جھانک رہا تھا۔ شاید کلوز سرکٹ چینل نے کام شروع کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے، کمشنر میکومب!" ایرک نے مائیکروفون تھامتے ہُوئے کہا۔ "میں متوجہ ہُوں۔ اب بتاتے چلو۔"

ایرک فاصلے کے باوجود تمام احتیاطی تدابیر بروئے کار لانے کی پوزیشن میں تھا۔ یہ واشنگٹن والوں کی مہربانی تھی لیکن کمشنر میکومب کے لیے یہ سب کچھ عجیب تھا۔ بہرطور اسے احکامات کے مطابق عمل کرنا تھا۔ دوسری طرف کرنل پُرامیّد نہیں تھا کیونکہ وہ اصل مقام پر بہرحال ابھی تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اگرچہ وہ ڈیوڈ کے منصوبے کو بڑی حد تک سمجھ چکا تھا لیکن وقت کے معاملے میں ڈیوڈ کو اب بھی اُس پر فوقیت حاصل تھی۔

"ہر چیز قابُو میں ہے۔" کمشنر نے کہا۔ "کوئی بھی شخص ریوالور یا رائفل لے کر سینیٹر کے قریب نہیں پہنچ سکتا۔" کمشنر اپنی حد تک بہت اچھا پولیس افسر تھا لیکن اُس کی حدُود سمٹی ہُوئی تھیں۔

"میں جائزہ لینا چاہتا ہُوں۔" ایرک نے کہا۔

"ضرور..." میکومب نے کیمرے کی رینج کے باہر اپنے لوگوں کو کچھ احکامات دیے۔

منظر تبدیل ہوگیا۔ کیمرہ اب ہوٹل کے سامنے کی ایک عمارت دِکھا رہا تھا۔ آواز غائب تھی۔ "تفصیل بتاؤ، کمشنر!" ایرک نے کہا۔ "مانیٹر اسکرین پر دیکھو اور پھر مجھے سمجھاؤ۔"

"اوہ..." کمشنر بولا۔ "ہم اس وقت اس عمارت کی چھت پر ہیں، جو ہوٹل کے داخلی دروازے کے مقابل ہے۔ میں نے یہاں دو ماہر نشانچی تعینات کیے ہیں۔ دونوں کے پاس کافی قوّت والی ٹیلسکوپک سائٹ رائفلز ہیں۔"

"اور اس بلاک کی دوسری عمارتیں؟" ایرک نے پُوچھا۔ "اُن کی چھتوں پر بھی نشانچی موجود ہیں؟"

"جی ہاں، جناب!"

"ٹھیک ہے، آگے بڑھو۔"

منظر پھر تبدیل ہُوا۔ اب اسکرین پر ہوٹل کا داخلی دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ ہجُوم کو اطراف کی رسیّوں نے روک رکھا تھا۔ "مجھے ہر طرف وردیاں دِکھائی دے رہی ہیں۔" ایرک نے کہا۔ "سادہ لباس والے کہاں ہیں؟"

"میں نے اُنھیں عوام میں گھُل مِل جانے کی ہدایت کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ایرک نے تبصرہ کیا۔ "لیکن اتنا ٹھیک بھی نہیں۔

پھیری والوں کو دیکھو، اُنھیں سڑک سے ہٹا دو۔ اُن کی جگہ اپنے آدمیوں کو مامُور کر دو۔ اس طرح مجمع اُن کی نظروں کے سامنے رہے گا... کوئی بھی مشکل ہو، وہ سب سے پہلے سے بھانپ سکیں گے۔"

"وہ لوگ یہ بات پسند نہیں کریں گے۔"

"اُنھیں بتادو کہ اُنھیں بونس ملے گا۔" ایرک نے کہا۔ "حساب لگاکر بتادینا، میں خود ادا کر دُوں گا۔"

"بہتر، جناب!"

"ہاں، اپنی بات جاری رکھو۔"

اب کیمرہ بال رُوم کا منظر دکھا رہا تھا۔

ایرک کے چہرے پر بدمزگی کا تاثر اُبھر آیا۔ اتنے بڑے مجمعے میں قاتل کا پتا کیسے چل سکتا ہے۔ "تم نے مہمانوں کی فہرست کا جائزہ بھی لیا؟" ایرک نے پُوچھا۔

"جی، جناب... بہت احتیاط اور باریک بینی سے۔"

"اور تم ہتھیاروں کے بارے میں کیسے جانچ رہے ہو؟"

"ج ج... جی..." کمشنر کی آواز لڑکھڑا گئی۔ "حقیقت یہ ہے جناب..."

"گویا تم نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔" ایرک کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

"کمشنر! بے تنک! یہ مسئلہ ہے۔ تم مجمعے میں ہر شخص کی تلاشی نہیں لے سکتے... لیکن ٹھہرو، ایک آئیڈیا ہے۔ جیب کتروں کو پکڑنے والے کہاں ہیں؟..."

"وہ مجمعے میں شامل ہیں۔" کمشنر کا لہجہ فخریہ ہوگیا۔ "وہ پہلے ہی چار افراد کو پکڑ چکے ہیں۔"

"اُن سے کہو کہ جب بھی وہ کسی جیب کترے کو پکڑیں، اُسے یہ سمجھا کر چھوڑ دے کہ وہ بال رُوم میں ہتھیار تلاش کرے۔ کوئی بھی ہتھیار جیب سے نکالنے پر اُنھیں انعام ملے گا۔"

"یہ پاگل پن ہے۔" کمشنر نے احتجاج کیا۔

"تو تمھارے پاس کوئی بہتر طریقہ ہوگا۔" ایرک نے سرد لہجے میں کہا۔ کمشنر خاموش رہا۔

"بس پھر میری تجویز پر عمل کرو۔" ایرک نے کہا۔ "اور، ہاں... نشستوں کے انتظامات تو دِکھاؤ۔"

کمشنر، اُس کی ہدایات اپنے ماتحتوں تک پہنچا رہا تھا پھر منظر تبدیل ہُوا۔ اب ایرک کے سامنے ایک وِکٹری باکس تھا۔ اُس پر پرچم لہرا رہا تھا۔ باکس، بال رُوم سے اُوپر میزنائن فلور پر تھا اور زیادہ بلند نہیں تھا۔ کمشنر، ایرک کو مہمانوں کے متعلق بتا رہا تھا۔ وہاں ہوریس ایگلسن موجود تھا جو اوکلاہاما میں انڈین قبائلیوں کا سردار تھا۔ وہ اپنے مخصُوص لباس میں تھا... پھر عباؤں میں ملبُوس، عرب وفُود تھے...

وینزویلا کا قونصل جنرل تھا جو وردی میں ملبوس تھا اور اس کی وردی پر تمغے سجے ہُوئے تھے۔ ریاست کا گورنر بھی موجود تھا۔ اس کے علاوہ بہت سارے معززین تھے، جن کے متعلق چھان بین، سینیٹر کے ذاتی اسٹاف نے کی تھی... لیکن ایرک کی نظریں تو اس غیر معمولی حد تک خوبصُورت لڑکی پر جم کر رہ گئی تھیں جو ابھی ابھی باکس میں داخل ہُوئی تھی۔ مہمان اپنی نشستوں سے اُٹھ کر، اُس کے گرد اکٹھا ہو رہے تھے۔ اُس کا گورنر سے تعارف کرایا گیا۔ وہ کسی ملکہ کی طرح باوقار لگ رہی تھی اور مائیکل اینجلو کا شاہکار نظر آرہی تھی۔

"یہ کون ہے؟" ایرک نے پُوچھا۔

"یہ اسٹیسی کوپر ہے۔" کمشنر نے جواب دیا۔

"کمشنر! میرا تعلق اوکلاہاما سے نہیں ہے۔" ایرک نے نرم لہجے میں اُسے یاد دِلایا۔

"یہ سرکاری میزبان ہے۔"

"مقامی مقابلۂ حسُن کی فاتح؟"

ایرک جانتا تھا کہ امریکہ اپنے یہاں کی نوجوان لڑکیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح برتنے کا عادی ہے، لیکن یہ سوال کرتے وقت بھی وہ جانتا تھا کہ یہ لڑکی اس ٹائپ کی نہیں ہے۔ اُس کے انداز میں وہ وقار تھا جو باطنی رفعت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اُس کے انداز میں، سرد مہری میں لپٹی ہُوئی معصُومیت تھی جو نمائش پسندوں کو میسّر نہیں آتی۔

"یہ اُس سے سِوا ہے۔" کمشنر نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔ "یہ اس ریاست کی سب سے حسین لڑکی ہے۔ آج ہی سوئٹزرلینڈ سے واپس آئی ہے۔ سینیٹر کے اسکالرشپ سیٹ اپ میں اس نے جو نمبر حاصل کیے ہیں، وہ اب تک ریکارڈ ہے۔"

"شادی شدہ ہے؟"

"ابھی تک تو نہیں لیکن جلد ہی اسٹیٹ کے تمام ہونہار نوجوان، اُس کے دروازے پر قطار لگائے کھڑے ہوں گے لیکن یہ بہت گہری لڑکی ہے۔"

اُسی لمحے اسٹیسی نے کیمرے کی پوشیدہ آنکھ میں جھانکا۔ اُس کے ہونٹ خفیف سے کھُل گئے اور آنکھیں خوابناک ہوگئیں۔ لمحہ بھر کو ایرک اُن میں ڈُوب کر رہ گیا... پھر اُس نے اپنے آوارہ خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور اپنے مسائل کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "سینیٹر کی طرف سے کوئی اطلاع؟" اُس نے پُوچھا۔

"کوئی نہیں۔"

"ممکن ہے، اُس نے جشن منسُوخ کر دینے کا فیصلہ کرلیا ہو۔" ایرک

نے پُراُمّید لہجے میں کہا۔

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔" کمشنر نے کہا۔ "میں نے اُن تک آپ کا پیغام پہنچایا تھا اور جواب مِلا تھا کہ جشن میں شرکت ہر حال میں کی جائے گی۔"

"اور یہ جواب کس نے دیا تھا؟" ایرک نے کچھ سوچتے ہُوئے پُوچھا۔

"مِس ٹریسا نے۔" کمشنر نے جواب دیا۔ "سینیٹر کی بہت سی ذمّے داریاں اُس نے سنبھال رکھی ہیں۔"

ایرک نے کہا تھا کہ اُس کا پیغام بلاواسطہ سینیٹر تک پہنچایا جائے اُسے اس بات پر حیرت نہیں ہُوئی کہ اُس کی تنبیہ سینیٹر تک نہیں پہنچ سکی۔ "سینیٹر کے فارم ہاؤس کی طرف بھی کوئی ریموٹ کیمرہ نصب ہے؟" اُس نے پُوچھا۔ اب اُسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ وقت پر نہیں پہنچ سکے گا۔

منظر تبدیل ہوگیا۔ فارم ہاؤس کے باہر متعدد پولیس والے اپنی موٹر سائیکلیں سنبھالے کھڑے تھے۔ کچھ باوردی اور کچھ سادہ لباس پولیس والے، ایک سرکاری لیموزین کو گھیرے کھڑے تھے۔ گاڑی کے عقبی بمپر کے ساتھ باڈی گارڈز کے لیے ایک چھوٹا سا پلیٹ فارم منسلک تھا۔ پلیٹ فارم پر دو افراد تاش کھیل کر وقت گزاری کر رہے تھے۔

"یہ تو بہت زیادہ ہیں۔" ایرک نے کہا۔ "خود ایک دوسرے کے لیے رُکاوٹ بن جائیں گے۔ اور ہاں، سادہ لباس والے کیوں؟"

"یہاں معاملہ میرے ہاتھوں سے نکل چُکا ہے۔" کمشنر نے کہا۔ "ایف۔ بی۔ آئی، سیکرٹ سروس اور سی۔ آئی۔ اے… ان کے سامنے میں بے بس ہُوں۔"

"ایف۔ بی۔ آئی؟" ایرک کے لہجے میں حیرت تھی۔ "اُنھیں کس نے بُلایا؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ یہ تو ہمیشہ غیر متوقع طور پر ٹپک پڑتے ہیں۔" کمشنر نے مُنہ بنا کر کہا۔

ایرک کو بھی وہاں اُن کی موجودگی پسند نہیں آئی۔ وہ کسی بھی مُلک کی اندرونی فورسز سے مڈبھیڑ ناپسند کرتا تھا۔ ان سب میں محکمہ جاتی تنگ نظری اُسے ہمیشہ کھلتی تھی۔ اس وقت اُسے یہ جان کر غصّہ آیا کہ اُسے اُنھیں بھی بُھگتنا پڑے گا۔

"کون سے ہیں، وہ؟" اُس نے پوچھا۔

"وہ جو لیموزین کے عقبی پلیٹ فارم پر بیٹھے تاش کھیل رہے ہیں۔" کمشنر نے کہا۔ "اُنھوں نے بالخصوص کار کے ساتھ سفر کرنا پسند کیا ہے۔ سیکرٹ سروس والے بھی اس بات سے ناخوش ہیں اِنھیں تو تربیت ہی اس بات کی دی جاتی ہے۔ بہر حال، سمجھوتا ہوگیا ہے اب سیکرٹ سروس والے، سینیٹر کے ساتھ کار کے اندر بیٹھیں گے۔"

"پھر اُنھیں دُگنا کر دو۔" ایرک نے کہا۔ "ایسے ہر آدمی کے پیچھے اپنا ایک آدمی رکھو۔" اُس نے امریکہ کے دیوار گیر نقشے پر نظر ڈالی۔ کاش، سینیٹر آدھ گھنٹہ اور رُک جائے، تب وہ وقت پر پہنچ سکے گا۔ "کمشنر! اب تم مجھے ہر لمحے اور ہر بات سے باخبر رکھنا، خواہ وہ کتنی ہی غیر اہم ہو۔" اُس نے کہا۔ کمشنر نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ "اور ریموٹ کیمرے چلتے رہیں۔ میں سینیٹر کا پورا سفر دیکھنا چاہُوں گا۔" پھر وہ پوری توجّہ سے اس منظر میں محو ہوگیا۔

بُدھ… آٹھ بج کر ستائیس منٹ، شب۔

سینیٹر، فارم ہاؤس سے نکلنے کے مُوڈ میں نہیں تھا۔ وہ بہت مضمحل اور تھکا ہُوا تھا۔ انتخابی مہم نے اُس کے تمام کَس بَل نکال دیے تھے۔ اُس پر اُس کی نئی نویلی، توانائیوں سے بھرپور اور جوان دُلہن کے تقاضے… لیکن وہ ایفائے عہد کا بھی قائل تھا۔ دوسری طرف انتخابی مُہم کے دوران پیش آنے والے دہشت انگیز واقعات۔ اُسے یقین تھا کہ وہ آج اس گھر سے نکلا تو دوبارہ وہاں داخل نہیں ہوسکے گا۔

اُس نے ٹریسا سے ان خدشات کا ذکر کیا تھا لیکن خلافِ توقّع ٹریسا کا ردِّ عمل غیر ہمدردانہ تھا۔ اُس نے ٹریسا کے سامنے اُن اموات کا ذکر بھی کیا تھا جو غیر فطری تھیں اور ایک ہی زنجیر کی کڑیاں معلوم ہوتی تھیں۔ بیٹس، اُس کی اپنی بیوی اور کویت کا سفیر… اُس نے خود کو ملنے والی دھمکیوں کا حوالہ بھی دیا تھا لیکن ٹریسا نے اُس کے خدشات کو وہم قرار دے کر مسترد کر دیا تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ ڈیوی جیسے شکست خوردہ حریف، دھمکیوں کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اُس نے ڈیوی کو اسی لیے مدعُو بھی کر لیا ہے۔

سینیٹر قائل نہیں ہو سکا تھا۔ وہ، گورنر کے نام ایک خط لکھنے بیٹھ گیا تھا۔ وہ خط، سینیٹر کی موت کی صورت میں گورنر کو پہنچانا، ٹریسا کی ذمّے داری تھی۔ سینیٹر نے بہت سوچا تھا۔ وہ تمام اموات حادثاتی تھیں لیکن ان تمام اموات میں تیل، ایک قدرِ مشترک تھا… تشویشناک بات یہ تھی کہ کویت کے سفیر کو اُس وقت قتل کیا گیا، جب وہ سینیٹر کے واشنگٹن والے اپارٹمنٹ سے محض چند قدم دُور گیا تھا۔ وہ اُسے اِنٹریکس اور کویت سنڈیکیٹ کے معاہدۂ انضمام کی نقل دے کر رُخصت ہو رہا تھا۔ سفیر کے قاتل کو پولیس نے شُوٹ کر دیا تھا… پولیس کو یقین تھا کہ وہ راہزنی کی واردات تھی… لیکن سینیٹر بہر حال، غیر مطمئن تھا۔

سینیٹر بہادر انسان تھا۔ عام حالات میں وہ ان دھمکیوں کو

ہرگز خاطر میں نہ لاتا لیکن سینیٹ کی سب کمیٹی کی سماعت میں اُسے ہی بولنا تھا۔ کچھ ہو جانے کی صُورت میں اُسے یہ اطمینان بہر حال کر لینا تھا کہ سماعت میں خلل نہ پڑے۔ وقت کی بڑی اہمیّت تھی۔ اتنی مُہلت نہیں تھی کہ اِنٹریکس کے ڈائریکٹرز سے رابطہ قائم کیا جائے۔ وہ پہلے بھی یہی کرنا چاہتا تھا لیکن ٹریسا نے اُسے باز رکھا۔ سینیٹر کو یقین تھا کہ وہ سب معزّز اور وطن دوست لوگ ہیں۔ اگر اُنھیں صُورتِ حال کا عِلم ہو جائے تو وہ کبھی انضمام کی توثیق نہیں کریں گے۔ وہ اپنے اندیشوں کی وجہ سے ٹریسا سے کیے ہُوئے وعدے کو نہیں بھُلا سکتا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ جشن کے موقعے پر اپنی اور اُس کی شادی کا باضابطہ اعلان کر دے گا۔ تاہم اُس نے گورنر کے نام خط میں تمام تفصیل لکھ کر اپنے طور پر ہر ممکن احتیاط برتی تھی۔

اُسے یقین تھا کہ ٹریسا گورنر کو سنبھال لے گی۔ ٹریسا کی اہلیتوں کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ دماغ سمیت اپنے جسم کے ایک ایک عضو کا استعمال جانتی تھی۔

"وارن! ابھی تم فارغ نہیں ہُوئے؟" کسی نے سرگوشی کی۔

سینیٹر بُری طرح چونک اُٹھا۔ اگرچہ دبیز قالین بھی آہٹیں جذب کر لیتا ہے، اس کے باوجود وہ جانتا تھا کہ ٹریسا بغیر کسی آہٹ کے اپنے شکار پر چیتے کی طرح لپکنے کی صلاحیّت رکھتی ہے۔ اُس نے گردن گھُما کر ٹریسا کی طرف دیکھا۔

"ذرا مجھے یہ لاکٹ پہنا دو۔" ٹریسا نے رقص کے سے انداز میں نیم دائرے میں گھُومتے ہُوئے کہا۔

اس وقت وہ دل ہی دل میں، ایک مکمّل منصُوبہ بنانے پر ڈیوڈ کانسٹنٹائن کو مبارک باد دے رہی تھی۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو گی کہ سینیٹر ہر قدم پر وہی کچھ کر رہا تھا جس کی توقّع کی گئی تھی۔ پہلے تو اُس کا خیال تھا کہ شاید سینیٹر قدرتی موت کا شکار ہو جائے گا۔ اُس نے سینیٹر کو تھکا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بہر حال، سینیٹر، اُس کی جوانی کے تُند اور اتھاہ سمندر میں نہیں ڈُوب سکا تھا۔ چنانچہ اب متبادل منصُوبہ نمبر دو پر عمل کرنا تھا۔

اچانک سینیٹر وارن نے ٹریسا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"وارن…" ٹریسا نے تنبیہ کی۔ "یہ نہ بھُولو کہ تم روانگی کے لیے تیار ہو۔"

"جہنّم میں ڈالو۔" سینیٹر نے وحشیانہ انداز میں کہا۔

"وارن! اپنے مہمانوں کا خیال کرو۔ ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔" ٹریسا کا لہجہ سخت ہوگیا۔

سینیٹر نے ہچکچاتے ہُوئے اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"جشن کے بعد بھی تو ہم زندہ رہیں گے۔" ٹریسا نے اُسے تسلّی دی۔

"جشن کے فوراً بعد تو ہمیں واشنگٹن روانہ ہونا ہے۔" سینیٹر نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"وہاں ایک ہوٹل میں تمھارا سوئٹ بھی تو ہے۔" ٹریسا نے اُسے یاد دِلایا۔

"وہاں ہمیں تنہائی کہاں میسّر آئے گی۔" سینیٹر کے لہجے میں احتجاج تھا۔ "تم مِس کوپر کے لیے علیحدہ کمرے کا بندوبست نہیں کر سکتی تھیں؟"

ایک لمحے کے لیے تو ٹریسا کا دل بھی بے ایمان ہوگیا۔ گزشتہ چوبیس گھنٹوں کی سرگرمیوں نے سینیٹر کو نڈھال کر ڈالا ہوگا۔ ممکن ہے، اِس بار، اُس کا دل بند ہی ہو جائے… اب گورنر کے نام وہ خط لکھنے کے بعد، ویسے بھی اُس کا کوئی مصرف نہیں رہا تھا۔ ڈیوڈ یقیناً کھُلے قتل پر طبعی موت کو ترجیح دے گا لیکن ڈیوڈ کا خیال آتے ہی اُسے جھرجھری سی آگئی… ڈیوڈ کی ہدایت تھی کہ ہدایت پر لمحہ بہ لمحہ عمل کیا جائے۔ حدُود سے تجاوز کرنا، منصُوبے کی موت بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ منصُوبے کی کامیابی کا انحصار تابعداری پر تھا۔ وہ خاموشی سے کیبنٹ کی طرف بڑھ گئی۔ کیبنٹ سے ایک چرمی تھیلی نکال کر، اُس نے اُس میں سے دو ٹافیاں نکالیں اور مُنہ میں رکھ لیں… اُسی وقت سینیٹر وارن نے گورنر کو پہنچایا جانے والا خط اُسے سونپ دیا۔

بُدھ… نو بج کر دو منٹ، شب۔

طیّارے نے فضائی پٹّی کو چھُوا تو اُس کی رفتار، حفاظتی اصُولوں کی خلاف ورزی کر رہی تھی۔ جہاز کے رُکتے ہی دروازہ کھُلا اور ایرک نے جھانکا… پھر سیڑھی کی آمد کا انتظار کیے بغیر وہ نیچے کُودا اور تیزی سے اپنی منتظر کمانڈ کار کی طرف بھاگا۔ چند لمحے بعد سائرن بجاتی کار، ائرپورٹ سے ہوٹل جانے والے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ اُس کی چھت پر سُرخ بتّی بھی گھُوم رہی تھی۔

کار کی اگلی سیٹ پر دو باوردی پولیس والے بیٹھے تھے۔ عقبی نشست پر ایک پولیس والا، ایرک کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ایرک کی فرمائش پر کار میں ایک پورٹیبل ٹی۔ وی اور ہائی فریکوئنسی ٹرانسمیٹر نصب کیے گئے تھے۔ ٹی۔ وی کی اسکرین پر اس وقت سینیٹر کا قافلہ نظر آرہا تھا… سینیٹر کی لیموزین سے منسلک پلیٹ فارم پر دونوں ایف۔ بی۔ آئی والے مستعد بیٹھے تھے۔ پیچھے دو موٹر سائیکلوں کے علاوہ تین اور کاریں بھی تھیں۔ لیموزین کے عین اُوپر ایک پولیس ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہی تصاویر ٹرانسمٹ کی جا رہی تھیں۔

"ہم اُن سے پہلے ہوٹل پہنچ سکتے ہیں؟" ایرک نے پُوچھا۔

"ممکن ہے۔" اُس کے ساتھ بیٹھے ہُوئے کیپٹن بلیک نے جواب

دیا۔ اس کے انداز میں گھبراہٹ تھی۔ اُس نے ٹرانسمیٹر پر ہیلی کاپٹر کے عملے سے کچھ بات کی۔ "اُنھیں وہاں نو بج کر دس منٹ پر پہنچنا ہے۔" وہ ایرک سے مخاطب ہُوا۔ "ہم بھی تقریباً اُسی وقت پہنچیں گے۔"

"خوب..." ایرک نے پُر امید لہجے میں کہا۔ پھر اُس نے آگے جُھک کر ڈرائیور سے کار کی رفتار بڑھانے کی فرمائش کی تھی۔

"بات یہ ہے..." کیپٹن کے لہجے میں پریشانی تھی۔ "...کہ اس راستے سے ہم ہوٹل کے داخلی دروازے تک نہیں پہنچ سکتے۔ تمام سڑکیں بلاک کردی گئی ہیں اور اگر ہم ہوٹل کے گرد چکر لگا کر پہنچنے کی کوشش کریں تو ہمیں دیر ہو جائے گی۔"

"اور عقبی دروازہ... ہوٹل کی اشیائے ضروریات اُسی راستے سے فراہم کی جاتی ہوں گی۔"

"جی ہاں، یہ تو ہے۔"

"بس تو پھر اُسے صاف کراؤ... اور اب بال رُوم تک کے سفر کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ کا بندوبست کرو۔"

کیپٹن بلیک نے اس کی تعمیل کی... پھر اُس نے ایرک کی فرمائش پر کمشنر میکومب کو کیمرے کے سامنے بُلایا۔ "کوئی نئی بات؟" ایرک نے کمشنر کی طرف دیکھتے ہُوئے پُوچھا۔

"ہم نے تین ریوالور اور سات چاقو پکڑے ہیں، دوسرے علاقوں سے آنے والے دو غنڈے گرفتار کیے ہیں۔ ایک انڈین کو پکڑا ہے۔ وہ نشے میں دھت تھا اور سینیٹر کو زیرِ لب بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ سینیٹر کے سوئٹ سے ایک سولہ سالہ لڑکی کو برآمد کیا ہے، جو وہاں چھپی ہُوئی تھی اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"کوئی بات نظرانداز نہ کرنا کمشنر!" ایرک نے ہدایت کی۔ "حملہ ہوگا... یقین کرو، حملہ ضرور ہوگا اور بہت چالاکی سے غیر متوقع ہوگا... میں جانتا ہُوں، اس معاملے میں کون لوگ ملوّث ہیں اور وہ کتنے خطرناک ہیں۔"

کمانڈ کار، کیپٹن بلیک کی ہدایات پر راستے تبدیل کرتی رہی... کار نے اگلا موڑ بہت تیزی سے کاٹا اور دُور تک تین پہیوں پر حرکت کرتی چلی گئی۔

"بہت عمدہ۔" ایرک نے ڈرائیور کو داد دی۔ البتہ اُس کی نظریں اسکرین ہی پر مرکوز تھیں۔

ایک خطرناک موڑ کاٹتے ہُوئے کار، حادثے سے بال بال بچی... اس کے بعد ڈرائیور کچھ محتاط ہو گیا۔ ایرک نے اسکرین پر سینیٹر کے قافلے کو ہوٹل کے سامنے نمُودار ہوتے دیکھا۔ جبکہ وہ ہوٹل سے کم از کم ڈیڑھ بلاک دُور تھے۔

"رفتار تیز کرو۔" ایرک نے کہا۔ ڈرائیور نے تعمیل کی۔

اسکرین پر سینیٹر، خوبصورت لیکن سیاہ فام ٹریسیا کو کار سے اُترنے میں مدد دے رہا تھا۔ پھر وہ اُس کا ہاتھ تھام کر، دونوں جانب رسیوں کی مدد سے روکے گئے مجمعے کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ ایرک کی کار رُکی تو اس وقت سینیٹر، فرنٹ لابی میں داخل ہو رہا تھا۔ پولیس والے اُس کے لیے مجمعے میں راستہ بنا رہے تھے۔ ایک ایف۔ بی۔ آئی والا، سینیٹر کے آگے تھا اور دوسرا پیچھے۔ اُن کے انداز سے چوکنا پن ظاہر ہو رہا تھا۔ اُنھوں نے اپنے ہیٹ اُتار لیے تھے۔ غالباً ہیٹ کے نیچے اُن کے ریوالور ہوں گے۔ ایک پولیس والے کے پیچھے بڑھتے ہُوئے ایرک نے واکی ٹاکی پر کمشنر کو مخاطب کیا۔

"مجھے ایک ایک لمحے کی رپورٹ چاہیے، کمشنر! ہم اس وقت ہوٹل کے عقب میں موجود ہیں۔ جتنی جلد ممکن ہوگا، ہم تم تک پہنچ جائیں گے۔ اب سینیٹر کہاں ہے؟"

"وہ اس وقت بال رُوم میں، مجمعے میں گھرا ہُوا ہے۔" میکومب نے جواب دیا۔ "میرے آدمی اُس کا راستہ صاف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اُسے وہاں سے نکالو۔" ایرک نے تیز لہجے میں کہا۔ وہ اس وقت پولیس والوں کے ہمراہ ہوٹل کے کچن میں تھا۔ کچن کا اسٹاف اُنھیں دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔

"اب وہ پھر حرکت میں ہے۔" لمحہ بھر بعد میکومب کی آواز پھر سُنائی دی۔ "لیکن اس میں ہمارا قصور نہیں۔ سینیٹر کو لوگوں سے ہاتھ مِلانا بہت پسند ہے۔"

"باکس سے کتنی دُور ہے، وہ؟" ایرک نے پُوچھا۔ وہ لوگ اب کچن سے نکل چکے تھے اور ایک کاریڈور سے گزر رہے تھے... وہاں بہت سے دروازے تھے جن کے ذریعے ویٹرز، ریسٹورنٹ اور مختلف بینکوئٹس میں آجا سکتے تھے۔ ویٹرز، اُنھیں دیکھ کر، دیواروں سے چپک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ایرک بہت تیزی سے قدم اُٹھا رہا تھا۔

"وہ اب باکس میں داخل ہو رہا ہے۔" لمحہ بھر بعد میکومب نے اطلاع دی۔

وہ چاروں، کاریڈور سے نکلے اور ریوالونگ دروازوں کے ذریعے بال رُوم میں داخل ہو گئے۔ ایرک کو ایک نظر میں اندازہ ہو گیا کہ وہ غلط راستے سے بال رُوم میں پہنچے ہیں۔ وہ سینیٹر کے باکس سے کم از کم پچاس گز دُور تھے۔ زاویہ ایسا تھا کہ وہ لوگوں کی وجہ سے باکس کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔

"ہم، میزنائن فلور تک کیسے پہنچیں گے؟" ایرک کے لہجے میں

بے تابی تھی۔

پولیس والوں میں سے کسی کو اس بارے میں کچھ علم نہیں تھا... ایرک بڑبڑاتا ہُوا، دروازے کی طرف پلٹا اور اُس نے ایک ویٹر کو روک کر اُس سے بھی وہی سوال کیا پھر وہ خوف زدہ ویٹر کے پیچھے چل دیا۔

"سینیٹر ایک مختصر تقریر کا ارادہ رکھتا ہے۔" میکومب نے پھر اطلاع دی۔

"تیز چلو۔" ایرک نے ویٹر کو ڈانٹا۔ وہ تقریباً بھاگنے لگا۔ ایرک اُس کے ساتھ ساتھ تھا۔

"میں، سینیٹر کی تقریر سُنواؤں؟" میکومب نے پوچھا۔

"نہیں، بس اُس پر نظر رکھو۔ ہم ایک منٹ بعد باکس کے عقبی حصّے میں ہوں گے۔"

"ارے..." دفعتاً میکومب کے لہجے سے تفکّر جھلکنے لگا۔ "بال رُوم کے داخلی دروازے کے قریب لوگ جمع ہو رہے ہیں... اوہ! یہ تو ڈیوی ہے۔ وہ چیخ کر کچھ کہہ رہا ہے۔"

"اپنے آدمی اُس کے پیچھے لگا دو۔" ایرک چیخا۔

"سب ٹھیک ہے۔" میکومب کے لہجے میں اطمینان تھا... "دونوں ایف۔ بی۔ آئی والے اُس کے دائیں بائیں چپک گئے ہیں۔"

ویٹر نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ دروازہ لاک تھا۔ جِھری سے نظر آ رہا تھا کہ ایک پولیس والا اندر کی طرف دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا ہے۔ کیپٹن نے چیخ کر اُسے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ لمحہ بھر بعد دروازہ کُھلا۔ ایرک نے اندر قدم رکھا... لیکن اُسے صرف اتنی ہی مُہلت مِل سکی کہ وہ سینیٹر کے قتل کا منظر دیکھ لے۔

ایف۔ بی۔ آئی کے دونوں آدمی سینیٹر کے باکس میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب کو ہو گئے۔ ہجوم بہت زیادہ تھا۔ آرکسٹرا، اوکلاہاما کی عظمت کے گیت سُنا رہا تھا۔ سینیٹر کا بس چلتا تو وہ وہاں موجود ہر شخص سے ہاتھ مِلاتا۔ اُس کی نوبیاہتا بیوی نے بڑی مضبُوطی سے اُس کا بایاں ہاتھ تھام رکھا تھا اور وہ مجمعے کی طرف مُسکراہٹ اُچھال رہی تھی۔

دونوں ایف۔ بی۔ آئی والے کچھ دُور تک اُن کے ساتھ چلتے رہے پھر وہ ایک ایسی جگہ رُک گئے جہاں سے وہ داخلی دروازے اور باکس، دونوں پر نظر رکھ سکتے تھے۔ اُن کے دائیں ہاتھ ہیٹ تھامے ہُوئے تھے۔ وہ باکس تک جانے والے زینوں کے وسط میں کھڑے، ہجوم کو خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں طویل القامت تھے اور اُن کے چہرے بے تاثر تھے۔ اُن میں جو نسبتاً بھاری بھرکم تھا، اُس کے بالوں سے جھلکتی سفیدی اُسے اپنے ساتھی سے زیادہ مُعمّر ثابت کر رہی تھی۔

اُس کا انداز بھی زیادہ پُراعتماد تھا۔ وہ ٹٹولنے والی نگاہوں سے وہاں موجود ایک ایک شخص کا جائزہ لے رہا تھا۔

سینیٹر نے ایف۔ بی۔ آئی اور سیکرٹ سروس والوں کی موجودگی قبُول کرنے سے انکار کردیا تھا لیکن واشنگٹن سے دو افراد بطورِ خاص بھیجے گئے تھے۔ اوکلاہاما ائرپورٹ پر جہاں واشنگٹن سے آنے والے طیارے کے مسافر اُتر رہے تھے، ایک سیاہ کیڈلاک کھڑی تھی۔ اس میں بھی دو افراد موجود تھے۔ کار پر دونوں جانب ریاست اوکلاہاما کے پرچم لہرا رہے تھے۔ ایف۔ بی۔ آئی کے دونوں آدمی اپنے طور پر جانا چاہتے تھے لیکن کیڈلاک والوں نے اُنھیں سختی سے مطلع کیا تھا کہ سینیٹر، اُن سے ملنا چاہتا ہے۔ اُنھوں نے ہچکچانے کے باوجود کیڈلاک میں بیٹھنا ہی مناسب سمجھا۔

سینیٹر کے فارم ہاؤس کے راستے میں ایک بے حد سُنسان اور طویل سڑک بھی تھی۔ ڈرائیور کے برابر بیٹھے ہُوئے طویل القامت شخص نے مُسکرا کر عقبی نشست پر بیٹھے ہُوئے ایف۔ بی۔ آئی والوں کو دیکھا۔ اُن دونوں نے بھی لمحہ بھر کو اُسے بڑے تجسّس سے دیکھا پھر اُنھوں نے اگلی نشست سے اعشاریہ اڑتیس کی سیاہ نال اُبھرتی دیکھی تو اُنھیں خطرے کا احساس ہُوا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ اگلے ہی لمحے اُن کی آنکھوں میں وہ نظّارہ منجمد ہو چکا تھا۔

ایک گھنٹہ بعد، دونوں ایف۔ بی۔ آئی والے ایک کھائی میں بِکھرے پڑے تھے۔ وہی وقت تھا جب طویل القامت جیک اور اُس کے نسبتاً کم عمر ساتھی ایل نے کمشنر کے سامنے ایف۔ بی۔ آئی کے شناختی نشان پیش کیے اور سینیٹر کے حفاظتی انتظامات میں عملاً شریک ہو گئے۔

اُن کا اندازہ درست نکلا تھا۔ کمشنر نے جس برہمی کا مظاہرہ کیا تھا وہ اُس کے احساسِ کمتری کا مرہونِ منت تھا۔ اُس نے حفاظتی انتظامات پر گفتگو کرنے سے یکسر انکار کر دیا تھا۔ اُس نے کہا کہ اُسے ایف۔ بی۔ آئی کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ وہ آزاد ہیں، جو جی چاہے کریں لیکن اُس کے راستے میں حارج نہ ہوں۔

فارم ہاؤس سے وہ، سینیٹر کی گاڑی کے پلیٹ فارم پر سوار ہو کر آئے تھے۔ بال رُوم میں داخل ہوتے ہی اُنھوں نے اپنے نکتۂ نظر سے پسندیدہ جگہ چن لی تھی۔ اُنھیں پولیس سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ سینیٹر کو قتل کرنے کا حُکم، اُنھیں ڈیوڈ کی طرف سے چوبیس گھنٹے پہلے مِلا تھا۔ لندن سے جن دو افراد کو اس کام کے لیے آنا تھا، وہ کسی مصیبت میں پھنس جانے کی وجہ سے نہیں آسکے تھے۔ چنانچہ اسٹیسی کو پرنے فون کر کے، اُن دونوں کو شکاگو سے طلب کر لیا تھا۔ وہ دونوں ماضی

ہلن بھی ڈیوڈ کے لیے کام کرتے رہے تھے لیکن وہ اس کی مشین کے پُرزے نہیں تھے۔ بہرحال، وہ اپنے کام کے ماہر تھے۔ اسی لیے ڈیوڈ نے یہ فیصلہ اُن پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اس کام کو کس طرح پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔

سینیٹر اور اُس کی بیوی، باکس کی آخری سیڑھیوں پر پہنچ گئے تھے۔ جیک اور ایل کی نظریں، بال رُوم کے داخلی دروازے پر جمی ہُوئی تھیں۔ دروازے کے قریب کا ہجوم کافی حد تک چھٹ چُکا تھا... بیشتر مہمان اپنی نشستوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آخر انھیں وہ شخص نظر آگیا، جس کے وہ منتظر تھے۔ بال روم میں موجود لوگوں کی توجّہ وِکٹری باکس کی طرف تھی۔ جیک نے اپنے ساتھی کو ٹہوکا دیا۔

ڈیوی پچاس برس کے لگ بھگ ایک بھاری بھرکم شخص تھا۔ وہ مُسکرا رہا تھا۔ کچھ لوگوں نے اُس سے ہاتھ مِلایا لیکن بیشتر اُسے کڑی نظروں سے گھُورتے رہے تھے۔ ڈیوی، بال رُوم کے وسط میں پہنچا تو جیک اور ایل تیزی سے سیڑھیاں اُترنے لگے۔ آرکسٹرا فضا میں موسیقی بکھیر رہا تھا۔ مہمانوں میں بہت کم لوگ اس بات سے واقف تھے کہ سینیٹر کا شکست خوردہ حریف بھی اُس کے جشنِ فتح میں شریک ہونے کے لیے آپہنچا ہے۔ وہ سینیٹر کو دیکھ رہے تھے، جو اِرد گِرد کھڑے لوگوں سے ہاتھ مِلا رہا تھا۔

پھر لوگوں کو ڈیوی کی آمد کا عِلم ہوگیا۔ راستے میں کھڑے ہُوئے لوگ اِدھر اُدھر ہٹنے لگے۔ وہ فاتح اور مفتوح کے راستے میں حائل ہونے سے بچ رہے تھے۔ دونوں ایف۔بی۔آئی والے بڑھتے رہے۔ اُنھیں سینیٹر سے کم ازکم بیس فٹ دُور، ڈیوی کا راستہ کاٹ دینا تھا۔ وہ بڑھتے رہے۔ ڈیوی بھی بڑھتا رہا۔ اچانک ان دونوں نے ڈیوی کو دائیں بائیں سے تھام لیا۔ ایل نے ڈیوی کے پیچھے پوزیشن سنبھالی تھی جبکہ جیک نے اُسے سامنے سے گھیرا تھا۔ پیچھے کوئی دس بارہ افراد تھے جو آگے بڑھنے کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے لیکن پستہ قامت ڈیوی اُن دونوں کے درمیان چھُپا ہُوا تھا۔

ڈیوی کی مُسکراہٹ متزلزل ہوگئی لیکن جیک نے مُسکراتے ہُوئے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ مُسکرانے لگا۔ پیچھے سے ایل نے ڈیوی کے بڑھے ہُوئے ہاتھ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اُس نے ڈیوی کے ہاتھ پر اعشاریہ بتیس کا ریوالور رکھ دیا۔ اسی لمحے جیک نے اُس کا ہاتھ تھام لیا اور ریوالور چھُپ گیا۔ دونوں آدمیوں کی وجہ سے حاضرین میں سے کوئی یہ منظر نہ دیکھ سکا۔ بعد میں کچھ لوگوں نے گواہی دی کہ... وہ دونوں بیک وقت ڈیوی کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کر رہے تھے۔

قُدرتی طور پر ڈیوی نے خود کو چھُڑانے کی کوشش کی۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر اُس نے زور لگایا اور اُس کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی لیکن وہ پوری طرح اُن کے قابُو میں تھا۔ جیک بہت تیزی سے اُس کے پہلُو کی طرف آیا۔ اب ڈیوی اور سینیٹر کے درمیان راستہ بالکل صاف تھا۔ اسی لمحے سینیٹر نے بال رُوم کی طرف دیکھا۔ اُس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی تین گولیاں اُس کے سینے میں راستہ بنا چکی تھیں۔

یہ سب کچھ تین سیکنڈ سے بھی کم وقت میں ہُوا تھا۔ موسیقی اور لوگوں کا مِلا جُلا شور مرتعش ہُوا... اور پھر اچانک خاموشی چھا گئی پھر چیخیں گونجیں، بھگدڑ مچی اور پولیس والے چکرا کر رہ گئے۔

اس وقت تک ایل اور جیک، ڈیوی پر چھا چکے تھے۔ وہ اُس سے ریوالور چھیننے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کوشش کے دوران وہ تینوں ہی فرش پر ڈھیر ہوگئے اور اس کا نتیجہ دو مزید فائروں کی صُورت میں نکلا۔ ڈیوی مُنہ کے بل فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ پستول اُس کے ہاتھ سے پھسل گیا۔ اُس کے سر میں دو گولیاں پیوست تھیں۔

"اُٹھو..." جیک دہاڑا۔ اُن تینوں کے گرد، دس بارہ پولیس والے اکٹھا ہوگئے تھے۔ وہ لوگوں کو دھکیل رہے تھے۔

جیک نے اُلجھن زدہ پولیس والوں پر نظر ڈالی۔ سارا مجمع، باکس میں گرے ہُوئے سینیٹر کے گرد اکٹھا ہو رہا تھا۔ جیک اور ایل نے اپنے گرد کا حلقہ توڑا اور بڑے جارحانہ انداز میں سینیٹر کی طرف بڑھے۔ جیک نے ایک پولیس والے کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا۔ "لوگوں کو سینیٹر سے دُور ہٹاؤ۔" اُس نے حُکم دیا اور پھر دوسرے پولیس والے کی طرف متوجّہ ہُوا۔ "اور تم سارے دروازے بند کراؤ۔"

پولیس والا ہچکچایا لیکن پھر کچھ سوچ کر حُکم کی تعمیل میں مصروف ہوگیا۔ جیک اور ایل نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اُن کے چہروں پر شکست خوردہ اور برہم افسروں کا سا تاثر تھا۔ پھر وہ خود بھی، اُس پولیس والے کے پیچھے چل دیے، جسے جیک نے تمام دروازے بند کرنے کا حُکم دیا تھا۔

☆☆☆

بُدھ... سوا نو بجے شب۔

کمشنر میکومب کو اس واردات نے دہلا دیا تھا جسے وہ محض بے بسی سے دیکھنے کے سوا کچھ بھی نہ کر سکا تھا۔ سینیٹر کو اُوپر اُس کے سوئٹ میں لے جایا جا رہا تھا۔ کمشنر، کرنل ایرک کی طرف بڑھ گیا جو ڈیوی کی لاش کا معائنہ کر رہا تھا۔

"وہ دونوں ایف۔بی۔آئی والے کہاں ہیں؟" ایرک نے اُس سے پُوچھا۔

میکومب نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ فرض کیے بیٹھا تھا کہ

وہ جہاں تھے، وہیں ہوں گے۔ "مارٹی..." اُس نے قریب کھڑے ہُوئے ایک پولیس والے سے پُوچھا۔ "وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"میں نے ابھی اُنھیں لابی کی طرف جاتے دیکھا ہے۔"

"تم نے اُنھیں روکا کیوں نہیں؟" کمشنر نے ڈانٹ کر کہا۔ "میں نے کہا تھا، اُن پر نظر رکھنا۔"

"میں... ایف۔بی۔آئی والوں کو روکتا؟"

"آؤ، کمشنر! ہمیں اُن کے پیچھے جانا ہے۔" ایرک نے مداخلت کرتے ہُوئے کہا۔

میکومب، ایرک کے پیچھے لپکا۔ لابی میں اُن دونوں کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ باہر نکل کر، اُنھوں نے اُنھیں ہوٹل کی عمارت کے ساتھ ساتھ مُڑتے دیکھا۔ وہ چیخنے ہی والا تھا لیکن کرنل کی نگاہوں کی سختی نے اُسے باز رکھا۔ کرنل نے اُسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور دیوار کے ساتھ ساتھ چپک کر بھاگنے لگا۔ موڑ پر پہنچ کر، اُس نے ایک دم مُڑنے سے گریز کیا تھا۔

وہ دونوں آدھا بلاک دُور تھے اور سینٹرل پارک کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کرنل، اُن کے پیچھے پیچھے چلتا رہا لیکن وہ اُن سے چھُپ کر اُن کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ پارک تک پہنچے تو کرنل کا ہاتھ اپنی جیب میں رینگ گیا۔ دوسرے ہی لمحے اُس کے ہاتھ میں لمبی نال والا ایک ریوالور نظر آیا۔ کمشنر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں لیکن حیرت اور تجسّس کے باوجود، اُس نے بھی اپنا ریوالور نکال لیا... پھر وہ پارک میں داخل ہوگئے۔ پارک زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن گھاس پر اُن کے قدموں کی آہٹ بلند نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ایک فوّارے کے سامنے اُن دونوں تک جا پہنچے۔

"کسی اور کام کی تیاری ہے؟" کرنل نے نرم لہجے میں پُوچھا۔

وہ دونوں بہت تیزی سے پلٹے۔

اُس کے بعد کیا ہُوا؟ یہ میکومب کی سمجھ میں کبھی صحیح طور پر نہیں آیا۔ اُسے یہ شک نہیں تھا کہ وہ دونوں، ایف۔بی۔آئی سے متعلق نہیں ہیں۔ حالانکہ اُن کا رویّہ اُسے اُلجھن میں مُبتلا کرنے والا تھا اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لیکن ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ وہ جن کا تعاقب کر رہا ہے، وہ اُس سے زیادہ با اختیار ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے فائر کرنے میں دیر ہُوئی... اور فائر بھی اُس نے کرنل کے کہنے پر کیا تھا۔

چار فائر ہُوئے تھے۔ اُن میں دو تاخیری تھے۔ کمشنر کو اُس بات پر بھی حیرت تھی کہ ایف۔بی۔آئی والوں نے بلاضرورت بہت پھُرتی سے ریوالور نکالے تھے۔ اب وہ دونوں مر چکے تھے۔

"بہت عُمدہ..." کرنل نے کہا۔

"اوہ، خُدا... ایف۔بی۔آئی والے... اب کیا ہوگا؟ وہ تو ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔"

"آرام سے کمشنر!" کرنل نے کہا۔ "یہ جعلی ایف۔بی۔آئی والے ہیں۔ مجھے پہلی نظر ہی میں سمجھ لینا چاہیے تھا۔" اُسے خود پر غصّہ آرہا تھا... اُس نے جھُک کر، اُن دونوں کی جامہ تلاشی لی۔ اُسے یقین تھا کہ اُسے کوئی خاص چیز نہیں مِلے گی۔ ہُوا بھی یہی... پھر دُور سے پولیس والوں کے بھاگتے قدموں کی آہٹیں سُنائی دینے لگیں۔

"لیکن انھوں نے ڈیوی کو کیوں مار ڈالا؟" میکومب نے پُوچھا۔

"وہ اُن کا بے خبر مُہرہ تھا... اور اب اُس کی کوئی ضرورت نہیں رہی تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے، سینیٹر کو قتل کرنے کے بعد وہ بے مصرف ہوگیا تھا؟"

"ڈیوی نے سینیٹر کو قتل نہیں کیا، بلکہ خود انھوں نے کیا ہے۔ کیمروں کی ریکارڈنگ دیکھنا، تمھیں خود پتا چل جائے گا۔ اُنھوں نے یہ ظاہر کرنا چاہا تھا کہ ریوالور، ڈیوی نے نکالا ہے لیکن درحقیقت اُنھوں نے اُسے ریوالور زبردستی تھمایا تھا۔ ڈیوی کے سُوٹ کی تمام جیبیں صرف ظاہری طور پر جیبیں تھیں۔"

ہانپتے ہُوئے پولیس والے، ایرک اور میکومب کو مُردہ ایف۔بی۔آئی والوں کے قریب کھڑے دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔

"اب معاملات تم سنبھالو، کمشنر!" ایرک نے کہا۔ "مجھے ابھی ہوٹل جانا ہے۔" ابھی بیوہ کا معاملہ باقی تھا۔ ایرک کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُس کا اِس میں کیا رول تھا۔ بیٹس کی بیوہ کو ترکے میں کمپنی کے اسٹاک مِلے تھے، ایوا فینسٹرو کو شوہر کی موت کے بعد حکُومت مِلی

تھی، سائیرس کی بیوہ کو شوہر کا تمام کاروبار ملا تھا... سینیٹر کی بیوہ کو کیا ملنا تھا؟

بُدھ... نو بج کر چوبیس منٹ۔

ایرک، ہوٹل کے مخصوص اسے۔ انے سوئٹ پہنچا... تو حلف برداری کی رسم ختم ہونے والی تھی۔"... اور تم اپنی تمام آئینی ذمّے داریاں پوری کرو گی۔"

"میں حلف اُٹھاتی ہوں۔" ٹریسا وارن نے دایاں ہاتھ بلند کر کے، بایاں ہاتھ بائبل پر رکھتے ہوئے کہا۔ گورنر حلف لے رہا تھا۔

"سینیٹر! میں سب سے پہلے تمھیں مبارک باد دینے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔" گورنر نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

ایرک نے خاموشی سے وہ منظر دیکھا اور اُس کے وجود میں مایوسیاں بھر گئیں۔ بیڈ رُوم میں سینیٹر کی لاش موجود تھی۔ اس پر چادر ڈال دی گئی تھی اور سرہانے اور پیروں کی طرف شمعیں روشن کر دی گئی تھیں... فوٹو گرافر، تصویریں کھینچ رہے تھے۔ ایرک کو اُس کے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ سینیٹر کی بیوہ، سینیٹر کی جگہ باقی مدّت تک اُس کی ذمّے داریاں پوری کرنے والی تھی۔

گورنر، رپورٹرز کے سوالات کے جواب دے رہا تھا۔ "ایسے مواقع پر قریب ترین رشتے دار کا چناؤ، ایک آئینی روایت ہے۔" وہ کہہ رہا تھا... "اور تیری... میرا مطلب ہے، ٹریسا... مسز وارن کی حیثیت سے اس کی سب سے زیادہ اہل ہیں... پھر مجھے سینیٹر کا خط بھی ملا ہے، جسے ایک طرح کی وصیّت کہا جا سکتا ہے۔ اُس میں سینیٹر نے درخواست کی تھی کہ اگر اُسے غیر معمولی حالات میں موت نصیب ہو تو میں، مسز وارن کو اُس کی جگہ دوں۔ اس خط کا متن جلد ہی جاری کر دیا جائے گا۔" پھر کچھ سوچ کر اُس نے خط کھولا اور بہ آوازِ بلند پڑھنے لگا۔

"ڈیئر گورنر! یہ خط، آپ کو صرف میری موت کی صورت میں ملے گا۔ میں یہی توقع کر رہا ہوں۔ میں تمھیں بتا دوں کہ میں موت سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ میں نے بھرپور زندگی گزاری ہے۔ مجھے افسوس صرف نوجوان اور نو بیاہتا ٹریسا کا ہے جس نے مجھے بڑا آرام دیا ہے۔ تمھیں یاد ہو گا کہ میں نے سینیٹ کی سماعت میں کچھ اہم راز کھولنے کا اعلان کیا تھا لیکن شاید میں اس سماعت کی صدارت نہ کر سکوں۔ اگر میں مار دیا جاؤں تو تم میری جگہ میری بیوہ ٹریسا وارن کو میرا عُہدہ تفویض کر دینا۔ وہ اس سماعت میں شریک ہو گی جسے میں بہت زیادہ اہمیت دے رہا ہوں۔ اُس کے پاس وہ تمام اطلاعات موجود ہیں جو مجھ تک پہنچی ہیں۔ میں نے ایک علیحدہ خط میں اُسے بھی بتا دیا ہے۔ یہ میری آخری خواہشات ہیں۔ تم میرے پُرانے اور محترم دوست ہو، تم میری خواہشات کا احترام کرو گے...

تمھارا دوست، سینیٹر وارن رائٹ"

کیمروں کی کلک کلک سُنائی دی۔ اخبار نویسوں کو ایک سنسنی خیز خبر مل گئی تھی۔

اخبار نویسوں کے جانے کے بعد کمرے پر خاموشی مسلّط ہو گئی تھی۔ گورنر کے اشارے پر اُس کا تمام اسٹاف بھی سوئٹ سے نکل گیا۔ چند منٹ بعد وہاں صرف ٹریسا، اسٹیسی کوپر اور ایرک رہ گئے۔

اسٹیسی کی آنکھیں خشک تھیں لیکن وہ دُکھی نظر آ رہی تھی۔ ایرک یہ علامات پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جلد یا بدیر آنسو بھی بہیں گے۔ اُس نے سوچا کہ ڈاکٹر کو بلانے کا مشورہ دے۔ ڈاکٹر کوئی مسکّن دوا دے دیتا... لیکن پھر وہ زیادہ اہم معاملات کے بارے میں سوچنے لگا۔

"کیا آپ کرنل کانسٹنٹائن ہیں؟" ٹریسا نے پوچھا۔ اُس کے اثبات میں سر ہلانے پر ٹریسا نے اُسے ایک لفافہ تھما دیا۔ لفافہ سربمہر تھا... اور کانسٹنٹائن گھرانے کی مخصوص انگوٹھی کی مُہر استعمال کی گئی تھی۔ ایرک نے اُس کا اپنی انگوٹھی سے موازنہ کیا۔ وہ بالکل ایک سی تھیں... پھر اُس نے لفافہ کھول لیا۔

"پیارے بھائی! اُمیّد ہے کہ جس وقت یہ خط تمھارے ہاتھوں میں ہو گا، میرا منصوبہ کامیابی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہو گا اور تم انتہائی بے بسی اور لاچاری محسوس کر رہے ہو گے۔ اب اس وقت، دُنیا کے تیل کے ذخائر کا بیشتر حصّہ میرے قابو میں ہے اور تم کچھ نہیں کر سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اندازہ لگا چکے ہو گے کہ اس طرح میں کتنا طاقت ور ہو گیا ہوں اور دُنیا تباہی کے کس قدر نزدیک ہے۔ بہرحال، میں اپنی اس قوّت کا سودا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میری شرائط سیدھی سادی ہیں۔ تم یُوں بھی تمام عالمی طاقتوں کی نمائندگی کرتے ہو... میں تمھیں یہ اعزاز بخش رہا ہوں کہ سودا ہونے کی صورت میں تم میری املاک اُنھیں لوٹاؤ گے۔ تمھارا رابطہ، فیصلہ کرنے والوں سے بلا واسطہ ہے، اس لیے میں تیز تر عمل کی توقع کر رہا ہوں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ دس ارب ڈالر سونے کی صورت میں ادا کیے جائیں (میری اُن ہدایات کے مطابق، جو شارٹ ویو ریڈیو پر دی جائیں گی۔) دوسری شرط یہ ہے کہ مجھے جدید ترین امریکن میزائل ڈلیوری سسٹم کا پورا بلو پرنٹ فراہم کیا جائے۔ ایسا ہی ایک بلو پرنٹ رُوسی سسٹم کا بھی دینا ہو گا۔ اس کے علاوہ اِنھی دو ممالک کا ایک ایک انجینئر اور سائنس دان بھی چین کے صُوبے کانسو میں پہنچا دیا جائے۔ وہ میزبان مُلک کو جدید ترین میزائل بنانے میں مدد دینے کے لیے وہاں مہمان کی حیثیت سے رہیں گے۔ یہ تمام شرائط، آنے والے اتوار کو آدھی رات تک پوری ہو جانی چاہئیں... میں تنبیہ کرتا ہوں کہ اگر میری املاک پر زبردستی قبضہ کرنے کی کوشش کی گئی تو میں مکمل تباہی کا حُکم دیتے ہوئے ذرا بھی نہیں ہچکچاؤں گا۔ اس صُورت میں دُنیا کا کیا حشر ہو گا، یہ تم سے بہتر کون جان سکتا ہے... ڈیوڈ کانسٹنٹائن۔"

ایرک نے خط پڑھ کر ٹریسا کی طرف دیکھا۔ وہ اُسے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ توہین کے احساس کو اندر ہی اندر کچلتے ہوئے ایرک نے اپنا چہرہ بے تاثر رکھا۔ واقعی وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ڈیوڈ نے اُسے باندھ لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ صُوبہ کانسو میں میزائل پر تجربات کیے جا رہے ہیں۔

"میں، آپ کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہتا۔" ایرک نے ٹریسا سے کہا۔ اُس نے ٹریسا کے ہاتھ میں ہینڈ بیگ دیکھ لیا تھا۔ ٹریسا نے مُسکراتے ہوئے اسٹیسی کی طرف دیکھا۔

اسٹیسی چونک گئی۔ "ہاں، ٹھیک ہے۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے، اسے ڈرنک کی ضرورت ہے۔" ٹریسا نے ایرک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "پلیز، کیا تم اس کا خیال رکھو گے؟ یہ شیمپئن کی عادی ہے۔"

ایرک نے باری باری اُن دونوں کو دیکھا۔ اُسے اُن میں عجیب سی مماثلت محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ اُسے سمجھنے سے قاصر تھا... پھر اُسے خیال آیا کہ وہ دونوں ایک ہی اسکالر شپ پروگرام کی طالبات رہی ہیں۔ اُن میں یقیناً بہت سی قدریں مشترک ہوں گی۔ "میں اس کا خیال رکھوں گا۔" اُس نے کہا اور ٹریسا چلی گئی۔

"چند منٹ ٹھہر سکتی ہو؟" ایرک نے اسٹیسی سے پُوچھا۔ "مجھے دو ایک ضروری کام کرنا ہیں۔"

اسٹیسی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ایرک کے خیال میں وہ ایک بہادر لڑکی تھی جو دُکھ سے بڑے پُروقار انداز میں لڑ رہی تھی۔ وہ مُسکرایا... اور ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے کئی ٹیلی فون کیے۔ حالانکہ اُس کے خیال میں اب اُن کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔

ایرک، ٹیلی فون سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اسٹیسی اُسے اُسی

حال میں ملی، جس میں وہ اُسے چھوڑ گیا تھا۔ "خاتون نے شیمپئن ہی کہا تھا نا؟" اُس نے بار کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"میں دیکھ چکی ہوں۔" اسٹیسی بولی۔ "یہاں شیمپئن نہیں ہے۔"

"اور کچھ پسند کرو گی؟"

"نہیں... یُوں بھی میں عادی نہیں ہوں۔" اسٹیسی نے کہا۔ اُس کا جسم لرزنے لگا۔ "مجھے شیمپئن کے علاوہ ہر شراب بدمزہ اور تلخ لگتی ہے۔"

اگر حالات اچھے ہوتے تو ایرک یہ سُن کر خوش ہوتا لیکن اس وقت اُسے اپنے شیڈول کی فکر تھی۔ جو کچھ ہو رہا تھا، وہ ویسے بھی اُس کے لیے توہین آمیز تھا۔ "میرا خیال ہے کہ میں شیمپئن بھجوا دیتا ہوں۔" اُس نے کہا۔ "مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ایک فلائٹ پکڑنی ہے لیکن تمھیں اکیلا چھوڑنا بھی اچھا نہیں لگتا۔ تمھارا کوئی دوست، جسے تم بُلانا چاہو۔ تمھارا گھر کہاں ہے؟"

"سینیٹر ہی میرا گھر تھا اور وہی میرا گھرانہ تھا۔" اسٹیسی کے لہجے میں اُداسی در آئی۔ "اور ٹریسا میری واحد دوست ہے۔ پلیز، مت جاؤ... مجھے تنہا مت چھوڑو۔"

"نہ کوئی گھر، نہ کوئی دوست۔" اُس کے لہجے کی سنجیدگی کے باوجود ایرک اس پر یقین کرنے میں متامّل تھا۔ "ویسے تمھارا کیا ارادہ تھا...؟" اُس نے پُوچھا۔

"میں... میں تو سوئٹزرلینڈ واپس جانے والی تھی۔"

ایرک ہچکچایا... پھر اُس نے اپنے ذہن سے تمام شکوک جھٹک دیے۔ "تو میرے ساتھ چلو۔ یہ ہے کہ مجھے ایک جگہ رُکنا پڑے گا۔ بہرحال، میں بھی سوئٹزرلینڈ جا رہا ہوں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" اسٹیسی نے معصوم نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پھر تیار ہو جاؤ۔"

"میرا سامان تو پیک ہے۔" اُس نے بیڈ رُوم کی طرف بڑھتے ہُوئے کہا... پھر وہ ہچکچائی۔ "پلیز، میں اندر نہیں جاسکوں گی۔"

ایرک نے اثبات میں سر ہلایا اور بیڈ رُوم میں چلا گیا جہاں سینیٹر کی لاش رکھی تھی، وہاں اسٹیسی کا ہولڈال اور سُوٹ کیس بھی رکھا تھا۔ ایرک دونوں چیزیں اُٹھا لایا۔

"اور سینیٹر...؟" سوئٹ سے باہر نکلتے ہُوئے اسٹیسی نے پُوچھا۔

"پولیس کمشنر تمام بندوبست کرے گا۔" ایرک نے اُسے تسلّی دی اور دونوں باہر آگئے۔ اُنھیں شیمپین کے لیے رُکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایرک کے طیّارے میں ہر شراب کی وافر مقدار موجود تھی۔

☆☆

جمعرات... دو بجے، سہ پہر۔

ڈیوڈ، اِنٹریکس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اجلاس میں شرکت کے لیے پہنچا تو کچھ بے چین تھا۔ ہنسا طیّارہ، بہاماز کے شمال مغرب میں اُترا تھا۔ گود میں رکھی ہُوئی فائلوں کا جائزہ لیتے ہُوئے اُس نے چلتے پُھرتے... یہ فائلیں، اِنٹریکس کے بورڈ کے ہر ڈائریکٹر سے متعلق تھیں۔ ڈیوڈ نے ہر بات ذہن نشین کرلی تھی۔ وہ خود کو بھی کسی غلطی کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ تجربات نے اُسے سکھا دیا تھا کہ انسان خود ہی اپنے خلاف مؤثر ترین ہتھیار ثابت ہوتا ہے۔

اِنٹریکس پٹرولیم پر اُس کا کنٹرول، اُس کے منصوبے کا اہم ترین موڑ تھا۔ بیٹس کے دستخط، انضمام کے معاہدے پر پہلے ہی ثبت تھے... لیکن ڈائریکٹرز سے بہرحال، انضمام کی توثیق کرانا بھی ضروری تھا۔ اگر اکثریت نے اس فیصلے کو مسترد کردیا تو ڈیوڈ کا منصوبہ وقتی طور پر خطرے میں پڑ سکتا تھا۔ اب اس اسٹیج پر التوا اُس کے لیے قابلِ قبول نہیں تھا۔ اُسے بہرحال، بورڈ کے ڈائریکٹرز کی تائید اور تعاون درکار تھا۔

امکان یہ تھا کہ بورڈ کے ممبروں میں سے پانچ یا چھ ممبر موجود ہوں گے۔ وہ سب محتاط اور مشکوک ہونے کے علاوہ انضمام کے خلاف بھی ہوں گے۔ اِنٹریکس کے اسٹاک کی قیمت، ساٹھ ڈالر سے بھی کم ہوچکی تھی۔ اس صُورت میں انضمام کے بعد، اِنٹریکس کی حیثیت ایک ماتحت فرم کی سی رہ جاتی۔ بورڈ کے ممبروں کو تو اس پر یقین ہی نہیں آئے گا کہ بیٹس ایسا معاہدہ بھی کرسکتا تھا۔

وہ سب امریکہ کے بہت نمایاں کاروباری تھے لیکن اُن میں سے کوئی بھی قوتِ فیصلہ، توانائی اور کاروباری شعُور کے معاملے میں بیٹس کا ہم پلّہ نہیں تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ بیٹس اُنھیں کوئی اہمیت نہیں دیتا ہوگا۔ ڈیوڈ نے آخری فائل بند کی اور اُسے پروفیسر کی طرف بڑھایا پھر زیرِلب مُسکرا دیا۔ پروفیسر فورڈ نے فائلوں پر ایک سرسری سی نظر ڈالی۔ یہ فائلیں اُسی نے تیار کی تھیں۔

پروفیسر ایک مُنحنی سا آدمی تھا۔ اُس کی عُمر باسٹھ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ معاشیات کے موضوع پر چار کتابیں تصنیف کرچکا تھا لیکن ان کتابوں پر ساری دُنیا کی جانب سے تنقید کے پتھّر برسے تھے اور پروفیسر کی رُوح تک زخمی ہوکر رہ گئی تھی۔ اسی لیے اُس نے ڈیوڈ کی اسکیم کا مالی ڈھانچہ خود تیار کرکے دیا تھا۔

لمحہ بھر بعد ہوچی کو زیادہ بلندی پر ایک ہنسا طیّارہ نظر آیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ اس طیّارے کے برابر آگیا۔ ڈیوڈ کے لیے مختلف مُمالک میں اُترنا، برسوں سے دُشوار ہوگیا تھا۔ اُس نے اس سے نمٹنے کے لیے یہ ترکیب نکالی تھی۔ دوسرا ہنسا طیّارہ بھی درحقیقت اُسی کا تھا اور ایک گھنٹے پہلے فلاڈیلفیا سے اُڑا تھا۔ اُس نے جو کاغذات فائل کیے تھے، اُن کے تحت اُسے نیویارک کے ایک چھوٹے سے مضافاتی ائرپورٹ پر لینڈ کرنا تھا۔ اب ڈیوڈ کے طیّارے کو اُس کی جگہ لینا تھی۔ دوسرا طیّارہ گرینڈ پر لینڈ کرتا۔ یہاں سے روانگی کی صُورت میں یہی عمل اُلٹ دیا جاتا۔

ہوچی نے طیّارے کا رُخ شمال مغرب کی طرف کردیا... بورڈ کی میٹنگ دو بجے ہونا تھی۔ اس اعتبار سے ڈیوڈ، آدھ گھنٹہ لیٹ تھا۔

●

یہ ایک گرم دن تھا۔ ریٹائرڈ میجر جنرل مورس، لاس اینجلز سے ساڑھے دس بجے والی فلائٹ سے آیا۔ اُس نے شام کی ریزرویشن، واشنگٹن کے لیے کروالی تھی۔ آفیسرز کلب میں کھانا کھانے کے بعد، وہ ٹیکسی کے ذریعے اِنٹریکس بلڈنگ پہنچ گیا۔ لابی میں داخل ہوتے ہُوئے اُس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ دو بجنے میں پانچ منٹ تھے۔

لفٹ آپریٹر نے سوگ کے طور پر سیاہ پٹّی باندھ رکھی تھی۔ جنرل سوچنے لگا کہ کیا ڈائریکٹرز بھی سیاہ ماتمی پٹّی باندھے ہُوئے ہوں گے پھر اُس نے بڑی لاتعلقی سے اس بات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اُس نے بیٹس کو کبھی پسند نہیں کیا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بیٹس اس قدر کامیاب کس وجہ سے ہُوا۔ وہ یہ بھی سمجھنے سے قاصر تھا کہ ایک کاروباری امریکی، انگلینڈ میں رہائش کیسے رکھ سکتا ہے۔ ڈائریکٹرز کی میٹنگ میں ہمیشہ بیٹس چھایا رہتا۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک مُسکراہٹ لرزتی رہتی تھی جو جنرل کو توہین آمیز محسوس ہوتی تھی... لیکن اب بیٹس کے ہٹ جانے اور بیٹس کی طرف سے ووٹ کا حق ڈیوڈ کانسٹنٹائن کو منتقل ہونے کے بعد، جنرل کو یقین تھا کہ وہ اپنی اہمیت منوا سکے گا۔ اُس نے پنٹاگان اور سینٹرل انٹیلی جنس سے رابطہ قائم کیا تھا اور ڈیوڈ کانسٹنٹائن نامی اس شخص کے متعلق بڑے حیرت انگیز حقائق سامنے آئے تھے۔

"مسٹر کانسٹنٹائن آدھ گھنٹہ تاخیر سے آئیں گے۔" ڈیسک پر بیٹھی

لڑکی نے اُسے مطلع کیا۔ "آپ اندر تشریف لے جائیں۔ مسٹر سنگر اور مسٹر پیری تشریف لاچکے ہیں۔"

اِنٹریکس کا ڈائریکٹرز رُوم آٹھویں منزل پر واقع تھا۔ اُس کی آرائش قابلِ دید تھی۔ جنرل کمرے میں داخل ہُوا تو سنگر اور پیری، بار کے پاس کھڑے ملے۔ اُن دونوں کے بیشتر بال سفید تھے۔ سنگر، ایسٹرن اسٹیل کا صدر رہا تھا۔ وہ، مزدوروں اور انتظامیہ کے درمیان صُلح کرانے والے شخص کی حیثیت سے بہت مشہور تھا۔ حال ہی میں اوہیو کی گورنری کے سلسلے میں اُس کا نام لیا جارہا تھا۔ وہ درحقیقت بہت سُلجھا ہُوا انسان... اور کامیاب ڈپلومیٹ تھا۔ پیری کی امارت، وراثت کے حوالے سے تھی... جنرل مورس، اُن دونوں ہی کو ناپسند کرتا تھا۔ وہ ویت نام میں لڑنے والوں کی حیثیت سے اُن کا تصوّر کرتا تو وہ ناکام نظر آتے۔ انسان کو ناپنے کا یہ پیمانہ ہمیشہ کامیاب ثابت ہُوا تھا۔

"بہت المناک حادثہ تھا۔" پیری کہہ رہا تھا۔ "ایک گھنٹہ پہلے اُس نے اِنٹریکس کے اسٹاک کی قیمت گرنے کے سلسلے میں مجھ سے بات کی تھی۔ بے چارہ بہت پریشان تھا۔"

"واقعی بُرا ہُوا۔" سنگر بڑبڑایا۔

"یہ ڈیوڈ کانسٹنٹائن کون ہے؟" پیری نے پُوچھا۔ "وہی نا... میرا خیال ہے، ناجائز اولاد؟"

جنرل مورس نے اپنے لیے مشروب اُنڈیلا اور بولا۔ "ہاں... وہ دوغلا چینی ہے۔"

"چینی..." پیری نے بُرا سا مُنہ بناتے ہُوئے دُہرایا۔

"دوغلا چینی... صبح انٹیلی جنس سے اُس کے متعلق رپورٹ ملی ہے۔ اُس کی ماں، مکاؤ کی ایک طوائف تھی۔ اُس کے متعلق شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ ہیروئن اور اسلحے کی اسمگلنگ میں ملوث ہے۔"

سنگر نے جنرل کی طرف دیکھا۔ "کیا یہ درست ہے؟"

"مجھے یقین ہے کہ یہ درست ہے۔"

"تو پھر وہ اِنٹریکس پٹرولیم کا صدر نہیں ہوسکتا۔"

جنرل نے اُن دونوں کو بہت غور سے دیکھا۔ "اس کی فکر مت کرو۔ سی۔ آئی۔ اے اور ایف۔ بی۔ آئی والے ہر لمحہ اُس کی تلاش میں ہیں۔ تمام ائرپورٹس کی ناکہ بندی کردی گئی ہے۔ جہاں تک اِنٹریکس کا تعلق ہے، ہم اپنے معاملات سنبھالنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔"

سنگر نے مشکوک نگاہوں سے جنرل کی طرف دیکھا۔ اگر اِنٹریکس کسی اُلجھن میں پھنس گئی تو اُس کے سیاسی کیریئر پر اثر پڑ سکتا تھا۔

"دلچسپ بات ہے۔" پیری بولا۔ "گویا میٹنگ میں ہم چائے اور افیم بھرے پائپوں سے شغل کریں گے۔"

دو بج کر دس منٹ پر میلنگر آیا، اُس کے بعد اِنٹریکس کا اٹارنی اینڈریو۔ میلنگر نوجوان تھا۔ اُس نے اپنے آنجہانی باپ کی جگہ سنبھالی تھی۔ اُس کے مالی حالات بہت خراب تھے۔ وہ دیوالیہ ہونے کے قریب تھا۔ اینڈریو نے اُن سب کو مُسکرا کر دیکھا اور بریف کیس سے کاغذات نکال کر کانفرنس ٹیبل پر رکھ دیے۔

☆

گرے رالز، نیویارک شہر کی طرف رواں دواں تھی۔ عقبی نشست پر دراز ڈیوڈ اور پروفیسر ٹی۔ وی اسکرین پر نظریں جمائے ہُوئے تھے... اِنٹریکس کا بورڈ رُوم، اُن کے سامنے تھا اور وہ دونوں خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ اُنھوں نے پہلے دو ڈائریکٹرز کی آمد اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ ٹریفک کا شور خاصا بلند تھا۔ پروفیسر نے ہاتھ بڑھا کر ٹی۔ وی کی آواز بھی بلند کردی۔

"اگر وہ تکلیف دہ ثابت ہُوا..." اینڈریو کہہ رہا تھا۔ "... تو ہم اُسے قانونی جنگ کی دھمکی دے سکتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اسٹاک ہولڈرز، ایک چینی طوائف زادے کو ووٹ دیں گے۔"

ڈیوڈ کا ہاتھ بے ساختہ اپنی نکٹائی درست کرنے میں مصروف ہوگیا۔

"قبل از مرگ واویلا کی ضرورت نہیں۔" سنگر بولا۔ "میرے خیال میں یہ سب کچھ بغیر کسی دُشواری کے ہوسکتا ہے۔"

"کچھ کرنے کا یہی مناسب ترین وقت ہے۔" جنرل مورس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "اگر ہم نے زرد رُو ناجائز اولاد کو تیل کی صنعت میں پاؤں جمانے کا موقع دیا تو ہمارا مُلک دُشواری میں پڑ جائے گا۔"

ہوچی نے کار روک دی اور ڈیوڈ نے ہاتھ بڑھا کر ٹی۔ وی آف کردیا۔ اُن تینوں نے تاریک شیشوں والی عینکیں لگائیں اور کار سے

اُتر کر لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ سی۔ آئی۔ اے کا ایک ایجنٹ اخبار پڑھ رہا تھا۔ اُس کے قریب سے گزرتے ہُوئے ڈیوڈ رُک گیا۔

"مسٹر میک! یہ ایک بے حد خوش گوار دن ہے۔" اُس نے اخبار ہٹاتے ہُوئے کہا۔ لفٹ میں داخل ہوتے ہُوئے اُنھیں، ایجنٹ کے چہرے پر پھیلتی ہُوئی سُرخی کی ایک جھلک دِکھائی دی تھی۔

★★

ڈیوڈ کی آمد پر، بورڈ کے پانچوں ممبر اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ ڈیوڈ کچھ کہے بغیر صدارتی کُرسی کی طرف بڑھا اور اُس پر بیٹھ گیا۔ وہ سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ شاید وہ سوچ رہے تھے کہ تعارف کی رسم کون ادا کرے گا۔ کچھ دیر خاموشی رہی... پھر وہ ہچکچاتے ہُوئے اپنی اپنی نشست پر بیٹھ گئے۔

ہوچی، دروازے پر جم گیا۔ پروفیسر نے ڈیوڈ کے برابر والی نشست سنبھال لی۔ اُن تینوں میں سے کسی نے بھی چشمہ نہیں اُتارا تھا۔ ڈیوڈ نے اُن سب کو باری باری دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔

"میں ڈیوڈ کانسٹنٹائن ہُوں اور سب کو بخوبی جانتا ہُوں۔ لٰہذا تعارف کی ضرورت نہیں۔ اس میٹنگ میں سب سے پہلے مسٹر بیٹس کی موت پر اظہارِ افسوس کیا جاتا ہے۔ دوسرا نکتہ، مسز بیٹس کے استحقاق کا ہے، جو مسٹر بیٹس کی وارث ہونے کی حیثیت سے اُن کا حقِ رائے دہی استعمال کرنے کی مجاز ہیں۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنی جگہ مجھے نامزد کیا ہے۔ مسٹر ہنفورڈ! ذرا نامزدگی کے کاغذات مسٹر اینڈریو کو دکھائیے۔" اُس نے پروفیسر سے کہا اور پھر سلسلۂ کلام جوڑتے ہُوئے بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ کاغذات درست ہیں، اس لیے کارروائی جاری رہے۔"

کاغذات، اُن کے درمیان سفر کرتے رہے۔ ڈیوڈ نے محسُوس کیا کہ جنرل مورس کا چہرہ سُرخ ہو رہا ہے۔

"آپ دیکھیں گے، مسٹر اینڈریو! کہ ان کاغذات کی رُو سے میں اِنٹریکس پٹرولیم کارپوریشن کے اکیاون فی صد حصص کا مالک ہُوں۔"

اینڈریو نے خالی خالی نظروں سے ڈیوڈ کو دیکھا پھر اپنی لسٹ پر جُھک گیا۔ "یہ لسٹ مجھے آج صبح، کارپوریشن کے رجسٹرار سے ملی ہے..." اُس نے احتجاج کیا۔

"میرا خیال ہے کہ مسٹر پیری اس کی اغلاط کے بارے میں وضاحت کر سکتے ہیں کیونکہ اس رجسٹریشن فرم میں اُن کا بھی حصہ ہے۔" ڈیوڈ نے پیری کی طرف دیکھتے ہُوئے کہا۔

"میں معافی چاہتا ہُوں۔" پیری بولا۔ "کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ میری فرم نے غلط رپورٹ دی ہے؟"

ڈیوڈ چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔ "جی ہاں، میرا یہی مطلب ہے۔"

"یہ میری اور میری فرم کی توہین ہے۔ ہم ۱۹۳۲ء سے اِنٹریکس پٹرولیم کے رجسٹرار ہیں۔ ہمارے ریکارڈ کبھی غلط نہیں ہُوئے۔"

"یہ ایک غلطی ہے جو دُہرائی نہیں جانی چاہیے۔" ڈیوڈ کا لہجہ نرم تھا۔ "تاہم اگر آپ کو اطمینان نہیں تو میں غلطی کی نشاندہی کیے دیتا ہُوں۔ اس رپورٹ کے مطابق، آپ کی فرم کے پاس اِنٹریکس کے چالیس لاکھ حصص موجود ہیں لیکن اب یہ بات درست نہیں ہے۔ چھ دن پہلے مسٹر بیٹس کی موت کے دن، آپ نے چھ لاکھ حصص فروخت کر دیے تھے۔" اُس نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "شاید آپ کو پہلے سے علم تھا کہ مسٹر بیٹس کو حادثہ پیش آئے گا۔"

"جناب! میں اس پر احتجاج کرتا ہُوں..."

"مسٹر بیٹس کی موت کے بعد کے بارہ دنوں میں..." ڈیوڈ نے اپنی بات جاری رکھی۔ "... آپ نے اِنٹریکس کے تمام حصص فروخت کر دیے۔"

پیری نے کچھ کہنا چاہا لیکن ڈیوڈ نے پھر اُس کی بات کاٹ دی۔

"آپ کا اپنا طریقۂ کاروبار ہے، مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ آپ کے بیچے ہُوئے حصص میں نے خریدے تھے... مسٹر بیٹس کے اکیاون فی صد حصص کے ساتھ مِل کر۔ آپ خود سوچیں۔"

پیری تمام ڈائریکٹرز سے نظریں چُرا رہا تھا جو اُسے دیکھ رہے تھے۔

"بہرحال، آپ کی فرم کی یہ غلطی نظر انداز کی جا سکتی ہے۔" ڈیوڈ نے نرمی سے کہا۔ "اُمید ہے کہ آپ آج ہی اصلاح شدہ رپورٹ جاری کر دیں گے۔ اب آگے چلیں... اب نوٹ کریں، مسٹر ہنفورڈ! کہ آپ کو بلامقابلہ بورڈ کا صدر اور اِنٹریکس کا چیئرمین منتخب کر لیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

جنرل مورس کے جبڑے بھنچ گئے۔ اُس نے تمام ممبروں پر نظر ڈالی۔ نوجوان میلنگر کا چہرہ بے تاثر تھا۔ اینڈریو، کاغذاتِ نامزدگی دیکھ رہا تھا۔

ڈپلومیٹ سنگر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "مسٹر کانسٹنٹائن! اس وقت ہم، اِنٹریکس کے اسٹاک پر آپ کی بااختیار پوزیشن کو چیلنج نہیں کر سکتے۔" اُس نے کہا۔ "ہم سب ہی اِنٹریکس کی ترقی کے خواہاں ہیں۔ مجھے پروفیسر ہنفورڈ کی اہلیت پر شک نہیں۔ تاہم انتشار سے بچنے کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ ہمیں، اِن کے متعلق بتا دیں۔"

ڈیوڈ نے پُرخیال انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔ "مناسب بات ہے۔" اُس نے کہا۔ "کارروائی میں یہ بات بھی شامل کر لی جائے کہ پروفیسر کی شان دار شخصیت اور بے پناہ اہلیت زیرِ بحث آئی اور اُنھیں سراہا گیا۔ اب اس سلسلے میں مزید گفتگو کی ضرورت نہیں۔ یہ انتخاب بلامقابلہ ہے۔"

سنگر کی مُسکراہٹ ہَوا ہو گئی۔ اُس نے ڈیوڈ کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی لیکن وہ تاریک شیشوں کے پیچھے چُھپی ہُوئی تھیں۔

"اگلا نکتہ، اِنٹریکس پٹرولیم اور کویتی آئل سنڈیکیٹ کے انضمام کا ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "میرا خیال ہے، آپ سب اس معاہدے کی شرائط کے بارے میں جانتے ہیں۔"

پانچوں ممبران کے درمیان نگاہوں کا تبادلہ ہُوا۔ "نہیں، ہم نہیں جانتے۔" اینڈریو نے کہا۔

"عجیب بات ہے۔" ڈیوڈ بولا۔ "گویا مسٹر بیٹس اپنے ڈائریکٹرز پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ خُدا جانے... بہرحال، امریکی طرزِ کاروبار میرے لیے اجنبی ہے۔ مسٹر بیٹس نے دونوں کمپنیوں کے معاہدۂ انضمام پر دستخط کیے تھے۔ اس انضمام میں سائرس شپنگ بھی شامل ہے۔ اس انضمام کے تحت، اِنٹریکس پٹرولیم کے تمام اثاثے، سائرس شپنگ کے ساتھ، کویتی سنڈیکیٹ کے زیرِ انتظام چلے جاتے ہیں۔"

جنرل مورس نے میز پر ہاتھ مارا۔ "مسٹر کانسٹنٹائن! بہت ہو چکی۔ ہم یہ یقین نہیں کر سکتے کہ بیٹس نے کمپنی عربوں کو سونپ دی تھی۔"

"جنرل! اس معاہدے کے متعلق جان کر حیرت تو مجھے بھی ہُوئی تھی۔ تاہم معاہدہ واضح طور پر، انگریزی میں لکھا ہُوا ہے۔"

"میں معاہدہ دیکھنا چاہتا ہُوں۔"

پروفیسر نے معاہدے کی ایک کاپی، جنرل کی طرف بڑھا دی۔

"ہمارے پاس معاہدے کو قبُول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ ایک طرح سے مسٹر بیٹس کی آخری خواہش تھی۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "میری بات سمجھیں۔ میں بھی آپ ہی کی طرح اِنٹریکس کی سربلندی کا خواہاں ہُوں لیکن میں اس کارپوریشن کے بانی کی آخری خواہش کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہمیں بلاچُون و چرا مسٹر بیٹس کا فیصلہ قبُول کر لینا چاہیے۔"

جنرل نے جلدی جلدی معاہدے پر نظر ڈالی۔ اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ کھیلنے لگی۔ "میں نہیں سمجھتا کہ ہمیں ایسا کرنا چاہیے یا کرنا ہوگا۔" اُس نے سرد لہجے میں کہا۔ "معاہدے کی ایک شق کے ذریعے، مسٹر بیٹس کو معاہدہ کالعدم کرنے کا اختیار تھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہوتے تو یہ اختیار ضرور استعمال کرتے۔"

"بدقسمتی سے یہ اختیار اُنھیں صرف منگل کے دن تک تھا... لیکن وہ مقررّہ مدت میں یہ اختیار استعمال نہیں کر سکے۔" ڈیوڈ نے کہا۔

"اس لیے کہ اُنھیں قتل کر دیا گیا۔"

"قتل... میں سمجھا نہیں، جنرل... میں تو سمجھتا تھا کہ وہ کار کے ایک حادثے سے دوچار ہُوئے تھے۔"

جنرل کی مُسکراہٹ بھی بے حد سرد تھی۔ "آج صبح اسکاٹ لینڈ یارڈ نے سینٹرل انٹیلی جنس کو مطلع کیا ہے کہ بیٹس کو قتل کیا گیا تھا۔ اُنھیں کُچلنے والا کرائے کا قاتل تھا۔"

ڈیوڈ نے بے حد افسُردگی سے سر ہلایا۔ "مجھے بہت افسوس ہُوا۔ بہرحال، اُنھوں نے قاتل کو گرفتار کر لیا ہوگا۔"

"وہ، بیٹس کے قتل کے بعد ہلاک کر دیا گیا۔"

"کیسی عجیب اور ناقابلِ یقین بات ہے۔" ڈیوڈ نے پھر سر ہلایا۔ "ان حالات میں، میں سمجھتا ہُوں کہ ہمیں معاہدے پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر بیٹس کو قتل اسی لیے کیا گیا تھا کہ وہ اپنا اختیار استعمال نہ کر سکیں۔"

"جنرل! میرا خیال ہے کہ تم صُورتِ حال کو زبردستی ڈرامائی رُخ دے رہے ہو... اُفوہ! تمھاری امریکن فلمیں..."

"کیا واقعی؟ میں سمجھتا ہُوں کہ سینیٹ کی آج کی سماعت میری تجویز کی تائید کر دے گی۔"

"افسوس! میں آپ کے سرکاری معاملات سے لاعلم ہُوں۔ بہرحال، اب کارروائی میں یہ ریکارڈ کیا جائے کہ تمام ممبران نے انضمام کی تائید کرتے ہُوئے معاہدے کی توثیق کر دی ہے۔"

"ایک منٹ..." جنرل چیخا۔ "سارے ممبران اس انضمام کی تائید ہرگز نہیں کرتے۔ اب تک تم نے بہت من مانی کر لی۔ ایک ممبر میں ہُوں۔ میں انضمام کے معاہدے کو یکسر مسترد کرتا ہُوں۔ مجھے اس معاملے سے سازش کی بُو آ رہی ہے۔ میں تمھارے اس فیصلے کو کورٹ میں چیلنج کروں گا۔"

دوسرے ممبر بے چینی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اب اُنھیں فتح کا امکان نظر آنے لگا تھا۔ وہ سب ڈیوڈ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"مجھے تمھارے اس شدید جذباتی رَدِّعمل پر حیرت ہُوئی ہے جنرل!" ڈیوڈ نے کہا۔ "آخر ہم سب مہذب کاروباری لوگ ہیں۔ کیا ہم بغیر شور و غُل کے کسی بات پر متفق نہیں ہو سکتے۔ ٹھیک ہے، کارروائی میں ایک اختلافی ووٹ ریکارڈ کر لیا جائے گا۔"

جنرل نے پھر میز پر ہاتھ مارا۔ "میں دوسرے لوگوں کی رائے بھی جاننا چاہتا ہُوں۔ سنگر! تم کیا کہتے ہو؟"

"اگر مسٹر سنگر کی رائے اختلافی ہوتی تو وہ خاموش نہ رہتے..." ڈیوڈ کی آواز بھی بلند ہو گئی۔ "جنرل! اب تم میرے لیے دردِ سر بن رہے ہو۔ انضمام کے معاہدے کی توثیق ہو چکی، سمجھے؟"

"میں رائے شماری چاہتا ہُوں۔" جنرل دہاڑا۔

"کوئی ضرورت نہیں۔" ڈیوڈ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "یہ میری کمپنی ہے، سمجھے؟"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ ڈیوڈ، سنگر کی طرف دیکھ کر مُسکرایا۔ "مسٹر سنگر! جنرل چاہتے ہیں کہ آپ اپنی رائے ظاہر کریں۔ میری درخواست ہے کہ آپ اختصار سے کام لیجیے گا۔"

سِنگر نے پہلے ڈیوڈ اور پھر جنرل کی طرف دیکھا۔ "میرے خیال میں یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ اس پر عُجلت میں فیصلہ کیا جائے۔ میں ذاتی طور پر کویت سنڈیکیٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" سِنگر نے نپے تُلے الفاظ میں کہا۔

"گویا تم انضمام کے خلاف ہو!" جنرل چیخا۔

"مجھے تمھارے ہیکڑپن پر حیرت ہوتی ہے، جنرل!" ڈیوڈ نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ "تم تو بہت ضِدّی معلوم ہوتے ہو۔ شاید تمھارے پُرانے نقصانات بھی تمھاری اس خامی کی اصلاح نہیں کر سکے۔"

"کیا مطلب ہے، تمھارا؟"

"میرے خیال میں تمھیں علم ہے کہ میں کِن نقصانات کا حوالہ دے رہا ہُوں۔"

جنرل کا چہرہ تاریک ہوگیا۔ "وضاحت کرو، مسٹر کانسٹنٹائن..." اُس نے کہا۔

"میں تمھارے ملٹری کیریئر اور خصُوصاً ویت نام کی جنگ کا حوالہ دے رہا ہُوں۔ قبل از وقت ریٹائرمنٹ..."

"میرا ویت نام کا ریکارڈ بے داغ ہے۔" جنرل پھٹ پڑا۔ "اور ریٹائرمنٹ میری مرضی کے مطابق..."

"جنرل! میں جس رپورٹ کی بات کر رہا ہُوں، وہ بہت طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنرل مورس کے ضِدّی پن کی وجہ سے ویت کانگ کامیابی پر کامیابی حاصل کرتے رہے۔ جنرل! مجھے بتاؤ کہ تم ایک مخصوص علاقے میں بٹالین پر بٹالین بھیجتے رہے، اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ کیا وہ دیوانگی نہیں تھی؟" ڈیوڈ نے ایک سرد آہ بھری۔ "اور اب تمھارا ضِدّی پن ہمارے لیے بھی مسئلہ بن رہا ہے۔ ہم ایک سُود مند میٹنگ کر رہے ہیں اور ہمارا سامنا دیوانگی اور جذباتیت سے ہو رہا ہے۔"

جنرل بڑی بے بسی سے ڈیوڈ کو تکتا رہا۔ یہ اُن الزامات کی بازگشت تھی جو دو سال پہلے پنٹاگان میں جنرل کرٹس نے اُس پر تھوپے تھے۔ جنرل کو اپنے وجُود میں خلا کا احساس ہونے لگا۔ وہ دل ہی دل میں اُن الزامات کو ایک بار پھر رَدّ کرتا رہا۔ اُس نے درست فیصلہ کیا تھا۔ جب تک کمیونسٹوں کا خطرہ موجود ہے، وہ ایسے فیصلے کرتا رہے گا۔ اُسے سینے میں درد کا احساس ہونے لگا۔ اُس نے پُشت گاہ سے ٹیک لگالی۔

"چھوٹی چھوٹی کمزوریاں ہر شخص میں ہوتی ہیں۔ ہم میں سے کون ان سے مبّرا ہے۔" ڈیوڈ نے اپنی بات جاری رکھی۔ "لیکن ان کمزوریوں کو اہم فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیے۔ مسٹر سِنگر، جو اوہیو کے گورنر بننے والے ہیں، وہ بھی اُن سے مبّرا نہیں۔ انھوں نے عرصہ پہلے ایک داشتہ رکھی تھی۔ اُس کو کلیولینڈ میں ایک آراستہ اپارٹمنٹ لے کر دیا تھا لیکن وہ خوش گوار ازدواجی زندگی پر بہرحال یقین رکھتے ہیں۔"

سِنگر نے ڈیوڈ کو دیکھا اور پھر نظریں جُھکالیں۔

"یہ انسانی کمزوریاں ایسی نہیں ہوتیں کہ اِن کی بنیاد پر ہم انسان کو یکسر مسترد کر دیں۔ اتنی بڑی کارپوریشن میں اگر مسٹر اینڈریو نے ایک لاکھ کا گھپلا کر لیا تو یہ ایسی بات نہیں کہ زیرِ بحث آئے۔"

اینڈریو نظریں جُھکائے بیٹھا رہا۔ خاموشی ہی میں عافیت تھی۔ دوسرے ڈائریکٹرز اُسے گھُور رہے تھے۔

"مجھے افسوس ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "میں سمجھا تھا کہ یہ بات آپ لوگوں کے علم میں ہوگی۔ بہرحال، ہم تو مسٹر اینڈریو کو معاف کر سکتے ہیں لیکن مالی احتساب کے قومی ادارے کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے۔ تو میرے خیال میں اِنٹریکس کے ڈائریکٹرز، ایک چینی طوائف نادے کو، ایک چور پر یقیناً ترجیح دیں گے۔"

اینڈریو کانپتے ہاتھوں سے سگریٹ سُلگانے لگا۔ ہیری نے بُرا سا مُنہ بنا کر ڈیوڈ سے پُوچھا۔ "کیا یہاں ڈکٹا فون لگے ہیں؟"

"یقیناً... ان حالات میں اگر میں یہ قدم نہ اُٹھاتا تو احمق کہلاتا..." ڈیوڈ نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

ہیری کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

"بہرحال، ان انکشافات پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" ڈیوڈ نے اُترے ہُوئے چہروں کی طرف دیکھتے ہُوئے کہا۔ "آئیے، ماضی کو بھُول جائیں اور پورے اعتماد سے مستقبل کی طرف قدم بڑھائیں... ٹھیک ہے نا، مسٹر میلنگر! جس فرم سے آپ کا مفاد وابستہ ہے، اُس سے اِنٹریکس اپنا سرمایہ نہ نکالے تو سب ٹھیک ہی ہوگا۔ آپ اطمینان سے ٹینس کھیلیں، آپ کو دیوالیہ ہونے کا خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔"

میلنگر چند لمحے خاموشی سے ڈیوڈ کو تکتا رہا... پھر اُس نے مُنہ پھیر لیا۔

"تو ہم سب متفقہ طور پر معاہدہ انضمام کی توثیق کرتے ہیں۔" ڈیوڈ نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ "اب ایک خوش خبری سُنیے۔ انضمام کے بعد نئی کارپوریشن کا صدر میں ہُوں گا۔ آپ کے مسائل ذاتی طور پر میں حل کروں گا۔ میرا یہ اقتدار، آپ کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے کے بعد بہتر طور پر کام کر سکیں گے۔ اب اجلاس سے خاتمے سے پہلے میں چیئرمین پروفیسر ہینفورڈ کی ہدایت پر ایک اعلان کرنا چاہُوں گا۔ پروفیسر بہت حسّاس انسان ہیں۔ انھیں کارپوریشن کے بانی کی موت پر بہت دُکھ ہُوا ہے۔ ان کی تجویز ہے کہ کارپوریشن ایک ہفتے تک مسٹر بینٹس کا سوگ منائے۔"

پانچوں ممبران نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

"ٹھیک ہے... تو یہ طے ہوگیا کہ اِنٹریکس پٹرولیم کارپوریشن میں ایک ہفتہ کوئی کام نہیں ہوگا۔"

"کیا مطلب ہے، آپ کا؟" سِنگر نے تیز لہجے میں پُوچھا۔

"کوئی کام نہیں ہوگا۔" ڈیوڈ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ "ملازمین کارپوریشن کے بانی کا سوگ منائیں گے۔ کاروبار بھی بند رہے گا۔"

"لیکن کروڑوں افراد، اِنٹریکس کے تیل اور گیس پر انحصار کرتے ہیں۔" سِنگر نے احتجاج کیا۔ "اس طرح تو کئی شہروں میں زندگی معطل ہو کر رہ جائے گی۔"

"اور کارپوریشن کی اہمیّت اُجاگر ہوگی۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "نہیں، مسٹر سِنگر! میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ ایک ہفتہ کوئی کام نہیں ہوگا۔"

ڈیوڈ اور پروفیسر اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ "جنٹلمین! میں بتا نہیں سکتا کہ آپ حضرات سے مِل کر مجھے کتنی خوشی ہُوئی ہے۔ یہ میرے لیے ایک یادگار تجربہ تھا۔ میں آیندہ میٹنگ کا منتظر ہُوں۔ اس میٹنگ میں کیے جانے والے فیصلے، ریکارڈ کر لیے گئے ہیں اور ان کی ایک ایک کاپی مختلف محکموں کو بھیجی جائے گی۔ خُدا حافظ!"

وہ پانچوں بیٹھے، اُن تینوں کو دروازے کے عقب میں غائب ہوتے دیکھتے رہے۔ جنرل نے گھڑی پر نظر ڈالی اور تیزی سے اُٹھ کھڑا ہُوا...

"مجھے واشنگٹن کے لیے فلائٹ پکڑنی ہے۔" اُس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ باقی چاروں ڈائریکٹر بھی اُس کے پیچھے پیچھے لِفٹ کی طرف بڑھ گئے۔

سی۔ آئی۔ اے ایجنٹ میک نے اُن تینوں کو لِفٹ سے نکل کر رولز رائس کی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ تینوں، سیاہ شیشوں والی عینکیں لگائے ہُوئے تھے۔ اُس نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا... اور کار کی طرف بڑھ گیا۔

"مسٹر کانسٹنٹائن؟" اُس نے پُکارا۔ اُن تینوں نے پلٹ کر بڑی حیرت سے اُسے دیکھا۔ "ذرا اپنا پاسپورٹ دِکھائیے۔"

"مجھے کہیں جانا نہیں ہے۔ اس لیے میرے پاس پاسپورٹ بھی نہیں ہے۔"

میک کے ساتھی نے اپنا کارڈ نکال کر اُسے دِکھایا... "میں امیگریشن کا آدمی ہُوں۔ کیا آپ کا نام ڈیوڈ کانسٹنٹائن ہے؟"

"میں جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"ٹھیک ہے... پھر ہم آپ کو حراست میں لینے پر مجبُور ہیں۔"

"مجھ پر کیا الزام ہے؟"

"ریاست ہائے متحدّہ امریکہ میں ممکنہ طور پر غیر قانونی داخلہ۔"

"میرا خیال ہے کہ میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ تمھارے ساتھ چلا چلُوں۔"

"درست ہے۔"

میک نے اُن تینوں کو ایک سیاہ شیورلیٹ کی عقبی نشست پر بٹھایا اور کار تیزی سے روانہ ہوگئی۔ دوسرے چار ایجنٹ ایک اور کار کی طرف بڑھ گئے۔

★ اِنٹریکس بلڈنگ کے ٹائلٹ رُوم میں ڈیوڈ نے گھڑی پر نظر ڈالی اور پروفیسر اور ہوچی کی طرف دیکھ کر مُسکرایا۔ اب وہ سُرمئی سُوٹ پہنے ہُوئے تھا۔ پروفیسر اور ہوچی، مزدوروں کا سا لباس پہنے ہُوئے تھے۔ اُس کے اُوپر چمڑے کی جیکٹ تھی۔ پروفیسر کی داڑھی غائب تھی اور ہوچی کا اس جانب کا آدھا چہرہ پٹیّوں سے ڈھکا ہُوا تھا جس طرف زخم کا گہرا نشان موجود تھا۔

ڈیوڈ کے اشارے پر وہ دونوں لفٹ کی طرف بڑھے۔ دو منٹ بعد ڈیوڈ بھی اُن کے پیچھے چل دیا۔ لِفٹ میں کافی لوگ تھے۔ ڈیوڈ بظاہر اخبار کے مطالعے میں منہمک رہا۔

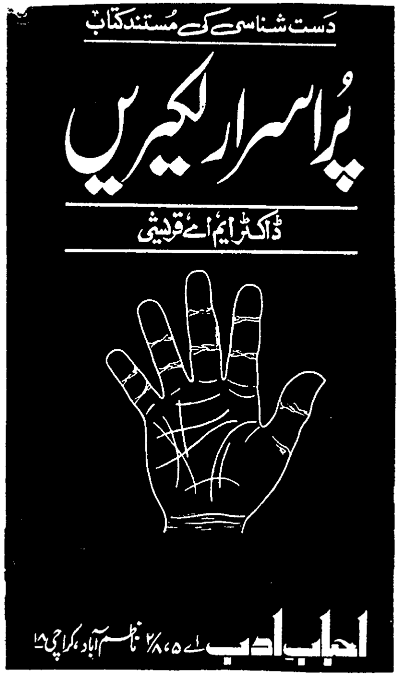

دو گھنٹے بعد سیاہ ہنساطیّارے نے میامی کے لیے فلائٹ پلان جمع کرایا اور پرواز کرگیا۔ اس سے پہلے ہی دھوکا دینے والا... جڑواں طیّارہ، گریروسے پرواز کرچکا تھا۔

* *

جمعرات... بارہ بج کر ستاون منٹ، شب۔

صدرِ امریکہ کو اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے استقبالیے میں شرکت کرنے کے بعد سوئے ہُوئے صرف ایک گھنٹہ ہُوا تھا کہ اُنھیں سی۔آئی۔اے کے سربراہ نے جگا دیا۔ وہ خاموشی سے سب کچھ سُنتے رہے لیکن اُنھیں یقین نہیں آرہا تھا۔ چند منٹ بعد ہی وہ روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ بظاہر وہ ٹیکساس میں اپنے فارم ہاؤس پر تعطیلات گزارنے جارہے تھے لیکن درحقیقت، کیپ ورڈس کے علاقے میں ایک جزیرہ اُن کی منزل تھا۔ تقریباً اُسی وقت جاپان کے وزیرِاعظم کو بھی اسی طرح کی صورتِ حال درپیش تھی۔ رُوس، فرانس اور برطانیہ کے وزرائے اعظم اور مغربی جرمنی کے چانسلر کو بھی اچانک سفر کا فیصلہ کرنا پڑا تھا۔

ان تمام سربراہان میں کوئی بھی خوش گوار موڈ میں نہیں تھا... لیکن کرنل ایرک کانسٹنٹائن کی طرف سے ملنے والا پیغام اس نوعیت کا تھا کہ اُن میں سے کوئی بھی اس معاملے کو اپنے ماتحتوں پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اُنھیں تیل کی خراب صورتِ حال کے متعلق رپورٹیں مِل چکی تھیں۔

جمعرات... ایک بج کر دس منٹ، دن

طیّارے کی پرواز میں ٹھہراؤ سا آگیا تھا۔ اسٹیسی نے اپنا پرس کھولا۔ جہاز کی فضا میں موسیقی کی ہلکی سی آواز گُونجنے لگی۔ ”یہ مجھے سوئٹزرلینڈ میں میرے ہیڈ ماسٹر نے دیا تھا۔“ اُس نے ایرک کے چہرے پر اُلجھن کے تاثرات دیکھ کر کہا۔ ”چینی کی ٹکیوں کے لیے مناسب ہے نا؟“

ایرک نے پرس کے اندر جھانکا۔ وہ تین چوتھائی کے قریب ٹکیوں سے بھرا ہُوا تھا۔ بیشتر ٹکیاں، بادامی رنگ کی تھیں، اُن کے علاوہ سفید ٹکیاں بھی تھیں۔

”یہ خاص طور پر میرے لیے بنائی جاتی ہیں۔“ اسٹیسی نے کہا۔ ”ان میں ہلکا سا کڑوا پن ہوتا ہے جو شمپیئن کے لیے بے حد مناسب ہے۔“

”اور سفید ٹکیاں کس لیے ہیں؟“

”دوستوں کے لیے۔“ اسٹیسی کے لہجے میں گرم جوشی تھی۔

”لیکن میں اپنے کسی بھی مشروب میں کسی قسم کی ملاوٹ پسند نہیں کرتا۔“ ایرک نے کہا۔

”یہ تو بہت غیر دوستانہ بات ہے۔ میں اپنے دوستوں سے... خاص طور پر بہت قریبی دوستوں سے توقع کرتی ہُوں کہ وہ میری پسند کو مسترد نہیں کریں گے۔“

ایرک متاثر ہُوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ”میں آزمائش کروں گا لیکن ضروری نہیں کہ یہ مجھے پسند آئے۔ امکان یہی ہے کہ میں اسے ناپسند کروں گا۔“ بار کے قریب جاکر اُس نے اسٹاک کا جائزہ لیا... پھر اُس نے ایک بوتل نکال کر ٹوکری میں رکھی اور ٹوکری میں بہت سے برف کے ٹکڑے ڈال دیے پھر اُس نے دو خالی گلاس ریفریجریٹر میں رکھ دیے۔

”لاؤ، اب یہ ٹکیاں مجھے دو۔“

اسٹیسی نے اُسے دو، بادامی اور ایک سفید ٹکیہ اُسے دی۔

”میں چاہتی ہُوں کہ تم یہ دونوں ٹکیاں آزماؤ۔“

”بہت اچھا۔“ ایرک نے کہا اور پھر بار کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس حسین لڑکی کو پُرسکون ہونے کے لیے کتنے جام درکار ہوں گے پھر وہ یہ سوچ کر مُسکرانے لگا کہ یہ سفر دلچسپ ہونے کے روشن امکانات ہیں۔

▼

جمعرات... سات بجے، صبح (ایسٹرن اسٹینڈرڈ ٹائم دس بجے)

سینیٹر ٹریسا وارن، سب کمیٹی کی سماعت میں چند منٹ کی تاخیر سے آئی۔ اُس نے اپنے شوہر کی نشست سنبھال لی۔ نشست کے سامنے اب بھی وارن کے نام کی چھوٹی سی تختی لگی ہُوئی تھی۔ تمام اراکین کے بیٹھ جانے کے بعد اُس نے چیئرمین کی حیثیت سے کارروائی کا آغاز کیا۔

”حضرات! میں اپنا تعارف کرادوں۔“ اُس نے کھنکتے ہُوئے لہجے میں کہا۔ ”میں سینیٹر وارن ہُوں۔ اگر میں اپنے آنجہانی شوہر کی تمام ذمّے داریاں سنبھال لوں تو میرا خیال ہے، کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“

کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ سب اُس کے پُراعتماد انداز سے بے حد متاثر نظر آرہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ سینیٹر نے اس میٹنگ میں چند سنسنی خیز انکشافات کا وعدہ کیا تھا، وہ انکشافات قومی سلامتی سے متعلق تھے اور اب وہ انکشافات صرف اُس کی بیوہ ہی کرسکتی ہے۔

”اب ہم آنجہانی سینیٹر کے سوگ میں دو منٹ کی خاموشی اختیار کریں گے۔“ اجلاس میں موجود ہر شخص سرنگوں ہوگیا۔

”شکریہ...“ دو منٹ کے بعد ٹریسا بولی تو اس کا لہجہ بدلا ہُوا تھا اور آواز بھی کوئی اچھا تاثر نہیں دے رہی تھی۔ ”اب یہ سماعت دو دن کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔“ اُس نے اعلان کیا۔ اتنا کہہ کر وہ اُٹھی اور دائیں بائیں دیکھے بغیر باہر نکل چلی گئی۔ اُس نے اخباری نمایندوں کو بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

سب کمیٹی کے اراکین سینیٹرز کو جیسے سانپ سُونگھ گیا تھا... پھر سرگوشیاں گُونجنے لگیں۔ ٹریسا کے اس رویّے کی قانونی حیثیت کا سوال بھی اُٹھا، اُس پر رائے شماری ہُوئی۔ پتا چلا کہ قانونی طور پر اس طرح اجلاس ملتوی کیا جاسکتا ہے لیکن اس وقت تک بیشتر سینیٹرز جاچکے تھے۔ اب کورم پُورا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جمعہ... سات بج کر چوبیس منٹ، صبح۔

جزیرے کی فضا، جیٹ طیّاروں کی گڑگڑاہٹ سے لرز کر رہ گئی۔

کرنل ایرک کے خیال میں، جزیرے کے ساحل پر، نیلے پانی میں ایسی مچھلیاں بھی پائی جاتی تھیں، جن کا ذکر کسی کیٹلاگ میں نہیں تھا۔

جزیرے کا رن وے، گزشتہ موسم گرما میں خُفیہ طور پر تعمیر کیا گیا تھا... لیکن سربراہانِ مملکت کے استعمال کے بعد، اس کی افادیت ختم ہونے والی تھی لیکن یہی مقام مناسب بھی تھا۔ یہاں اَن گنت ایٹمی آبدوزیں اور طیّارہ بردار جہاز، جزیرے کی حفاظت کے لیے ہمیشہ موجود رہتے تھے۔

آخری طیّارہ، رُوسی تھا۔ اُس کی آمد کے بعد ایرک اپنے زیرِزمین دفتر سے نکلا اور کانفرنس رُوم کی طرف بڑھ گیا۔ اُس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ وہ شیمپئن کا اثر تھا یا موجودہ اعصاب شکن صورتِ حال کا، اس بارے میں خود ایرک بھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

اب اُسے سربراہانِ مملکت کو قائل کرنے کا مرحلہ درپیش تھا۔ پہلے تو اُسے یہ الزام قبول کرنا تھا کہ وہ اپنی ذمّے داریاں نہیں نبھا سکا ہے۔ یہ اُس کی ذمّے داری ہی تو تھی کہ ایسی صورتِ حال کی ابتدا ہی سے روک تھام کرتا... پھر غصّہ فرو ہونے کے بعد وہ اُنھیں، اُن اقدامات کا قائل کرنے کی کوشش کرتا جو صورتِ حال کو ڈیوڈ کے لیے غیر متوازن کرسکتے تھے۔

وہ سب گول میز کے گرد بیٹھے، بے چینی سے اُس کے منتظر تھے۔ سربراہانِ مملکت فروکش تھے، سوائے رُوسی سربراہ کے۔ اُن میں سے ہر ایک کی کُرسی کے پیچھے، اُن کے چیف آف انٹیلی جنس اِستادہ تھے۔ اُن کے علاوہ وہاں کوئی سیکریٹری تک موجود نہیں تھا۔ میز پر اُن میں سے ہر ایک کے سامنے، ڈیوڈ کے الٹی میٹم کی ایک ایک کاپی رکھی ہُوئی تھی۔

ایرک خالی کُرسی کی طرف بڑھا لیکن بیٹھا نہیں۔ ”میرا خیال ہے آپ حضرات یہ دستاویز پڑھ چکے ہیں۔“ اُس نے کہا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیرہ افراد پلکیں جھپکائے بغیر اُسے دیکھتے رہے۔ ”اب آپ لوگ اس پر گفتگو کرنا پسند کریں گے؟“

اچانک وہاں موجود ہر شخص بولنے لگا۔ کسی کی بات بھی سمجھی نہیں جاسکتی تھی۔

”پلیز...“ ایرک نے کُرسی کے ہتّھے پر لگے ہُوئے انٹرفون ہیڈ سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ خود اُس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ وہاں بولی جانے والی تمام زبانیں رَوانی سے بول سکتا تھا۔

”میرا خیال ہے، ہم سب سفارتی زبان یعنی فرانسیسی بولیں۔“ اُس نے رائے دی۔ ”ویسے ممکن ہے، یہاں کوئی ایسا بھی ہو، جو یہ زبان نہ جانتا ہو۔“

”ہمیں اصل مسئلے کا سامنا کرنا چاہیے۔“ برطانیہ کے وزیرِاعظم نے کہا۔ اُس کا اشارہ اُن لوگوں کی طرف تھا جو ایرک کی تجویز پر بڑبڑانے لگے تھے۔ ”اتنی چھوٹی سی بات پر اختلاف کچھ سُودمند ثابت نہیں ہوگا۔“ اُس نے مزید کہا۔

”میں متفق ہُوں۔“ رُوسی بولا۔

”لیکن یہ یقین کیسے آئے کہ مسئلہ موجُود ہے۔“ جرمن نے تُند لہجے میں کہا۔

”میں ان سے متفق ہُوں۔“ امریکی صدر نے کہا۔ ”ہمیں کیسے یقین آئے کہ یہ الٹی میٹم کچھ معنی رکھتا ہے۔“

”یہ الٹی میٹم حقیقی ہے، حضرات!“ ایرک نے ٹھہرے ہُوئے لہجے میں کہا۔ ”الٹی میٹم پر یہ دستخط دیکھ رہے ہیں، آپ! کانسٹنٹائن میرا خاندانی نام ہے اور الٹی میٹم دینے والا میرا سوتیلا بھائی ہے۔ وہ خالی خولی دھمکیاں دینے کا عادی نہیں ہے۔“

”میں پُوچھنا چاہتا ہُوں، یہ سب کچھ ہُوا کیسے؟“ امریکی صدر نے پُوچھا۔

”ہاں، شاید کرنل کچھ وضاحت کرسکیں۔“ برطانوی وزیرِاعظم نے ٹکڑا لگایا۔

ایرک نے اُنھیں وہ سب کچھ بتایا، جو اَب تک اُس کے علم میں آیا تھا۔ اُس نے تمام اموات کا ذکر کیا اور کہا کہ ہر کیس میں بیوہ بہت اہم ثابت ہُوئی ہے۔ ”یہ بیوائیں...“ اُس نے مزید کہا۔ ”... ڈیوڈ کی ایجنٹ ہیں۔ وہ اُس کی جاں نثار وفادار ہیں اور اُنھیں ایک مخصوص دوا کے زیرِاثر

میری نانی کی بچپن ہی سے یہ عادت تھی کہ وہ صبح بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے دُعا مانگتی تھیں۔ لیکن ادھر کئی دنوں سے میں دیکھ رہی تھی کہ وہ بیدار ہوتے ہی دُعا مانگنے کی بجائے اخبار کا مُطالعہ کرنے لگتیں، لہٰذا ایک روز میں اُن سے پوچھے بغیر نہ رہ سکی: ”کیا دُعا کی اہمیت اخبار سے کم ہوگئی ہے؟“

”اوہ نہیں۔“ وہ جلدی سے بولیں۔ ”میں تو صرف یہ دیکھتی ہُوں کہ آج کیا دُعا مانگوں۔“

رکھا جاتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکا۔" فرانسیسی سربراہ بولا۔ "پہلی بات تو یہ، کہ اُن عورتوں کو اتنی اہم پوزیشن کیسے ملی؟"

"یہ بات اتنی سادہ نہیں ہے۔" ایرک نے کہا۔ "پہلے تو یہ ذہن میں رکھیے کہ وہ سب نو بیاہتا بیوائیں ہیں۔ ڈیوڈ نے اُنھیں اپنے ایک ایک ہدف کے لیے منتخب کیا... اور اُن کی ملاقات کا بندوبست بھی کیا..."

"یعنی ڈیوڈ کو یقین تھا کہ اُس کے ہدف، اُس کی منتخب لڑکیوں سے شادی کرلیں گے؟" امریکی صدر کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"جی ہاں، اُسے یقین تھا۔ اُس نے برسوں اُن لوگوں کی نفسیات کا مطالعہ کیا ہے۔ بعض ماہرینِ نفسیات کے دفاتر سے فائلیں تک چوری کرائی ہیں۔ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ تیزی سے حرکت میں آیا تھا۔ اس مقصد کے لیے لڑکیاں کہاں سے حاصل کرنا ہیں، یہ وہ پہلے ہی طے کرچکا تھا۔ وارن انٹرنیشنل اسکالرشپ فاؤنڈیشن، جہاں ہر ملک اور ہر نسل کی لڑکی مل سکتی ہے۔ وہ سب ذہین لڑکیاں ہیں جنھیں بہت کم وقت میں تربیت دی جاسکتی ہے۔ ڈیوڈ نے اس مقصد کے لیے باقاعدہ تربیتی اسکول قائم کیا ہوا ہے۔"

"اُس نے اُنھیں کیسے حاصل کیا ہوگا؟" برطانوی وزیرِ اعظم نے سوال کیا۔

"بہ جبر... اغوا کے ذریعے۔"

"مجھے یقین نہیں آتا۔" جرمن چانسلر نے اعتراض کیا۔ "کوئی لڑکی خواہ کتنی ہی حسین اور کتنی ہی خوبیوں کی مالک ہو لیکن وہ کسی شخص کو اس طرح مسخر نہیں کرسکتی۔"

کمرہ تائیدی آوازوں سے گونجنے لگا۔

"آپ سب حضرات کافی پہلے سے شادی شدہ ہیں۔" ایرک نے کہا۔ "اگر کسی طرح آپ اپنی بیوی کھو بیٹھیں پھر اچانک آپ کو ایک ایسی نوجوان لڑکی کہیں مل جائے جو آپ کے عمر بھر کے خوابوں کی تعبیر ہو، جو آپ کو مکمل آسودگی سے ہمکنار کرسکتی ہو تو... ذرا سوچیے... اور اُس کے علاوہ، اُس کی اور آپ کی دلچسپیاں مشترک ہوں تو کیا آپ مزاحمت کرسکتے ہیں؟"

وہ سب خاموش تھے۔ شاید وہ اپنی اپنی گھریلو زندگی کا تجزیہ کرنے لگے تھے۔

"صورتِ حال یہ ہے۔" ایرک نے کہا۔ "کہ ہمیں ڈیوڈ کا الٹی میٹم مل چکا ہے۔ آپ کو یہ بتانے کے لیے کہ ڈیوڈ کے منصوبے کتنی خوبصورتی سے تکمیل پاتے ہیں، میں آپ کو، خاص طور پر، جناب صدر! آپ کو بتادوں کہ سینیٹر وارن کی جگہ اوکلاہاما کے گورنر نے اس کی بیوہ سے حلف لیا تھا۔ آج اس بیوہ نے سب کمیٹی کی سماعت ملتوی کردی ہے۔ یہ سب کمیٹی ملکی معدنیات سے متعلق ہے، وہ سماعت میرے بھائی کے منصوبے کو تباہ کرسکتی تھی۔"

امریکی صدر نے اپنے انٹیلی جنس چیف سے زیرِ لب کچھ کہا۔

"میرے خیال میں اس کے مطالبات قبول کرنے کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔" ایرک نے کہا۔ "تاہم آپ حضرات رائے زنی کے لیے آزاد ہیں۔"

"مطالبات منظور کرلینے میں کیا حرج ہے؟" جاپانی سربراہ نے اپنے ماتحت سے مشورہ کرنے کے بعد کہا۔ "سونے کی بجائے بم بھی تو گرائے جاسکتے ہیں۔"

"ہمیں علم نہیں کہ ڈیوڈ اُس مقام پر موجود ہوگا۔" ایرک نے اعتراض کیا۔

"ہم اُس ڈیوڈ کو کسی میٹنگ پر مجبور نہیں کرسکتے؟" امریکی صدر نے پوچھا۔ "گفت و شنید کے ذریعے ہم کسی مثبت نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔" اُس نے اپنے چیف آف انٹیلی جنس کی سرگوشی سُنی۔ "ہاں، ٹھیک تو ہے۔" اُس نے مزید کہا۔ "اگر اُس نے معقول رویّہ اختیار نہ کیا تو ہم اُسے یرغمال بناسکتے ہیں۔"

"نہیں، یہ خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا۔" ایرک نے کہا۔ "آپ نہیں جانتے کہ آپ سب کے ایک جگہ جمع ہونے کی خبر، اُس کے لیے کتنی دلچسپ ثابت ہوسکتی ہے... پھر ایسی میٹنگ کے لیے ہمارے پاس وقت ہی کہاں ہے۔"

"ہنگامی حالات کا اعلان کرکے، ہم تیل کی صنعت کو قومیا بھی سکتے ہیں۔" برطانوی وزیرِ اعظم نے رائے ظاہر کی۔

"ہم تو بہت پہلے یہ کام کرچکے ہیں۔" روسی سربراہ بولا۔ "لیکن بحران اپنی جگہ موجود ہے۔"

"بہرحال، اب اتنی مہلت نہیں ہے۔" ایرک نے کہا۔ "جیسے ہی آپ یہ قدم اُٹھائیں گے، ڈیوڈ اپنا تباہ کاری کا منصوبہ بروئے کار لے آئے گا۔ اس کے علاوہ جو معاشی بحران پیدا ہوگا، اُس کے سامنے دس ارب ڈالر کا سونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔"

"تو پھر اُسے ادائیگی کرکے جان چھڑالی جائے۔" برطانوی وزیرِ اعظم نے کہا۔

"میں متفق ہوں۔" فرانسیسی بولا۔

"آپ سب کے لیے یہ کہنا آسان ہے۔" امریکی صدر نے ٹوکا... "آپ کو کیا علم کہ ہم پر کیا گزرے گی۔"

"معاملہ صرف رقم کا نہیں۔" روسی سربراہ نے ٹکڑا لگایا۔ "... وہ میزائل ڈیلیوری سسٹم بھی طلب کر رہا ہے۔"

"تو فکر کی کیا بات ہے؟" جرمنی کے چانسلر نے کہا۔ "ہمارے پاس فاضل ماہرین کی کمی نہیں۔ ہم تو اُنھیں دوسرے ملکوں میں کھپاتے ہیں۔ آپ کی جگہ ہم اپنے ماہرین بھیج سکتے ہیں۔"

"تاکہ چینیوں کو قابلِ قدر تجربہ میسّر آجائے۔" فرانسیسی نے طنز کیا۔

"ناممکن..." روسی بڑبڑایا۔ "خطرہ تو ہمیں ہے۔ چین سے ہماری سرحد ملتی ہے۔"

"اُنھیں ایک معقول ڈیلیوری سسٹم بنانے میں کم از کم پانچ سال لگیں گے۔" جاپانی نے کہا۔ "اُس وقت تک، اگر ہماری مدد کی جائے تو ہم اس خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں گے۔"

"ناممکن..." امریکی صدر بولا۔

"لیکن آپ جرمنی کی مدد کر رہے ہیں۔" جاپانی نے اعتراض کیا۔

"ہاں، ہماری خواہش کے برخلاف۔" دونوں روسی بیک آواز بولے۔

"میں میزائل کے ماہرین کی ٹیم بھیجنے کو ناممکن قرار دے رہا تھا۔" امریکی صدر نے وضاحت کی۔ "آپ لوگ سرحد ملنے کی کتنی ہی بات کریں لیکن میں جانتا ہوں کہ ان میزائلوں کا ہدف کون ہوگا۔ اس کے علاوہ مجھے اس مشن کے لیے رضاکار کہاں سے میسّر آئیں گے؟ میں ماہرین کو اتنے طویل عرصے کے لیے اُن کے گھر والوں سے جُدا ہونے کا حکم نہیں دے سکتا۔"

"ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ بھی تو نہیں۔" برطانوی سربراہ نے کہا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ان سب کی متوقع نگاہوں نے دوبارہ ایرک کا رُخ کیا۔ ایرک نے کندھے جھٹکے۔ ابھی اُن لوگوں کے پاس کرنے کے لیے کچھ باتیں تھیں۔ اُس نے سوچ لیا تھا کہ جب وہ تھک جائیں گے، خالی ہوجائیں گے، تب وہ زبان کھولے گا۔

"ہم ایسی ٹیمیں بھی بھیج سکتے ہیں جو ناکارہ ڈیلیوری سسٹم بنادیں۔" روسی سربراہ بولا۔

"اور جب چینیوں کو اس کا علم ہوگا تو کیا ہوگا؟"

"ہمیں بہرحال وقت مل جائے گا۔" روسی انٹیلی جنس کے چیف نے کہا۔

"ہاں، اتنا وقت مل جائے گا کہ ہم اپنے کچھ لوگوں کو چین میں داخل کرسکیں، ہم اُن کا پروجیکٹ تباہ کردیں گے۔" امریکی سربراہ بولا۔

"اگر چین میں کوئی داخل ہوسکتا ہے تو وہ صرف میری تنظیم کے

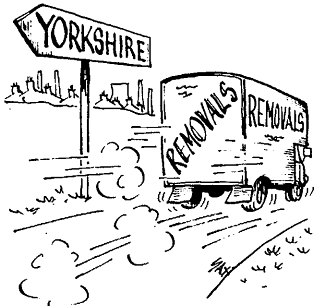

آدمی ہوسکتے ہیں۔" ایرک نے مداخلت کی۔ "لیکن میں اسے ضروری نہیں سمجھتا۔"

اب وہ سب پوری طرح ایرک کی طرف متوجّہ ہوگئے تھے۔

"ڈیوڈ نے کہا ہے کہ میزائل کے ماہرین، پیراشوٹ کے ذریعے اُتارے جائیں۔ اُس نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی لیکن اندازہ لگانا دُشوار نہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی غیر ملکی جہاز، اُن کی زمین کو چھوئے۔ یہ بات ہمارے حق میں جاتی ہے۔ جہاں ہمیں ماہرین کو اُتارنا ہے، وہ پہاڑی علاقہ ہے۔ ہمارے جہاز ہدف سے کچھ آگے بھی نکل سکتے ہیں۔ اُترنے والے پہاڑوں میں بھی اُتر سکتے ہیں۔ چینیوں کو وہاں پہنچنے میں دو ایک دن تو لازماً لگیں گے۔ وہ، ڈیوڈ کو مصدقہ خبر بھی فوری طور پر نہیں دے سکیں گے لیکن سونا مل جانے کی وجہ سے وہ مطمئن ہوں گے۔ ماہرین کے جعلی ہونے کا پتا چلنے میں اتنی دیر لگ جائے گی... کہ میں ڈیوڈ کو چھاپ سکوں۔"

"ٹھیک ہے..." جاپانی سربراہ نے کہا۔

"اور تم نے اُسے پکڑ لیا تو کیا ہوگا؟" فرانسیسی سربراہ نے پوچھا۔

"میں اُسے مار ڈالوں گا۔"

وہ سب خاموشی سے اُسے گھورتے رہے جیسے اُس کا ذہن ٹٹول رہے ہوں۔

"وہ تمھارا بھائی ہے۔" امریکی صدر بولا۔ ایرک خاموش رہا۔

"تم اُسے کیسے ڈھونڈو گے؟" جرمن چانسلر نے پوچھا۔ "تمھارا اب تک کا ریکارڈ تمھیں اس کا اہل ثابت نہیں کرتا۔"

ایرک کا چہرہ سُرخ ہوگیا لیکن اُس نے خود پر قابو رکھا۔ "یوں سمجھیں۔" اُس نے کہا۔ "کہ ڈیوڈ نفرتوں کا آدمی ہے۔ ہم اُسے ادائیگی کریں یا نہ کریں، وہ ذخائر بہرحال تباہ کرے گا۔ یہ محض ایک قیاس ہے۔ میں واحد شخص ہوں، جو ممکنہ طور پر اُسے تلاش کرسکتا ہے۔ آپ کے پاس اور چارہ بھی کیا ہے۔"

"کرنل! تمھارے ذہن میں کوئی خاص بات ہے؟" امریکی

صدر نے پوچھا۔

"جی ہاں... لیکن میں مکمل اختیار چاہتا ہُوں۔"

"وہ تو پہلے ہی تمھارے پاس ہے۔" رُوسی سربراہ نے کہا۔

"میں سونے کی ڈلیوری کے سلسلے میں بات کر رہا ہُوں۔ ترسیل کا کام میرے آدمی کریں گے۔"

کچھ دیر بعد وہ سب متفق ہو گئے۔

"ناکامی کی صُورت میں ہمارا تمھارا تعلق ختم ہو جائے گا۔" رُوسی سربراہ نے کہا۔

"ناکامی کی صُورت میں میرا خود سے بھی تعلق ختم ہو جائے گا۔"

وہ اُن سب کے جانے کے بعد دیر تک کانفرنس رُوم میں رہا پھر باہر جا کر، طیاروں کو ٹیک آف کرتے دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ لڑکی، اُس کی منتظر ہو گی اور اب وہ لوگ تنہا ہوں گے۔ وہ پلٹا اور اپنے نامکمل کام کا اہم ترین حصّہ مکمل کرنے کے لیے چل دیا۔

★★

جمعہ... گیارہ بج کر سات منٹ، صبح۔

ایرک، ریڈیو رُوم کے پاس رُکا اور اُس نے چند اہم پیغامات بھیجے... پھر وہ میڈیکل اپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا جہاں اسٹیسی، اُس کی منتظر تھی۔ وہ معائنے کے کمرے میں اُسی طرح دراز تھی، جیسا وہ اُسے چھوڑ گیا تھا۔ ٹھوڑی تک چادر میں لپٹی ہُوئی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔

"کچھ بہتر محسوس کر رہی ہو؟" ایرک نے پُوچھا۔

اُس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ کہنی کے بَل نیم دراز ہوتے ہُوئے، اُس نے قہرناک نظروں سے ایرک کو دیکھا... "تم جانتے ہو۔" وہ غرّائی۔

"دردِ سر... ؟"

"بہت زیادہ... پلیز، کیا مجھے ایک ڈرنک نہیں مل سکتا؟"

"اتنی صبح... یہ تو شرابی ہونے کی علامت ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ مجھے طلب ہو رہی ہے۔"

وہ جانتا تھا... ڈیوڈ سے اُس کے تعلق کا اندازہ، اُس نے اوکلاہاما کے ہوٹل ہی میں لگا لیا تھا، جب اُس نے اُسے ٹریسا کے ساتھ دیکھا تھا۔ غور کرنے پر، اُن کے درمیان مشابہت صرف اُن کی آنکھوں کے تاثر تک محدود ہو گئی تھی۔ وہ تاثر کسی نشے کے عادی فرد ہی کی آنکھوں میں پایا جاتا ہے۔ بعد میں میٹھی ٹکیوں نے اُس کے خیال کی تصدیق کر دی تھی لیکن دونوں کی آنکھوں کے تاثر میں ایک فرق بھی تھا... اسی لیے اُس نے سوچا تھا کہ وہ لڑکی کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اُس نے نشیلی ٹکیوں کو بے ضرر ٹکیوں سے تبدیل کر دیا تھا۔ ٹکیہ سے چند ذرّات کھُرچ کر زبان پر رکھنے کے بعد، اُسے اُن کی ہلاکت خیزی کا بھی اندازہ ہو گیا تھا۔

اسٹیسی کو اُس پر شک بھی نہیں ہُوا تھا۔ شاید اُس میں اور ٹریسا میں یہی فرق تھا۔ اوکلاہاما کے ہوٹل کے اُس سوئٹ میں سینیٹر کی موت پر اُس کا ردِّ عمل... اُس کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے لیکن وہ بہت دُکھی تھی اور وہ دُکھ مصنُوعی نہیں تھا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ اُس میں نسبتاً اپنا آپ ابھی باقی ہے، اس کا مجروح باطن ہلاک نہیں ہو سکا ہے۔ خود اُس کی جانب اسٹیسی کا رویّہ دُہرا تھا۔ ایک طرف تو وہ، اُس کی طرف بے تحاشا کھنچتی تھی، شاید تربیت کے زیرِ اثر... دوسری طرف وہ، اُسے وہ ٹکیاں استعمال کرانے پر مُصر تھی۔ بعد میں اُس نے اُسے زہر دینے کی کوشش بھی کی تھی۔

ایرک نے اُداسی سے سوچا کہ وہ بے چاری اسی کام پر مامُور کی گئی ہے۔ اب وہ صرف اتنا کر سکتا تھا کہ اسے وہ دَوا نہ لینے دے جس کی وجہ سے وہ اُس کے بھائی سے وفاداری پر مجبُور تھی۔ اُس کے بعد یہ دیکھنا تھا کہ دَوا کے اثرات زائل ہونے پر کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ وہ صرف توقع ہی کر سکتا تھا کہ وہ اتنی ہی پیاری لڑکی بعد میں بھی ثابت ہو گی... اُسے، اسٹیسی کو دیکھنے کے بعد اپنا پہلا تاثر یاد تھا۔ وہ اُسے اُسی رُوپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔

فی الحال تو ایسا لگتا تھا کہ اُس نے غلط اندازہ لگایا ہے۔ بہرحال یہی وقت تھا کہ اُسے جانچا جاتا۔ "ٹھیک ہے۔" اُس نے آہ بھر کر کہا۔ "میں یہ گُناہ نہیں کروں گا۔ تمھیں ضرورت ہے تو خود لے لو۔"

اسٹیسی کا ہاتھ اپنی پیشانی پر تھا۔ وہ بڑے برہم انداز میں اُٹھ بیٹھی۔ "کہاں ہے؟" اُس نے پوچھا۔

ایرک نے دیوار کے ساتھ لگے ریفریجریٹر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ میز سے اُتری اور لڑکھڑاتی ہُوئی ریفریجریٹر کی طرف بڑھ گئی لیکن وہ، اُسے مقفّل ملا۔

"یہ لو..." ایرک نے اُس کی طرف چابی اُچھال دی۔

"اور میری ٹکیاں کہاں ہیں؟" اسٹیسی نے پوچھا اور ریفریجریٹر سے بوتل نکال کر، اُسے اپنے چہرے سے لگانے لگی۔

"تم اُس کے بغیر نہیں پی سکتیں؟"

اُسے ایسا لگا جیسے وہ اُسے بوتل کھینچ مارے گی لیکن وہ لمحہ گزر گیا۔ شاید اُس نے ہوش مندی سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ "نہیں... ویسے یورپ کے سفر سے پہلے مجھے میٹھی ٹکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اب اُن کے بغیر کام نہیں چلتا۔ البتہ شیمپین نہ ملے تو میں محض میٹھی ٹکیہ چوس کر کام چلا لیتی ہُوں۔"

ایرک کے خیال میں یہ ایک اچھی علامت تھی۔ وہ سچ بول رہی تھی۔ "اسٹیسی!" اُس نے بات شروع کی۔ وہ سینی ٹوریم کے ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ اُس نے ڈاکٹر کو ٹیلی گرام دیا تھا کہ وہ دَوا کا تجزیہ کر کے اُسے مشورہ دے۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ علاج، تشدّد کی بجائے سہل طریقے سے بھی ہو سکتا ہے۔ "میں چاہتا ہُوں کہ تم اسے پینے سے پہلے میری چند باتیں سُن لو۔ میں تمھاری حالت سمجھ رہا ہُوں... اب یاد کرنے کی کوشش کرو۔ کیا تم کچھ بھُول گئی ہو؟ ذہن پر زور دو۔ میں دَواؤں کے بارے میں خاصی معلومات رکھتا ہُوں۔ میرے خیال میں تم کسی مخصوص دَوا کی عادی ہو چکی ہو۔"

ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ دَوا تھیسٹرین کی ایک قسم کی مدد سے تیار کی گئی ہے۔ تھیسٹرین وہ دَوا تھی جس پر ڈاکٹر برا تھر تجربات کر رہا تھا۔ اگر اسٹیسی، اُس کی عادی تھی تو یہ امر بھی یقینی تھا کہ اس کی اصل یادداشت کچل کر، اُسے فرضی تجربات اور یادداشتوں کے ذریعے ایک مختلف شخصیت میں ڈھالا گیا ہے۔ اب ایرک دَوا سے محرُوم کر کے، اُس کی اصل شخصیت اور یادداشت بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اسٹیسی..." اُس نے بے حد نرمی سے پکارا۔ اسٹیسی مسلسل اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔ "اسٹیسی! کیا تم کچھ بھُول گئی ہو؟"

وہ اُسے خالی خالی نظروں سے تکتی رہی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

"یاد کرنے کی کوشش کرو۔" ایرک نے زور دے کر کہا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اسٹیسی کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ وہ بولی تو ایرک کو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ وہی پیاری سی لڑکی ہے، جسے وہ اوکلوہاما سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ "میری میٹھی ٹکیاں..." وہ اُسے بڑی بیگانگی سے تکتے ہُوئے بولی۔

ایرک نے مایوس ہو کر دراز کھولی اور اُس کا موسیقی نواز پرس نکال کر، بغیر کچھ کہے، اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس کے چہرے پر اچانک نمُودار ہو جانے والی چمک نے اُسے اور اُداس کر دیا۔ اسٹیسی نے پرس کھول کر، اُس کا جائزہ لیا اور اُس کے چہرے سے اطمینان جھلکنے لگا۔

"پلیز... دو گلاس۔" اب وہ پُرسکون نظر آ رہی تھی۔

ایرک نے دو پلاسٹک کپ اُس کی طرف بڑھا دیے۔ "یہاں صرف یہ کپ ہیں۔" اُس نے کہا۔

"کام چل جائے گا۔" اسٹیسی نے کہا اور ایک کپ میں بادامی رنگ کی اور دوسرے میں سفید ٹکیہ ڈال دی پھر اُس نے دونوں میں شیمپین انڈیلی۔ "ہمارے نام" اُس نے کپ بلند کرتے ہُوئے کہا۔

"ہمارے نام..." ایرک نے بھی کپ بلند کرتے ہُوئے جواباً کہا۔

پھر وہ ہچکچایا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کو خود اپنے آپ سے رُوشناس کرانے کی ایک صُورت ابھی موجود ہے۔ وہ صُورت کتنی ہی موہوم اور اپنے لیے کتنی ہی خطرناک ہو، بہرحال ہے تو سہی۔ اب وہ اس کوشش سے باز نہیں رہ سکتا تھا۔ اُس نے چمچے سے ٹکیہ، کپ میں سے نکال دی۔

"اگر میں یہ استعمال نہ کروں تو تمھیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟" اُس نے پُوچھا۔ "میں تمھیں بتا چکا ہُوں کہ میں ملاوٹ پسند نہیں کرتا۔"

"لیکن تمھیں شیمپین اس طرح پینی چاہیے۔" اسٹیسی نے اصرار کیا۔

"کیوں... ؟"

چند لمحوں کے لیے وہ گُم سی ہو گئی جیسے اُسے کوئی جواب نہ سُوجھ رہا ہو... پھر بولی۔ "کیونکہ میں اسی طرح پیتی ہُوں۔" وہ اُس کے قریب آ گئی اور کپ میں سے نکالی ہُوئی ٹکیہ اُٹھا کر، اُس کے مُنہ میں ٹھونسنے کی کوشش کرنے لگی۔

ایرک نے ایک جھٹکے سے اُس کا ہاتھ پیچھے ہٹا دیا۔

"پلیز، یہ ٹکیہ شیمپین میں ڈال لو۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" ایرک نے سرگوشیانہ انداز میں کہا... "یہ خالص شکر کی ٹکیہ ہے۔ میں نے جہاز پر ہی یہ ٹکیاں تبدیل کر دی تھیں۔"

ایرک کی بات سمجھنے میں اُسے ایک لمحہ لگا... پھر جب وہ بپھری تو اُس کی جارحیت متوقع ہونے کے باوجود، ایرک کے اندازے سے کہیں زیادہ شدید تھی۔ اُس کی چیخیں، کان پھاڑ دینے والی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہ مشن کی ناکامی پر اُس کا ردِّ عمل ہے۔ ایرک نے اُسے بہت سختی سے جکڑ لیا۔ وہ دیوانوں کی طرح اُس سے اُلجھتی رہی لیکن ایرک نے اُسے چھوڑا نہیں۔ اچانک اُس نے ایرک کی گردن پر مُنہ مارا... شاید اُسے اُس کی شہ رگ کی تلاش تھی۔

"اسٹیسی! میں تمھارا دُشمن نہیں ہُوں۔" ایرک نے کہا۔ "ڈیوڈ تمھارا دُشمن ہے۔ وہ تمھیں استعمال کر رہا ہے۔ یقین کرو، یہ ٹکیاں محض تلخ شکر نہیں، ان پر بے حد خطرناک دَوا لپٹی ہُوئی ہے۔"

وہ بدستور اُسے نوچتی کھسوٹتی رہی۔ وہ اُسے بے ہوش کر دینے کے بارے میں سوچتا رہا اور اُلجھتا رہا۔ اُس کی ذہنی اذیت کے مقابلے میں جسمانی اذیت بے حیثیت ثابت ہوتی، پھر اُسے خیال آیا کہ ڈیوڈ نے اُسے کس مشن پر بھیجا ہے۔ مدّھم اور رُومان انگیز سرگوشیاں شاید اُسے یاد دلا دیں کہ ان نت نئی تیکنک اور طریقوں کو آزمانے کا وقت آ گیا ہے، جن کی اُسے تربیت دی گئی تھی۔

●

ہفتہ... دو بجے، دوپہر۔

زمین کے آثار نظر آتے ہی ونسنٹ نے ریڈار سے نظریں اُٹھائیں آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہُوئے تھے۔ سامنے ایک سیاہ اُونچی دیوار کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ گریرو سے آدھی رات کو چلا تھا۔ اُس کی موٹر بوٹ کی روشنیاں گُل تھیں۔ وہ شمال مشرق کی سمت سفر کرتا رہا۔ اُس نے دھیرے سے تھروٹل لیور کو تھوڑا سا کھینچ لیا۔ نیچے سے اُس کے تینوں ساتھی بھی کیبن میں آگئے تھے۔ ہوچی نے تاریکی میں دیکھنے کی کوشش کی اور پھر ریڈار اسکرین پر جُھک گیا۔ دوسرے دو افراد گریرو کے عملے سے تعلّق رکھتے تھے۔ وہ ونسنٹ کے پیچھے پڑی کُرسیوں پر بیٹھ گئے اور آنکھیں پھاڑ کر اندھیرے کے اس پار دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

ونسنٹ نے بوٹ کا رُخ تبدیل کرکے، ساحل کی طرف کردیا جو محض ایک لکیر کی صُورت نظر آرہا تھا... پھر اُس نے کم فریکوئنسی والا ریسیور اُٹھایا اور سگنل کی آواز سن کر مُسکرا دیا۔ گویا ابھی وہ جزیرے ہی پہ موجود تھے۔ اسٹیسی کے پاس موجود ٹرانسمیٹر کام کر رہا تھا۔ ریسیور آن ہوتے ہی سمت نُما آلہ بھی کام کرنے لگا۔ وہ سگنلوں کی سمت بتا رہا تھا۔ ہوچی نے جزیرے کے نقشے پر نظر ڈالی پھر سمت نُما کی طرف دیکھا اور نقشے پر ایک سُرخ لکیر کھینچ دی۔

ونسنٹ اور ہوچی سیاہ جمپ سُوٹ پہننے میں مصروف ہوگئے اور باقی دو آدمیوں میں سے ایک نے وھیل سنبھال لیا۔ وہ موٹر بوٹ کو کنارے پر لے جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ کنارے سے پانچ سو گز دُور، ونسنٹ اور ہوچی ایک چھوٹی سی کشتی میں اُتر گئے اور اُسے کنارے کی طرف کھینے لگے۔

کنارے پر پہنچ کر اُنھوں نے کشتی باندھی اور چند لمحے ریت پر خاموش کھڑے رہے۔ ہلکی ہلکی ہَوا چل رہی تھی۔ وہ کچھ سُننے کی کوشش کررہے تھے لیکن جزیرہ گہری خاموشی میں ڈُوبا ہُوا تھا۔ ونسنٹ نے سر کو اثباتی جنبش دی اور دونوں آہستہ آہستہ تاریکی کے سینے میں اُتر گئے۔ پانچ منٹ بعد، زیرِ زمین بینکر کا داخلی دروازہ اُنھیں نظر آگیا۔ وہ محفوظ فاصلے پر سینے کے بَل لیٹ کر، دروازے پر نظر رکھے رہے۔

دروازہ نیم وَا تھا اور اندر سے زرد بیمار روشنی جھانک رہی تھی۔ داخلی دروازہ خندق نُما تھا۔ وہ دونوں زمین سے لگے لگے بہت تیزی سے آگے بڑھے اور دروازے میں اُتر گئے۔ ونسنٹ نے ریوالور کی نال کی مدد سے بہت آہستگی سے دروازہ کھول لیا۔

☆☆☆

آہٹ سُن کر ایرک نے سر گُھما کر دیکھا۔ وہ آہٹ کم اور کسی کی موجودگی کا احساس زیادہ تھی۔ اُس نے سانس روک لی۔ اُس کے تمام حواس مرتکز ہوگئے تھے۔

وہ تقریباً اُسے چھُوتے ہُوئے گزرے۔ دو سیاہ سائے، جو اُس سے تیس گز دُور جا کر ٹھہر گئے تھے۔ وہ ہاتھ میں پستول لیے کہنیوں کے بَل لیٹا رہا۔ وہ اُن دونوں کو بہ آسانی گرا سکتا تھا لیکن وہ اُسے، ڈیوڈ تک پہنچانے کا واحد امکان تھے۔

ایرک نے اسٹیسی کو ڈسپنسری میں چھوڑا تھا۔ اُس کے بعد اُس نے بینکر کے باہر چار گھنٹے، اُن کا انتظار کیا تھا۔ اُس نے اپنا رُخ جنوب کی سمت رکھا تھا۔ سو گز دُور رن وے تھا اور جزیرے کا مغربی حصّہ سامنے تھا۔ اُسے یقین نہیں تھا کہ ڈیوڈ، اسٹیسی کو اُٹھوائے گا لیکن ٹرانسمیٹر کی موجودگی اسی امکان کی نشان دہی کررہی تھی۔ ڈیوڈ اتنی باصلاحیت لڑکی کو یقیناً ضائع نہ کرنا چاہے گا۔ سوال صرف یہ تھا کہ وہ اُسے کب اُٹھوائے گا، سونے کے حصُول سے پہلے یا بعد میں؟

اسٹیسی خود میں گُم ہو کر رہ گئی تھی، وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُس نے اُس کی باتیں جذب کی ہیں یا نہیں۔ پتا نہیں، وہ ڈیوڈ کو اپنا دُشمن تسلیم کرسکی تھی یا نہیں، ممکن ہے، دوا نہ ملنے سے اُس کی یہ کیفیت ہوگئی ہو۔ اس وقت وہ بینکر میں ایک کُرسی پر بیٹھی، خلا میں کسی چیز کو تکے جارہی تھی۔ بینکر سے نکلنے سے پہلے ایرک نے اپنے دائیں بازو میں ایک انجکشن لگایا تھا۔ اب اُسے پستول اُٹھانا بھی دوبھر معلوم ہورہا تھا۔ اُس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اپنا بازو کُھجائے لیکن اُس نے خود پر قابُو رکھا۔

اُس نے اُن دونوں کو دروازہ کھولتے دیکھا پھر وہ ایک منٹ کا وقفہ دے کر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ وہ اسٹیسی تک چند منٹ میں پہنچ سکتے تھے پھر وہ کم از کم بیس منٹ خود اُس کی تلاش میں صرف کرتے۔ اس کا اندازہ تھا کہ اُسے اُن کی کشتی ڈھونڈنے اور اُس پر سوار ہونے کے لیے پچیس منٹ درکار ہوں گے۔

وہ اندھیرے میں جزیرے کے مغربی ساحل کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ اسی طرف سے آئے ہیں۔ اُسے فکر صرف اتنی تھی کہ کہیں وہ آب دوز پر نہ آئے ہوں۔ اگر ایسا ہُوا تو یہ اُس کی بدقسمتی ہوگی۔ وہ ساحل سے پچاس فٹ پیچھے رُک گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ بالآخر اُسے کشتی نظر آگئی۔ ایرک نے اپنی قمیص اور جُوتے اُتارے اور پانی میں اُتر گیا۔ اُس نے پہلے ہی چیک کرلیا تھا کہ پستول پر پانی سے محفوظ رکھنے والی پٹّی بندھی ہُوئی ہے۔ پانی بہت ٹھنڈا تھا لیکن چند لمحوں بعد وہ اس کا عادی ہوگیا۔

خوش قسمتی اُس کے ساتھ تھی۔ دس منٹ بعد اُسے دائیں جانب سو گز کے فاصلے پر کھڑی موٹر بوٹ نظر آگئی۔ وہ کشتی پر کھڑے گارڈ پر نظریں جمائے تیرتا رہا۔ اُن میں سے ایک، کشتی کے عقبی حصّے میں رائفل تھامے کھڑا تھا۔ دوسرا اپنے ساتھی کے پیچھے کھڑا سگریٹ

پی رہا تھا۔

اب واحد خطرہ اُس شخص کی طرف سے ہو سکتا تھا جس کی کیبن میں موجودگی کا امکان تھا۔ پانی کے کشتی سے ٹکرانے کے شور میں وہ دونوں تو اُس کی آہٹ نہیں سُن سکیں گے۔ اُس نے پستول سے پٹّی اُتاری اور اُسے ہاتھ میں لے کر، بوٹ کے عرشے پر اُتر گیا اور پیٹ کے بَل دراز ہوگیا۔ اُس نے کیبن کی طرف نگاہ کی لیکن وہاں سنّاٹا تھا... کیبن کی چھت کافی اُونچی تھی۔ وہ دونوں نیچے سے اُسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چھت ہی مناسب جگہ تھی۔ وہ اُٹھا اور بڑی احتیاط سے کیبن کی طرف بڑھا۔ اُسے چھت پر چڑھنے میں کوئی دُشواری نہیں ہُوئی۔ چھت پر پہنچ کر وہ پیٹ کے بَل لیٹ گیا۔

اُسے وہاں پہنچے ایک منٹ ہُوا ہوگا کہ بوٹ پر نقل و حرکت ہونے لگی۔ وہ اسٹیسی کو اُوپر لا رہے تھے پھر بوٹ کا سفر شروع ہوگیا۔

اُسے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ کتنا وقت گزر چکا ہے۔ بہرحال، مشرقی اُفق پر اُجالا پھُوٹنے لگا تھا۔ اسی اُجالے سے اُس نے اندازہ لگایا کہ بوٹ جنُوب کی طرف سفر کررہی ہے... پھر انجن کی آواز ہلکی ہونے پر اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا تو اُسے یقین نہیں آیا۔

کشتی ایک دیو پیکر سمندری جہاز کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جہاز کا بیشتر حصّہ تاریک تھا۔ ایک دو جگہ مدّھم سی روشنی نظر آرہی تھی۔ اب اُسے بوٹ سے اُترنا تھا۔ بوٹ، اسٹار بورڈ کے قریب پہنچ کر جہاز کے ساتھ ساتھ گھُومی۔ ایرک کو وہ موٹی زنجیر نظر آگئی جو لنگر کو سہارا دیتی ہے۔ وقتِ عمل آپہنچا تھا۔ اُس نے بہ مشکل کیبن کی چھت پر پاؤں جمائے اور زنجیر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اُوپر جہاز پر ابھی تک خاموشی تھی۔

زنجیر پھسلواں تھی اور اُس پر ہاتھ جمانا دُشوار تھا لیکن ایرک جانتا تھا کہ اگر سونا یہاں گرایا جانا ہے تو جہاز فوری طور پر اتھلے پانی کی طرف رُخ کرے گا یعنی لنگر اُٹھایا جائے گا۔ وہ چڑھنے میں اور پھُرتی دکھانے لگا۔ زنجیر پھسلواں سہی لیکن وہ عمودی ہونے کی بجائے ساٹھ درجے کا زاویہ بنا رہی تھی۔ یہ بات اُس کے حق میں تھی۔

اُس نے یہ تو سوچا ہی نہ تھا کہ اُوپر چڑھنے کے بعد بھی کچھ مسائل پیش آسکتے ہیں۔ وہ دو آدمی تھے جو عرشے پر اُس سے صرف دس فٹ دُور کھڑے تھے اور اُسے بڑی بے پروائی سے دیکھ رہے تھے۔ اُن میں پستہ قامت کے ہاتھ میں سب مشین گن تھی اور طویل القامت کا ہتھیار، اُس کے دونوں ہاتھ معلوم ہوتے تھے۔ وہ بہت بڑے بڑے ہاتھ تھے۔ اُس کے بارعب چہرے اور گنجے سر کو دیکھ کر، اچھا بھلا آدمی خوف زدہ ہو سکتا تھا۔ ایرک نے تیزی سے فیصلہ کیا کہ اُن میں سے کس سے مبارزت بہتر ہوگی۔ اُسے بغلی ہولسٹر میں موجود پستول کا احساس تھا لیکن وہ دونوں بھی یقیناً بھانپ چکے تھے۔ ہاتھ بڑھانے کا کوئی موقع نہ تھا۔

پیچھے جہاز کا بہت بڑا برج تھا۔ ڈیوڈ اگر جہاز پر موجود تھا تو یقیناً وہیں ہوگا۔ اُسے علم بھی نہیں ہوگا کہ اُس کے جال میں کتنی قیمتی مچھلی خود آپھنسی ہے۔ اُن دونوں کی طرف دیکھتے ہُوئے ایرک کو احساسِ شکست نے گھیر لیا.. پھر بھی کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ ”میرا خیال ہے کہ مجھے پانی میں گرتے کسی نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔“ اُس نے کہا۔

دونوں میں سے کسی نے کچھ نہ کہا۔ دیو قامت کی مٹّھیاں بار بار کُھل رہی تھیں اور وہ اُنھیں پھر بھینچ لیتا تھا۔

”ڈیوڈ کانسٹنٹائن کہاں ہے؟“ ایرک نے بے حد بے پروائی سے پُوچھا.. پھر اُس نے اُن کے سروں کے اُوپر برج کی طرف دیکھا اور آگے بڑھنے لگا۔ پستہ قامت نے ایک جانب ہو کر، اُس کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ اُس کی مشین گن کا رُخ، ایرک کے گھٹنوں کی طرف ہوگیا تھا۔

ایرک ٹھہر گیا۔ اُس نے بڑی بے پروائی سے پستہ قامت کی طرف دیکھا اور پھر دیو قامت کی طرف ایک مُسکراہٹ اُچھالی۔ دیو قامت کے چہرے پر برہمی کے تاثرات نظر آئے جیسے ایرک نے مُسکرا کر اُس کی توہین کردی ہو۔

ایرک بہت تیزی سے گھُوما اور اُس کا گھونسہ پستہ قامت کے حلق پر پڑا۔ مشین گن فضا میں اُچھلی اور پستہ قامت غائب ہوگیا۔ ایرک کو اپنا پستول نکالنے کے لیے صرف ایک لمحے کی مُہلت درکار تھی۔ یہ مُہلت حاصل کرنے کے لیے اُسے دیوزاد کے بھی ایک جچا تُلا ہاتھ رسید کرنا تھا۔ اُس نے دیوزاد کے پیٹ پر بایاں مُکّا مارا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس نے صحیح مقام پر وار کیا ہے، ہلکی سی کراہ بھی سُنائی دی لیکن دیوزاد آگے ہی بڑھتا رہا۔ ایرک نے اُس کے راستے سے ہٹنے کی کوشش کی، ساتھ ہی اُس نے وار بچانے کے لیے دایاں ہاتھ بلند کیا تھا۔ اگلے ہی لمحے، اُس کی کلائی میں درد کی شدید لہریں دوڑ گئیں۔

اُس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے زور لگانا لاحاصل تھا لہٰذا ایرک نے اُس کے پیٹ پر اُسی جگہ ٹکّر ماری جہاں پہلے مُکّا مارا تھا لیکن ایک ہلکی سی کراہ کے سوا کوئی ردِ عمل نہ ہُوا پھر وہ ایرک پر جُھک گیا۔ پہلی لات، ایرک کی پسلیوں پر کسی وزنی ہتھوڑے کی طرح لگی پھر تسلسل کے ساتھ ٹھوکریں برسنے لگیں۔ ایرک نے بائیں ہاتھ سے خود کو بچانا چاہا لیکن بے سُود۔ مارنے والے کو اس سے غرض نہیں تھی کہ ٹھوکر کہاں لگ رہی ہے... پھر

دھماکے اُس کے سر میں منتقل ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

اتوار... تین بج کر پینتالیس منٹ، سہ پہر۔

ایرک کو اپنے بائیں بازو میں شدید تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔ اُوپر دُھند میں لپٹی ہُوئی ایک تیز روشنی سی تیر رہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ بے وزنی کی کیفیت بھی محسوس کر رہا تھا۔ سر معمول سے کہیں زیادہ بھاری اور بڑا معلوم ہو رہا تھا۔ چہرے کا بایاں حصّہ بُری طرح سُوجا ہُوا تھا۔

"ہوش میں آ رہا ہے۔" کسی نے کہا۔

آواز جانی پہچانی تھی لیکن وہ اُسے شناخت نہ کر پا رہا تھا۔ اُس نے دیکھنے کی کوشش کی لیکن روشنی کے جھماکوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا۔ لمحہ بھر بعد اُسے احساس ہُوا کہ کوئی اس پر جُھکا ہُوا اُسے دیکھ رہا ہے لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہ دیکھ سکا۔

اُس نے دوسری جانب دیکھنے کی کوشش کی۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر کوئی کھڑا تھا۔ اُس کا سر چکرا رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے رنگ برنگ دائرے تھرک رہے تھے۔ اُس نے پلکیں جھپکائیں... دائروں نے ایک شکل سی اختیار کر لی اور ٹھہر گئے۔

"تین پسلیاں ٹوٹی ہیں اور سر میں اندرونی چوٹ ہے۔" اسی آواز نے کہا۔

ایرک نے بائیں ٹانگ ہلانے کی کوشش کی۔ سینے میں اچانک اُٹھنے والی ٹیسوں نے اُسے دانت بھینچنے پر مجبور کر دیا۔

"آہستہ آہستہ کرنل!" لہجہ دوستانہ تھا۔

دائرے اب معدوم ہونے لگے تھے۔ سامنے نظر آنے والا چہرہ پہلے تین حصّوں میں منقسم دکھائی دیا اور بالآخر ایک ہو گیا۔ "پراتھر۔" ایرک نے دھیرے سے کہا۔

"کیسا محسوس کر رہے ہو، کرنل؟"

اُسے محسوس ہُوا جیسے اُس کے بازو سے سُوئی نکالی جا رہی ہو۔ "مشروب کی ضرورت محسوس کر رہا ہُوں۔" اُس نے آنکھیں مُوندتے ہُوئے کہا... چند لمحے بعد اُس نے آنکھیں کھولیں تو پراتھر کو ایک طرف دیکھتے پایا۔ اُس نے خود بھی سر گھُما کر اُسی طرف دیکھا۔ ڈیوڈ، دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ سینے پر بندھے تھے اور سرد نگاہیں ایرک پر جمی ہُوئی تھیں۔ وہ پہلے سے زیادہ بھاری ہو گیا تھا لیکن بیس سال پہلے کی تلخی، اُس کے وجُود میں آج بھی رچی ہُوئی تھی۔

ایرک نے گردن موڑ لی... پھر اُسے پسلیوں پر بندھی ہُوئی پٹیوں کا احساس ہُوا۔ "تم سے مِلنا تو بہت دُشوار کام ہے، ڈیوڈ!" اُس نے کہا۔ "تمھارے سیکرٹری نے کچھ خوش گوار استقبال نہیں کیا، میرا۔"

وہ اس وقت جہاز میں کافی نیچے اور انجن رُوم کے خاصا نزدیک تھے، انجنوں کی ہلکی سی آواز سُنائی دے رہی تھی، جہاز لنگرانداز تھا یا بہت آہستہ چل رہا تھا۔ "ہمیں بہت سی باتیں کرنا ہیں۔" ایرک نے کہا۔

"ہمیں کوئی بات نہیں کرنی۔" ڈیوڈ نے سپاٹ لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اُس کے انداز میں بے چینی تھی۔ "جلدی کرو، ڈاکٹر!"

ایرک نے سوچا، ڈیوڈ اس وقت چلا گیا تو اُس سے کبھی کچھ نہیں معلوم کیا جا سکے گا۔ جہاز کہاں ہے؟ کدھر جا رہا ہے؟ سونے کے متعلق ڈیوڈ کا منصوبہ کیا ہے؟ پراتھر نے بینڈیج مکمل کر دی اور بولا۔ "اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

دَرد کے احساس کو جھٹکتے ہُوئے ایرک نے سر گھُما کر پراتھر کی طرف دیکھا۔ وہ اپنا سامان بیگ میں رکھ رہا تھا اور ڈیوڈ دروازہ کھول رہا تھا۔ دیوزاد، جس نے اُس کا استقبال کیا تھا، وہیں ایک طرف کھڑا تھا۔ وہ اُسی کو گھُور رہا تھا جیسے اس بات پر برہم ہو کہ وہ ابھی تک زندہ ہے۔

"میرا خیال تھا کہ تم اپنے الٹی میٹم کا ردِ عمل جاننا چاہو گے..." ایرک نے ڈیوڈ کو مخاطب کیا۔

"ان بچکانہ حرکتوں اور احمقانہ سیاست سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں جو تمھارے آقاؤں کا طرۂ امتیاز ہیں۔ اُن کے پاس میری شرائط قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا ہوگا۔"

ایرک مُسکرایا۔ "جزوی طور پر۔"

"تم کسی وجہ سے مجھے یہاں روکنا اور شاید میری سرگرمیوں کے متعلق جاننا چاہتے ہو۔" ڈیوڈ نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ "میں تمھیں بالکل مایوس بھی نہیں کروں گا۔" پھر وہ کاریڈور کی طرف مُڑا۔ "آسکر! ڈاکٹر کو اسٹیسی کے کمرے میں لے جاؤ۔ میں ابھی آتا ہُوں۔"

دروازہ بند کرنے کے بعد، اُس نے کوٹ کی جیب سے سگار نکالا اور اُسے سُلگا کر ایرک کی طرف متوجّہ ہُوا۔ "تم اس جہاز پر بن بُلائے مہمان کی حیثیت رکھتے ہو۔" اُس نے کہا۔ "جو کچھ کہنا ہے، مختصراً کہہ ڈالو۔"

"ٹھیک ہے۔" ایرک نے کہا۔ "پہلی بات، تم نے ہمیں دس اَرب ڈالر کا سونا اکٹھا کرنے کے لیے مناسب وقت نہیں دیا۔"

"اچھا..." ڈیوڈ کے لہجے میں دلچسپی تھی۔

"دوسرے، ہمارے پاس ایسے سائنس دان اور انجینیئر نہیں ہیں جو میزائل ڈلیوری سسٹم پر مکمل عبُور رکھتے ہوں۔ یہ بہت بڑا پروجیکٹ ہوتا ہے جس میں ہزاروں افراد اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور تقسیم کار کے اصُول پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے تمھیں کم از کم

بارہ مختلف شعبوں کے لیے پچاس آدمی درکار ہوں گے۔"

"دوسرے لفظوں میں تم میری شرط پوری نہیں کر سکو گے۔" ڈیوڈ کے انداز میں لاتعلقی تھی۔

"یہ ناممکن ہے۔" ایرک نے خشک لہجے میں کہا۔

"سمجھا... گویا نہ تو سونا لانے والے جہاز آئیں گے اور نہ ہی سائنسدان، صُوبہ کانسو میں اُتارے جائیں گے۔"

"درست..." ایرک نے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈیوڈ، اُس کے ساتھ کھیل رہا ہے لیکن وہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا، کھلونا بننے پر مجبُور تھا۔

"اور تم نے تمام حکُومتوں سے کہہ دیا ہوگا کہ جب تک تم نہ لوٹو، میری شرائط پوری نہ کی جائیں۔"

"درست ہے۔" ایرک نے جھُوٹ بولا۔

ڈیوڈ نے سگار پھینک کر بُوٹ سے مَسل ڈالا۔ "مجھے یہ سُن کر افسوس ہُوا۔" اُس نے ایک مصنُوعی آہ بھری۔ "گویا میں نے تمھارے اثرات کے بارے میں غلط اندازہ لگایا۔"

ایرک خاموش رہا۔

"ایسا لگتا ہے کہ تمھارے آقاؤں نے یا تو تمھارے مشوروں کو نظرانداز کر دیا یا پھر تم جھُوٹ بول رہے ہو۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "میرے خیال میں دوسری بات درست ہے۔" اُس نے پھر گھڑی پر نظر ڈالی۔ "اس وقت سہ پہر کے چار بجنے والے ہیں۔" اُس نے کہا۔

ایرک کے لیے یہ بات کسی اہمیت کی حامل تھی۔ وہ منتظر رہا کہ ڈیوڈ بات آگے بڑھائے گا۔

"آج اتوار ہے۔" ڈیوڈ نے مزید کہا۔

حیرت کا جھٹکا اتنا شدید تھا کہ ایرک اُسے چھُپا نہ سکا۔ اس کی حیرت اور پریشانی دیکھ کر ڈیوڈ مُسکرایا۔ "ہاں، بھائی! تم چھتیس گھنٹے بیہوش رہے ہو..." اُس نے دیوزاد کی طرف اشارہ کیا۔ "کامل، تمھاری مداخلت پر بہت خفا تھا۔"

ایرک نے دیوزاد کی طرف دیکھا۔ اُس کی اُنگلیاں اب بھی مصروف تھیں۔ ایرک نے مُنہ پھیر لیا۔ اُس کی پسلیوں کی تکلیف تازہ ہو گئی تھی، 'چھتیس گھنٹے...' اُس نے سوچا۔ 'گویا سونا لانے والے طیّارے اب جہاز کے قریب پہنچنے ہی والے ہوں گے۔'

ڈیوڈ پھر مُسکرایا۔ "ہاں، کھیل ختم ہی سمجھو۔" اُس نے کہا۔ "بیس طیّارے صبح، کیوبا سے گزرے ہیں۔ وہ لوگ بھرپُور تعاون کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور ریڈیو پر دی جانے والی ہدایات کی تعمیل کر رہے ہیں... ایکویڈور کے ساحل سے اُنھوں نے ٹرینیڈاڈ کا رُخ کیا تھا پھر وہ ساحل کے ساتھ ساتھ جنُوبی امریکہ سے جنُوب مشرق کی سمت پرواز کرتے رہے۔

اب وہ اس جہاز کی سمت پرواز کر رہے ہیں۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ اُنھوں نے تمھارے مشورے قبُول نہیں کیے یا پھر تم جھُوٹ بول رہے ہو۔"

ایرک مُسکرایا اور کچھ کوشش کے بعد اُٹھ بیٹھا۔ اُس نے گہری سانس لینے کی کوشش کی لیکن پسلیوں پر بندھی ہُوئی پٹیوں نے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کاش وہ کامل اور اُس کے ساتھیوں سے نہ اُلجھا ہوتا۔

"اور سُننا چاہتے ہو؟" ڈیوڈ نے نرمی سے پُوچھا۔

"اگر تم محظُوظ ہونا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" ایرک نے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہُوئے کہا۔

ڈیوڈ نے قہقہہ لگایا۔ "یقین کرو، میں محظُوظ ہو رہا ہُوں... ایک امریکی اور ایک رُوسی طیارہ چین کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک گھنٹے کے بعد میری دوسری شرط بھی پُوری ہو جائے گی۔"

"لیکن اس کے باوجود تم تیل کے ذخائر تباہ کر دو گے۔"

ڈیوڈ نے اُسے سرد نگاہوں سے گھُورا۔ "اِنٹریکس کا کام تو پہلے ہی ٹھپ پڑا ہے۔ تہائی امریکہ اس وقت ایندھن سے محرُومی کا شکار ہے، وینزویلا میں آئل ڈرلنگ روک دی گئی ہے۔ یورپ میں..."

"میں سمجھ گیا۔" ایرک نے سرجیکل ٹیبل سے اُترتے ہُوئے کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ جہاں ہو، وہیں رہو۔" ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا اور کامل کو اشارہ کیا۔ کامل دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگا۔ اُس کے چہرے پر وحشت تھی۔

"ٹھیک ہے، میں جھُوٹ بول رہا تھا۔" ایرک نے کہا۔ "تمھاری شرطیں منظور کر لی گئی ہیں۔ جلد ہی تم دُنیا کے امیر ترین آدمی ہو گے... پھر کیا ہوگا؟"

"میں تمھارا سوال سمجھ نہیں سکا۔" ڈیوڈ نے اُلجھن آمیز لہجے میں کہا۔

ایرک کی مُسکراہٹ طنزیہ تھی۔ "تم دُنیا کے امیر ترین بلیک میلر ہو گے... سونے سے بھرا ہُوا جہاز لیے اوقیانوس کے وسط میں... لیکن زمین ہر جگہ تمھارے لیے تنگ ہو گی۔ سونا گرائے جاتے ہی تمام دُنیا کو عِلم ہو جائے گا کہ تم کہاں ہو، وہ تم پر نظر رکھیں گے۔ اِنٹریکس کو تمھارے اثر سے نکلنے، بارُودی سُرنگوں سے پاک کرنے اور کام شروع کرنے میں پانچ دن سے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ اُس وقت تک یہ جہاز، تباہ کُن جہازوں کے نرغے میں ہو گا۔"

ڈیوڈ نے اثبات میں سر ہلاتے ہُوئے پھر گھڑی دیکھی۔ "اور کچھ تو نہیں کہنا تمھیں؟"

"نہیں..." ایرک نے کہا اور کامل کی طرف دیکھا جو پھر دیوار سے

ٹک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے اتنا سونا طلب کرنے کی حماقت کیوں کی؟ جبکہ تم اس پر قابض نہیں رہ سکو گے پھر اس آپریشن پر تمہارے کم از کم پچاس لاکھ ڈالر صرف ہوئے ہوں گے۔ تم نے بہت خراب سرمایہ کاری کی ہے۔"

ایرک جانتا تھا کہ ڈیوڈ کا پندار اُسے جواب دینے پر مجبور کر دے گا... بزنس کے سلسلے میں طنز کر کے اُس نے ڈیوڈ کی دُکھتی رگ پر اُنگلی رکھ دی تھی۔

"میرے نزدیک دولت کی کوئی اہمیت نہیں۔" ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھے اصل انعام تو چینی حکومت کی طرف سے ملے گا کیونکہ میں تیل کی صنعت کو تباہ کر کے، مغربی تہذیب کو اپاہج کر دوں گا۔ یہ سب کچھ کرنے میں حصولِ دولت کا کوئی لالچ نہیں تھا۔ تم خود بھی میرے اور اپنے باپ کے حوالے سے بہت دولت مند ہو، اس کے باوجود تم خود کو ایک بچکانہ عالمی تنظیم کے سپرد کر دیتے ہو۔ کیوں؟ دولت کمانے کے لیے؟ نہیں، تمہارے محرکات کچھ اور ہیں... پھر تمہیں یہ یقین کرنے میں دُشواری کیوں ہو رہی ہے کہ میرے محرکات بھی کچھ اور ہیں... میرے ذہن میں شیطان کا جو تصور ہے، تم جو مغربی دُنیا کی نمایندگی کرتے ہو، اس تصور پر پورے اُترتے ہو۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی دُنیاؤں کو تباہ کرنے کا عزم کیے ہوئے ہیں۔ تمہاری تیل کی صنعت کی تباہی تو پہلا مرحلہ ہے۔ مغرب کے ہر گیراج میں کھڑی دو گاڑیوں کو گیس کی فراہمی کی سہولت کے عوض، تم کچھ بھی ادا کر دو گے... تم میزائل ڈلیوری سسٹم کا بلو پرنٹ بھی دو گے اور سائنس دان بھی... یاد رکھو آخر میں تم بخوشی خود کو چین کی قید میں ہی دے دو گے کہ تمہاری چھوٹی چھوٹی مشینی خوشیوں میں کوئی رخنہ اندازی نہ کی جائے... آخر میں، میں سب کچھ لے لوں گا۔"

ڈیوڈ کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔ اُس کی بائیں آنکھ پھڑک رہی تھی۔ ایرک کے خیال میں وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کے اندر کوئی طاقت اُسے روک رہی تھی۔ "مجھے افسوس ہے کہ تم یہ تبدیلیاں نہ دیکھ سکو گے۔" ڈیوڈ نے دروازے کی ناب تھامتے ہوئے کہا۔

"بہرحال، اسٹیسی کوپر کا شکریہ۔ تم نے اُس کے ذریعے مجھے بہت سی خوشیاں دی ہیں۔" ایرک نے کہا۔

ڈیوڈ نے زہریلی نظروں سے اُسے دیکھا اور پھر کامل کی طرف مڑا۔ اُس نے ہاتھوں سے کچھ اشارے کیے اور کمرے سے نکل گیا۔

"تم گونگے، بہرے ہو، کامل! ہیں نا؟" ایرک نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔ وہ کامل کے چہرے کو دیکھتا رہا لیکن وہاں اُسے کوئی رَدِ عمل نہیں دکھائی دیا۔ "تم ہونٹوں کی حرکت سے سمجھتے ہو؟" کامل کا چہرہ اب بھی سپاٹ رہا۔ "تم ذلیل انسان..." ایرک نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

ایرک نے اپنی کہنی ٹٹولی، جہاں زہریلی سُوئی موجود تھی۔ وہ ناخن سے کہنی کا اندرونی حصّہ کھجانے لگا۔ کبھی کبھی وہ کامل کو دیکھ کر مُسکرانے بھی لگتا تھا۔ ایرک کو احساس تھا کہ اُسے باہر نکلنا ہے۔ سونے کے کریٹ گرائے جانے کے موقعے پر، اُس کا جہاز کے عقبی حصّے میں ہونا ضروری ہے۔

وہ اپنے کام میں مصروف رہا۔ کبھی کبھی وہ کامل کو دیکھ لیتا یا کمرے کا جائزہ لینے لگتا۔ کمرا بالکل خالی تھا، غالباً قید خانے ہی کی حیثیت سے استعمال ہوتا رہا تھا۔ وہاں غیر معمولی چیز زرد اور سبز تاروں کا سلسلہ تھا جو چھت کے ساتھ ساتھ باہر تک چلا گیا تھا۔ عقب میں اُسے سُرمئی اسٹیل کا ایک باکس نظر آ رہا تھا۔ وہ ڈیڑھ مربع فٹ کا باکس تھا، اُس کی گہرائی آٹھ انچ رہی ہو گی۔ باکس کے اُوپر کسی ہینڈل کے آثار تک نہیں تھے۔ وہ باکس اور تار بالکل نئے تھے اور حال ہی میں لگائے گئے تھے۔ وہ کچھ دیر تک اُنھیں دیکھتا رہا... پھر اُسے احساس ہُوا کہ ناخن نے اُس کی جلد میں رخنہ ڈال دیا ہے۔ اُس کے ساتھ ہی زہریلی سُوئی باہر نکل آئی۔ وہ دیو زاد کو دیکھتے ہوئے سُوئی کو ناخنوں سے پکڑ کر پیچھے لے آیا اور پھر میز پر پاؤں اُوپر کرتے ہوئے پھیل گیا۔ اگر جہازوں کی آمد میں ایک گھنٹہ تھا تو وہ پون گھنٹہ آرام کر سکتا تھا۔ جب جہاز آئیں گے تو ہر شخص کی توجہ اُن کی طرف ہو جائے گی۔ وہ وقت کامل سے بِھڑ جانے اور جہاز کے عقبی حصّے میں پہنچنے کا ہو گا۔

★★

اتوار... چار بج کر پانچ منٹ، شام۔

جہاں ایرک موجود تھا، اُس کے اُوپری ڈیک کے ایک چھوٹے سے کمرے میں اسٹیسی کوپر موجود تھی۔ ایک کونے میں گارڈ بیٹھا تھا... اور مشین گن اُس کی گود میں دھری تھی۔ وہ، ڈاکٹر پراتھر کو اسٹیسی کا معائنہ کرتے دیکھ رہا تھا۔

پراتھر نے سب سے پہلے تھیٹرین کی علامات چیک کیں لیکن نبض معمول کے مطابق تھی اور آنکھوں کے ڈھیلے بھی نارمل تھے۔ وہ اسٹیتھسکوپ سے مزید معائنہ کر رہا تھا کہ اسٹیسی نے دھیرے سے اُسے مخاطب کیا۔ "کیا آپ ایرک کے دوست ہیں؟"

پراتھر نے کن انکھیوں سے گارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ گارڈ یا تو کسی سوچ میں گم تھا یا خالی الذہن ہو رہا تھا۔ وہ خاموشی سے فرش پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ پراتھر حرکت کر کے ایسی پوزیشن میں آ گیا کہ اب گارڈ، اسٹیسی کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے اپنا کان اسٹیسی کے مُنہ کے قریب کر لیا۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ دھڑکنیں چیک کر رہا ہو۔

"مجھے کوئی ہتھیار دے دو۔" اسٹیسی نے سرگوشی کی۔ "کوئی بھی

ہتھیار، ڈیوڈ کو قتل کرنے کے لیے۔"

پراتھر نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ پوری طرح ہوش میں تھی۔ اُس کی نگاہوں میں التجا تھی۔

"تم بہت کمزور ہو۔" پراتھر نے باآوازِ بلند کہا۔

"پلیز..."

پراتھر نے اپنے بیگ سے ایک ہائپوڈرمک سرنج نکالی۔ "میں تمہیں نیند کی دوا دوں گا۔" اُس نے کہا۔

"نہیں..." وہ چیخی۔ "پلیز، تم مجھے کچھ دے دو۔" اس بار اُس نے پھر سرگوشی میں کہا۔

پراتھر نے گارڈ کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور فرش کو گھور رہا تھا۔ کسی بھی لمحے ڈیوڈ آ سکتا تھا۔ جانے وہ لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کرتا۔ جہاز پر ہنگامی حالات دیکھ کر پراتھر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہونے والی ہے۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے نرم لہجے میں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ احمقانہ قدم ہے لیکن اُس نے بیگ سے مارفین کے دو وایل نکالے اور دونوں کو ہائپوڈرمک سُوئی میں بھر دیا۔ "جب تک وہ سو نہ جائے، کچھ نہ کرنا۔" اُس نے لڑکی کو ہدایت دی۔

وہ مُسکرائی اور اُس نے سرنج تکیے کے نیچے رکھ لی۔

دروازہ دھڑ سے کھلا۔ ڈاکٹر چونک کر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ ڈیوڈ برہم دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے گارڈ کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "باہر ٹھہرو۔" پھر اُس نے بیڈ کے قریب آ کر اسٹیسی کو غور سے دیکھا۔ "ہاں، کیا معاملہ ہے، اُس کے ساتھ؟" اُس نے پراتھر سے پُوچھا۔

"تھکن..." پراتھر نے بیگ بند کرتے ہوئے کہا۔

ڈیوڈ نے مشکوک نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا۔ "کیا یہ اب بھی تھیٹرین کے زیرِ اثر ہے؟"

"ہاں..." پراتھر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کی آنکھوں کی کیفیت؟"

"یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔" پراتھر نے جھوٹ بولا۔ "عادی ہو جانے پر یہ بھی ہو جاتا ہے۔"

ڈیوڈ نے اسٹیسی کا پرس اُٹھا کر اُسے کھولا۔ اُس میں صرف دو ٹکیاں بچی تھیں، سفید ٹکیاں موجود نہیں تھیں۔ شاید ایرک نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہو۔

"ٹھیک ہے، ڈاکٹر!" ڈیوڈ نے کہا اور بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ "آسکر! ڈاکٹر کو اُس کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔" اُس نے گارڈ کو ہدایت کی۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ چند لمحے کھڑا اسٹیسی کو گھورتا رہا۔ "تم جاگ رہی ہو؟" اُس نے خشک لہجے میں کہا۔ اسٹیسی نے اثبات میں سر ہلایا۔ "مجھے بتاؤ، تم ایرک کو سفید ٹکیاں استعمال کیوں نہیں کرا سکیں؟"

اُس کی آنکھوں میں پہلے اُلجھن اور پھر دُکھ اُبھر آیا۔ "میں نے پوری کوشش کی تھی۔" اُس نے کہا۔

"تم ناکام ہو گئیں۔" ڈیوڈ نے زور دے کر کہا۔ "اور اب وہ اس جہاز پر موجود ہے۔ پورا آپریشن خطرے میں پڑ سکتا تھا۔" وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلتا رہا... پھر اُس کی طرف متوجہ ہُوا۔ "تم رو کیوں رہی ہو؟"

"میں نہیں جانتی۔" اسٹیسی نے سسکتے ہوئے کہا۔

ڈیوڈ نے گھڑی دیکھی۔ چار بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ جہازوں کے آنے میں ابھی آدھ گھنٹہ تھا۔ "مجھے اکیلا نہ چھوڑو، پلیز!" اسٹیسی نے التجا کی۔ ڈیوڈ نے اُسے غور سے دیکھا۔ چادر اُس کے کندھے سے کھسک کر، اُس کے حُسن کو اُجاگر کر رہی تھی۔

"مجھے جانا ہے۔" اُس نے کہا۔

"نہیں، ڈیوڈ... پلیز۔" اُس نے ڈیوڈ کا ہاتھ تھام لیا۔

ڈیوڈ نے اُس کا ہاتھ جھٹکنا چاہا لیکن یہ سوچ کر رہ گیا کہ پانچ منٹ ہی تو بات ہے۔ وہ اسٹیسی کے قریب بیٹھ گیا۔ اسٹیسی کا ہاتھ غیر محسوس انداز میں تکیے کے نیچے رینگنے لگا۔ اُسے سرنج مل گئی۔ وہ ڈیوڈ کو دیکھ کر مُسکرائی۔ نظر بچا کر وہ سرنج والا ہاتھ کھینچ کر اپنے پہلو میں لے آئی اور اپنے بدن کی اوٹ میں کر لیا۔ اُس نے سوچا، یہی عمل کا وقت ہے۔

وہ دھیرے دھیرے ہاتھ بلند کرنے لگی... پھر ڈیوڈ کا بازو، سُوئی کا ہدف بنا۔ ڈیوڈ کے مُنہ سے چیخ نکل گئی اور اُس کا بدن اکڑ گیا۔ اسٹیسی نے پوری قوت سے پسٹن دبا دیا۔ ڈیوڈ بُری طرح چلّایا۔ کھڑا ہاتھ مار کر، اُس نے اسٹیسی کی گرفت کو بے کار کر دیا۔ سرنج اُڑتی ہوئی دُور جا گری۔ اسٹیسی دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

ڈیوڈ کا چہرہ مسخ ہو رہا تھا اور وہ دیوانوں کی طرح اُسے گھور رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا تو اسٹیسی نے اپنا چہرہ چادر میں چھپا لیا پھر ڈیوڈ کے تھپّڑ اُس کے سر اور گردن پر برسنے لگے۔

اتوار... چار بج کر پچپن منٹ، شام۔

ڈیوڈ، برج پر پہنچا تو ونسنٹ، کیپٹن اوٹو اور پروفیسر ہنفورڈ وہاں موجود تھے۔ وہ تینوں اُفق پر امریکی طیاروں کو تلاش کر رہے تھے۔ ڈیوڈ نے بھی کھڑکی سے اُفق پر نظریں جما دیں۔

وہ، اسٹیسی کوپر کو گریہ وزاری کرتا چھوڑ آیا تھا لیکن اُس کا غصّہ کم نہیں ہُوا تھا۔ مارفین، اُسے ڈاکٹر پراتھر نے دی ہو گی۔ اسی طرح اسٹیسی کو، ونسنٹ نے اور شاید ہوچی نے ایرک کو یہاں تک پہنچنے میں مدد دی ہو گی ورنہ وہ یہاں کیسے پہنچ سکتا تھا۔ ونسنٹ اس سلسلے میں کوئی وضاحت

نہیں کرسکا تھا اور اب ایرک کا اطمینان اور بے نیازی ڈیوڈ کو سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔

سب سے پہلے کیپٹن نے طیّاروں کی جھلک دیکھی۔ اُس نے اشارہ کیا اور ونسنٹ کے دانت نکل پڑے۔ یہاں تک کہ پروفیسر کے سدا کے ملول چہرے پر بھی مُسکراہٹ نظر آنے لگی۔

کیپٹن نے طیّاروں پر سے نظریں ہٹائے بغیر انٹرکام آن کیا۔ "جہاز پر سے گزر کر صرف ایک ہزار فٹ دُور کارگو گرا دیا جائے۔" اُس نے کہا۔ سیاہ نقطے اب واضح نظر آنے لگے تھے۔ وہ بیس طیّارے تھے۔ دو آگے قیادت کر رہے تھے۔ پیچھے تین تین کی ٹکڑیاں مثلث کی تشکیل کر رہی تھیں۔ وہ ابھی گریرو سے کم از کم پانچ میل دُور تھے۔

پھر اُن کی چنگھاڑیں گریرو کی آواز پر غالب آ گئیں۔ ڈیک پر کام کرنے والوں نے چونک کر اُوپر دیکھا۔ کیپٹن اوٹو جو اس وقت انجن رُوم کے لیے ہدایات جاری کر رہا تھا، اپنا جملہ ادا کرنا بھول گیا اور جہاز پر سے اس مثلث کو گزرتے دیکھتا رہا۔

دس سیکنڈ بعد آگے والے طیّارے کا دروازہ کھلا... پھر ہر طرف لکڑی کے کریٹ گرتے نظر آنے لگے۔ اُس کے بعد زرد و سُرخ پیراشوٹ کھل گئے۔ ڈیوڈ کانسٹنٹائن کے لیے وہ منظر بہت زیادہ خوبصورتی کا حامل تھا... پھر سمندر کی سطح پر صرف پیراشوٹ نظر آنے لگے۔ کریٹ پانی میں بیٹھ گئے۔ طیّاروں کی آواز دُور ہوتے ہوتے معدوم ہو گئی۔

طیّارے سونا گرانے کے بعد نظروں سے اوجھل ہو گئے تو گریرو پر ہلچل سی مچ گئی۔ نیچے کارگو پلیٹ فارم کو حرکت میں لانے کی تیاری شروع ہو گئی۔

ڈیوڈ، سطحِ سمندر کو تک رہا تھا۔ اگر کچھ کریٹ ٹُوٹے نہیں ہیں تو تمام کریٹوں کو یقیناً ایک گھنٹے کے اندر اندر بار کر لیا جائے گا، یعنی چھ بجے تک وہ جہاز کو غرق کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ سب کچھ شیڈول کے مطابق ہو رہا تھا لیکن ڈیوڈ مطمئن نہیں تھا۔ اُس نے ونسنٹ اور پروفیسر کو گھُور کر دیکھا اور سرد لہجے میں بولا۔ "تم دونوں کوئی مصروفیت تلاش کیوں نہیں کرتے؟" اُن دونوں نے متجسس نگاہوں سے ڈیوڈ کو دیکھا پھر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

★★

طیّاروں کی آمد نے فضا کو مرتعش کر دیا۔ ایرک نے کامل کی طرف دیکھا۔ وہ دیوزاد اب بھی اُسی طرح کھڑا تھا۔ ایرک اُٹھ بیٹھا اور پاؤں میز سے نیچے لٹکا دیے۔ پسلیوں کی تکلیف بڑی حد تک کم ہو چکی تھی۔ اُس نے یوں آنکھیں ملیں جیسے کمرے میں دُھواں بھر گیا ہو... دیوزاد کے چہرے پر بھی تکلیف کے آثار نظر آئے۔ وہ یوں پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے دُھواں اُس کی آنکھوں میں گھُسا جا رہا ہو۔ ایرک نے اُسے دیکھا اور اپنی آنکھیں پھر مسل ڈالیں۔ کامل کا ردِ عمل حسبِ سابق تھا۔ ایرک نے اندازہ لگا لیا کہ گونگے بہرے دیوزاد کی تمام حسیات اُس کی آنکھوں میں مرتکز ہو گئی ہیں۔ وہ خلا میں گھُور رہا تھا اور اُس کے جبڑے بھنچ گئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی غیر معمولی قسم کی اذیت میں مُبتلا ہو گیا ہو۔

ایرک نے زہریلی سُوئی اُٹھائی اور اُسے میز پر گھِسنے لگا۔ سیاہ نشان نظر آتے ہی اُسے اندازہ ہو گیا کہ سُوئی پر لگی ہُوئی پلاسٹک کی ٹیپ ہٹ گئی ہے اور اب سُوئی مؤثر ہو گئی ہے... پھر وہ میز سے اُتر آیا۔

کامل آگے بڑھا اور اُس نے ایرک کو میز پر واپس بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن ایرک وہیں کھڑا رہا۔ اس نے دو اُنگلیاں کامل کی آنکھوں کی طرف بڑھاتے ہُوئے دھمکی دی تو کامل کا ہاتھ دفاعی انداز میں... اپنی آنکھوں کے آگے آ گیا۔

ایرک محتاط انداز میں کمرے کے اُس کونے کی طرف بڑھا جہاں اُس کی پتلون پڑی تھی۔ کامل خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ ایرک نے پتلون اُٹھائی اور میز کی طرف پلٹ آیا۔ طیّاروں کی آواز اب اُس کے سر کے عین اُوپر سُنائی دے رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے، کریٹ گرائے جا رہے ہوں گے۔ ڈیک پر موجود ہر شخص کی توجہ اسی طرف ہو گی۔ اب اُسے بہت تیزی سے کام کرنا تھا۔

اُس نے بُرا سا مُنہ بنا کر چھت کی طرف دیکھا۔ کامل کی نظریں بھی بے اختیار اُٹھ گئیں۔ ایرک کو بے احتیاطی کا یہی ایک لمحہ درکار تھا... وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اپنی پتلون دیوزاد کے چہرے پر پھینک دی اور خود پھُرتی سے اُس کے عقب میں پہنچ گیا۔ کامل نے چیختے ہُوئے پتلون کو ایک طرف اُچھال دیا۔ عقب سے ایرک نے اُسے اس طرح جکڑ لیا تھا کہ اُس کی کہنی دیوزاد کی آنکھ میں کھُبی جا رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے وہ اُس کی ریڑھ کی ہڈّی ٹٹول رہا تھا۔

کامل مچلتا ہُوا، ہوا میں ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ اس نے ایرک کا بازو تھام کر اُسے دائیں بائیں جھٹکے دے ڈالے۔ وہ اس وقت بگڑا ہُوا ہاتھی معلوم ہو رہا تھا۔ ایرک کو اُس کی آہنی گرفت سے تکلیف محسوس ہونے لگی۔

پھر کامل نے جھٹکا دے کر اُسے اپنے اُوپر لاد لیا جیسے اُسے دوسری طرف پٹخنے کا ارادہ ہو۔ اُسی وقت ایرک کو اپنا ہدف مِل گیا۔ دوسرے ہی لمحے، کامل کے دونوں کندھوں کے درمیان وہ زہریلی سُوئی اُتر چکی تھی۔

تھوڑی دیر تک ایرک، اُس کے بے جان جسم کو دیکھتا رہا... لیکن اُس کی سماعت کاریڈور پر مرتکز تھی۔ طیّارے گزر چکے تھے۔ اب ہر

طرف سنّاٹا تھا... پھر وہ اُٹھا اور پتلون پہن کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اچانک اُس کی نظر اسٹیل کے باکس پر پڑی۔ وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں تھا۔ وہ میز کو گھسیٹ کر باکس کے نیچے لے آیا اور اُس پر چڑھ کر اپنی بیلٹ کے بکّل کی مدد سے اسکرو کھول کر اسٹیل کی فیس پلیٹ ہٹا دی۔

فیوز اور پلاسٹک کے جدید آتش گیر مادّے کی موجودگی کا سبب جاننے میں اُسے کچھ دیر نہ لگی۔ وہ چیز جہاز کے پیندے میں دس فٹ قطر کا سُوراخ کر سکتی تھی۔ اُس نے فیس پلیٹ دوبارہ لگا دی۔ اب وہ زرد اور سبز تاروں کا جائزہ لے رہا تھا جو چھت سے گزر کر ڈیک تک چلے گئے تھے۔ اس وقت تاروں کی اصل منزل کا پتا چلانے کا موقع نہیں تھا۔ وہ احتیاط سے دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ راہداری میں سنّاٹا تھا۔ بائیں جانب سے انجنوں کی آواز سُنائی دے رہی تھی، دائیں جانب سیڑھیاں تھیں جو اُوپر کی طرف جاتی تھیں۔ اُن کے عقب میں بھاری اسٹیل کا دروازہ تھا جس پر خطرے کا نشان بنا ہُوا تھا۔

دروازہ مقفل نہیں تھا۔ البتہ اُس کی آنکھوں اور وہاں کی تاریکی کے درمیان مطابقت پیدا ہونے میں کچھ دیر لگی۔ اُس کے بعد جو کچھ نظر آیا، وہ بھی اُس کے لیے قابلِ فہم ثابت نہیں ہُوا۔ وہاں المونیم کے بڑے بڑے پچاس فٹ بلند اور کم از کم سو فٹ لمبے پینل تھے۔ وہ کسی ہائیڈرالک میکنزم سے منسلک تھے اور ایسا لگتا تھا کہ وہ اُسے اُٹھانے اور گرانے کا کام کرتے تھے۔ ایرک نے دروازہ بند کیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اچانک اُس نے خود کو جہاز کے عقبی حصّے میں پایا۔ وہاں ایک چھوٹا سا کھُلا سب ڈیک تھا اور چالیس فٹ نیچے سمندر لہریں لے رہا تھا۔ اُس کے قدموں میں لنگر اُٹھانے اور گرانے والی زنجیریں پڑی تھیں۔ اُن کی تعداد بارہ تھی۔ وہ ایک زنجیر کی طرف بڑھ گیا۔

★★

پانچ بج کر آٹھ منٹ۔

اولف نے تنگ جگہ میں بمشکل پہلو بدلا اور گھڑی پر نظر ڈالی۔ ایک منٹ رہ گیا تھا۔ اُس کے اِردگِرد فوم ربر کے حصار نے وہ شدید جھٹکا برداشت کر لیا تھا لیکن کریٹ جلدی میں بنائے گئے تھے۔ آکسیجن ٹینک اور واٹر پروف تھیلے میں لپٹی ہُوئی مشین گن کے درمیان جگہ بہت تنگ تھی۔ وہ طویل القامت آدمی تھا، سُکڑ کر بیٹھنے سے اُس کے گھٹنے ٹھوڑی سے آملے تھے۔ اُسے اس حال میں دس منٹ ہو گئے تھے اور اب کمر میں درد شروع ہو گیا تھا۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور بڑے تحمّل سے آخری پچاس سیکنڈ گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔

پیراشوٹ کھُلنے سے پہلے کے چند لمحوں میں اس کا وجود اُلٹ پلٹ کر رہ گیا تھا... پھر آخری جھٹکے کے بعد اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ کریٹ پانی میں گر چکا ہے۔ اس وقت سے وہ اپنی گھڑی پر بڑی بے تابی سے نظر رکھے ہُوئے تھا۔ بڑی سُوئی بارہ پر پہنچتے ہی اُس نے لیور کو نصف گھما دیا۔

اسٹیل کے کھُلے دروازے سے پانی کی زبردست بوچھار در آئی۔ پانی اُس کے سینے تک آ گیا تو اُس نے لیور کو پوری طرح گھما دیا۔ دروازہ اندر کی جانب پوری طرح کھُل گیا اور پانی زیادہ مقدار میں اندر آ گیا۔ وہ کھُلے دروازے سے نکل کر کریٹ کے نچلے حصّے میں پہنچ گیا۔ وہ جہاز سے خاصا دُور تھا۔ دائیں جانب سو فٹ کے فاصلے پر اُسے اپنے دوسرے دونوں ساتھی بھی نظر آ گئے۔ آگے میجر رائٹ تھا اور پیچھے کاسٹیلو... وہ دونوں بھی کریٹوں سے باہر آ چکے تھے اور اُس کے اشارے کے منتظر تھے۔ اُس نے کریٹ کا تختہ الگ کر دیا۔

ایرک بے چینی سے اپنے آدمیوں کا منتظر تھا۔ اُن کے دیکھ لیے جانے کا امکان بے حد موہوم تھا۔ جہاز کا عملہ اگلے حصّے میں بُری طرح مصروف تھا۔ تمام کشتیاں اُتار دی گئی تھیں اور اسکوبا غوطہ خوروں کی مدد سے سونا نکال کر اُن کشتیوں تک پہنچایا جا رہا تھا۔ ایرک کا اندازہ تھا کہ گریرو پر موجود لوگوں کی کم از کم نصف تعداد جہاز سے باہر مصروف ہو گی۔ اگر اس وقت وہ حملہ کر دیں تو کامیابی کے امکانات روشن ہیں... انتظار کے دوران، وہ نیچے لگائے گئے آتش گیر مادّے کے بارے میں بھی سوچتا رہا۔ زرد اور سبز تاروں کا وہ سلسلہ کس طرف جا رہا تھا۔ انٹینا کے ذریعے اُسے جہاز کے ریڈیو رُوم کے متعلق اندازہ ہو چکا تھا۔ اُس کے اُوپر بالائی ڈیک سے بھی اُونچا ایک پلیٹ فارم تھا۔ شاید وہ رَن وے کے لیے کنٹرول ٹاور کا کام دیتا تھا۔ ممکن ہے، جہاز کو اُڑانے کے سُوئچ بھی وہیں ہوں۔ دوسری صُورت میں اُنھیں مرکزی برج پر ہونا تھا... ڈیوڈ بھی شاید وہیں ہو گا۔

ایرک کو ایک اور چیز پریشان کر رہی تھی۔ ڈیوڈ کو یقیناً یہ احساس ہو گا کہ اس وقت اس جہاز کا علم ہوتے ہی اَن گنت تباہ کُن بحری جہاز حرکت میں آ چکے ہوں گے لیکن اس کے انداز میں بے پروائی تھی، کیوں؟

جب اُسے اس سوال کا جواب ملا تو وہ ڈیوڈ کی ذہانت کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ ڈیوڈ، گریرو کی غرقابی کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی صُورت تھی ہی نہیں۔ اب پوشیدہ طیّارے کی اہمیت بھی واضح ہو گئی تھی۔ وہاں فرار کے لیے یقیناً طیّارہ موجود ہو گا۔ جہاں تک سونے کا تعلق ہے، وہ گریرو کے ساتھ ہی غرق ہو جاتا اور لوگ اُسے ڈھُونڈتے رہ جاتے۔ اُس نے یقیناً سونے کی بازیافت کا منصوبہ بھی بنا رکھا ہو گا۔

اب وہ جہاز کے عملے کے فاتحانہ نعرے بھی سُن سکتا تھا۔ شاید اُنھوں نے ابتدائی کریٹ کھول کر سونا دیکھ لیا تھا۔ جن کریٹوں میں اُس

کے تین آدمی تھے، وہ جہاز کے عقبی حصّے کی طرف گرائے گئے ہوں گے ... اُن کا نمبر بعد میں آنا تھا۔ اُن کے پاس بیس منٹ کی مُہلت تھی۔ ایرک تین آدمی اور چاہتا تھا لیکن اس طرح خطرات بڑھ جاتے۔ وقت سے پہلے جہاز والوں کو اُن کے متعلق علم نہیں ہونا چاہیے تھا۔ علم ہو جانے کی صُورت میں ڈیوڈ، ریڈیو پر تیل کے ذخائر تباہ کرنے کا حُکم صادر کر دیتا۔

پہلے آدمی نے ریلنگ تھام کر محتاط انداز میں اُوپر جھانکا۔ "خوش آمدید میجر!" ایرک نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ چند لمحے بعد کاسٹیلو اور اولف بھی اُوپر آ چکے تھے۔ اُنھوں نے آتے ہی واٹر پروف تھیلوں سے ... اپنی مشین گنیں نکال لیں۔ اس کے علاوہ اُن کے پاس چھ دستی بم اور لمبے پھل والے چاقو بھی تھے۔

"ہمارا پہلا ہدف ریڈیو رُوم ہے۔" ایرک اُنھیں سمجھانے لگا۔ "ڈیوڈ کو خطرے کا سگنل بھیجنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔ ہمارا اگلا ہدف خود ڈیوڈ ہوگا۔"

ان سب نے غوطہ خوری کا لباس اُتار دیا تھا اور اپنے ہتھیار چیک کر رہے تھے۔ وہ تربیت یافتہ تھے لیکن اس وقت اُن کے چہروں سے تشویش جھلک رہی تھی۔ ایرک کو میکسیکن کاسٹیلو پر بھرپور اعتماد تھا۔ وہ پہلے بھی بارہا اُس سے کام لے چُکا تھا۔ برطانوی میجر اور اولف کا ریکارڈ شان دار تھا لیکن ایرک اُن کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

"کاسٹیلو! ڈاکٹر براتھر جہاز ہی میں کہیں موجود ہے۔" ایرک نے کہا۔ "ایک لڑکی بھی ہے، اسٹیسی کوپر... ریڈیو رُوم کی تباہی کے بعد تم نیچے جا کر اُنھیں تلاش کرو گے۔" کاسٹیلو نے مُسکراتے ہُوئے، سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"اولف! تم اور میجر میرے ساتھ رہو گے۔"

اولف نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا جبکہ میجر نے انگوٹھا بلند کرتے ہُوئے تعمیل کا اشارہ کیا۔

ایرک نے پلٹ کر ایک بار پھر جہاز پر تفصیلی نگاہ ڈالی۔ جہاز کے عملے کی توجّہ سونے کی طرف تھی۔ وہ کارگو پلیٹ فارم پر مصرُوف تھے۔ ایرک اُن تینوں کی طرف مُڑا۔ "پانچ پانچ سیکنڈ کا وقفہ۔" اُس نے کہا اور ڈیک کی طرف بڑھ گیا۔ پستول چھُپائے ہُوئے وہ قدم بڑھاتا رہا۔ دو منٹ بعد وہ چاروں اپنے ہدف تک پہنچ چکے تھے۔

"مجھے علم نہیں کہ اندر کتنے افراد موجود ہیں۔" ایرک نے دروازے پر رُک کر کہا۔ "ہمیں پہلے ٹرانسمیٹرز کا پتا چلانا ہوگا۔ اس لیے شُوٹنگ سے گریز کیا جائے۔ اب طریقۂ کار سُنو۔ میں اندر جا کر ہدف تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے تین منٹ کی مُہلت دینا۔ اتنی دیر میں وہ لوگ بھانپ لیں گے کہ میں اُن میں سے نہیں ہوں... پھر تم میں سے ایک میرے پیچھے آ جائے۔"

"میں آجاؤں گا، جناب!" میجر نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ایرک نے کہا اور دروازے کی ناب تھام لی... دروازہ مقفّل تھا۔ ایرک نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے دستک دے ڈالی۔ کچھ دیر اُسے انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران میں وہ سوچتا رہا کہ کہیں اُس کا سابقہ کسی ایسے شخص سے نہ پڑ جائے جو اُسے جانتا ہو۔ یہ امکان بھی تھا کہ اندر داخل ہونے والوں کے لیے کوئی پاس ورڈ مقرّر ہو... دروازہ کھُلا اور چپٹی ناک والے ایک منگول نے باہر جھانکا۔

"اسپیشل وائرنگ میں شارٹ سرکٹ ہو گیا ہے۔" ایرک نے اُسے ایک طرف ہٹاتے ہُوئے کہا۔ "ہم نے ہر جگہ تلاش کر لیا ہے... اب یہیں ہو سکتا ہے۔" اندر داخل ہو کر اُس نے دروازہ بند کر لیا اور دروازے کے سامنے اس طرح پھیل کر کھڑا ہو گیا کہ منگول کو دروازہ مقفّل کرنے کا خیال نہ رہے۔ منگول ایک لمحے تک اُسے گھورتا رہا۔ ایرک ناخوش گوار مرحلے کے لیے تیار ہو گیا۔

اسی وقت منگول نے مُڑ کر آگے بڑھتے ہُوئے کہا۔ "اس طرف آؤ۔"

کمرا، ایرک کی توقّع سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ الیکٹرونک کے آلات کا سلسلہ بیس فٹ بلند تھا اور اُسے پانچ آدمی کنٹرول کر رہے تھے... وہ ریڈیو رُوم سے آگے کی کوئی چیز تھی اور پُورے جہاز کے لیے برقی مرکز بھی تھا۔

ایرک نے اپنا چہرہ ایک جانب کر رکھا تھا تاکہ کوئی اُسے شناخت نہ کر سکے۔ سامنے سیڑھیاں تھیں جو ایسے حصّے کی طرف جاتی تھیں جس کو آہنی ریلنگ نے محصُور کر رکھا تھا۔ آگے ایک شخص بہت سارے ڈائلوں پر جھُکا ہُوا تھا۔ ایرک کو کمرے کے کونے میں دو اور افراد نظر آئے۔ وہ اُن کے آگے رکھے ہُوئے آلات کو پہچان گیا۔ اُسے اُن ہی کی تلاش تھی، وہ بہت زیادہ قوّت والے ٹرانسمیٹر تھے۔

منگول ایک بدصُورت سے چوبی بکس کے سامنے رُک گیا۔ ایرک نے اثبات میں سر ہلاتے ہُوئے گھڑی پر نظر ڈالی۔ ایک منٹ بعد میجر اندر آنے والا تھا۔ اب جو کچھ کرنا تھا، نہایت تیزی سے کرنا تھا۔

"تمھارے اوزار کہاں ہیں؟" منگول نے پُوچھا۔

"چاقُو سے کام چل جائے گا۔" ایرک نے کہا اور منگول نے اپنی بیلٹ میں اُڑسا ہُوا چاقُو نکال کر اُسے دے دیا۔ ایرک نے چاقُو سنبھال کر منگول کو اپنی جانب گھسیٹا اور پھر پھُرتی سے اُس کی گردن پر چاقُو پھیر دیا... وہ چیخ و پکار کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ وہ مرتے ہُوئے منگول کو سنبھالے ایک طرف کونے میں کھڑا رہا۔ چاروں افراد اپنے کاموں میں مصرُوف تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ منگول کے مُردہ جسم کو فرش پر ڈال کر آہنی زینے کی طرف بڑھ گیا۔ اُس کے خیال میں وہاں بیٹھا ہُوا شخص زیادہ اہم تھا۔ شاید خطرے کا سگنل بھی وہی بھیج سکتا تھا۔ وہ اُس تک پہنچا ہی تھا کہ میجر اندر داخل ہو گیا۔ اُس شخص نے پہلے ایرک کو اور پھر میجر کو دیکھا۔ اُس ایک لمحے کا فائدہ اُٹھاتے ہُوئے ایرک نے کھڑے ہاتھ سے اُس کے حلق پر وار کیا۔ وہ سانس لینے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایرک نے اُس کی کنپٹیاں دبا ڈالیں اور وہ ایک طرف لُڑھک گیا۔

دو آدمی کم ہو چکے تھے، تین باقی تھے۔ ایرک تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اُسے صرف پانچ منٹ کی مُہلت درکار تھی۔ اُس نے نیچے دیکھا۔ میجر کے ریوالور کا دستہ ایک کو خاموش کر چُکا تھا۔ دوسرے پر اُس نے کراٹے کا وار آزمایا۔ اتنی دیر میں تیسرا آدمی چاقُو نکال کر آگے بڑھا۔ چاقُو پکڑنے کے انداز سے مُہارت ظاہر ہو رہی تھی۔ اُس کی نظریں ایرک پر جمی ہُوئی تھیں۔ پھر اُس نے نپے تُلے انداز میں چاقُو پھینکا لیکن چاقُو ایرک کو لگنے کی بجائے اُس کے اپنے ہی ساتھی کے جسم میں پیوست ہو گیا تھا۔ ایرک نے بڑی پھُرتی سے اُس کے بے ہوش ساتھی کو ڈھال بنا لیا تھا۔ وہ پوری طرح سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ عقب سے میجر کی آہنی اُنگلیوں نے اُس کے حلق کو گرفت میں لے لیا۔

ایرک تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھا۔ اچانک اُسے دیوار پر آویزاں ایک چھوٹی سی کُلھاڑی نظر آ گئی۔ اُس نے اُسے دیوار سے اُتارا اور بڑی بے دردی سے آلات پر وار کرنے لگا۔

ایرک نے بالائی حصّے والا دروازہ کھول کر باہر کا جائزہ لیا... دروازے سے تھوڑے فاصلے پر ڈیوڈ، اُس کی طرف پُشت کیے کھڑا تھا۔ اُسے افسوس ہونے لگا کہ وہ اپنا پستول باہر کیوں چھوڑ آیا تھا... ڈیوڈ اس وقت بہت آسان ہدف تھا۔

پھر ڈیوڈ پلٹا اور اُس کی سرد نگاہیں ایرک کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔

"میجر..." ایرک چیخا۔ میجر مُڑا اور ڈیوڈ کو دیکھتے ہی اُس نے فائر کر دیا لیکن ڈیوڈ پھُرتی سے ایک قدم پیچھے ہٹ چکا تھا... پیچھے ہٹتے ہُوئے اُس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ ایرک نے دروازے کو کھولنا چاہا لیکن وہ مقفّل ہو چُکا تھا۔

پھر ایرک نے اولف کو نیچے ریڈیو رُوم میں داخل ہوتے دیکھا اور واقعات تیزی سے رُونما ہونے لگے۔ ایرک کے سر کے عین اُوپر ایک الارم چنگھاڑنے لگا۔ اس کے علاوہ بھی جہاز پر درجنوں گھنٹیاں گُونج رہی تھیں۔

"دروازہ بند کر دو۔" ایرک نے چیخ کر اولف سے کہا۔

اولف نے دروازے کا ہینڈل گھُمایا لیکن الارم کے ساتھ ہی

اپنے سراپے پر
ایک نظر ڈالیں
ہو سکتا ہے کہ

- ☐ آپ چھوٹے قد کی وجہ سے ہر دم بجھے بجھے اور شرمسار رہتے ہوں اور اپنا قد تین انچ تک بڑھانا چاہتے ہوں۔
- ☐ چہرے کے کیل چھائیوں، داغ دھبوں اور فاضل بالوں نے آپ کی زندگی اجیرن کر رکھی ہو۔
- ☐ آپ کے سر کے بال تیزی سے گر رہے ہوں، سفیدی مائل ہوں یا خشکی اور سکری کی لپیٹ میں آ چکے ہوں۔
- ☐ آپ سگریٹ نوشی کے ہاتھوں تنگ ہوں اور اس عادت کو ترک کرنا چاہتے ہوں۔
- ☐ بچپن اور جوانی کی بدعادات کے سبب آپ اپنے آپ کو ناکارہ محسوس کرتے ہوں اور پُرسکون ازدواجی زندگی گزارنے کے متمنی ہوں۔
- ☐ آپ کا پُورا جسم یا کوئی ایک حصّہ موٹاپے کی طرف مائل ہو۔ اور آپ اس سے جان چھڑانا چاہتے ہوں۔
- ☐ کمزور یادداشت اور حافظہ آپ کی تعلیم، کاروبار اور مستقبل پر اثر انداز ہو رہا ہو۔
- ☐ نسوانی تکلیف یا کوئی مخصوص مرض آپ کی صحت کو متاثر کر رہا ہو۔ اور اس سے نجات آپ کی تمنّا ہو۔
- ☐ آپ سینے کے پُرکشش نسوانی حُسن سے محرُوم ہُوں اور اس محرومی نے آپ کو احساسِ کمتری کا شکار بنا دیا ہو۔
- ☐ ایسی کسی بھی صُورت میں مکمل کیفیت لکھ کر جوابی لفافے کے ساتھ روانہ کر دیں کامیابی آپ کے قدم چومے گی

مرد اپنے خطوط بنام ڈاکٹر علوی روانہ کریں۔
خواتین لیڈی ڈاکٹر شگفتہ کے نام اپنے خطوط لکھیں۔

ہر مرض کی دوا کا مکمل کورس -/۲۰۰ روپے

ادارہ حُسن و صحت
پوسٹ بکس ۲۵۴۱ کراچی ۱۸

دروازہ مقفّل ہو چکا تھا۔ اولف نے پھر کوشش کی لیکن بے سُود... وہ اُس کمرے میں پھنس چکے تھے۔ اولف بے بسی سے ایرک کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ ایرک کو اپنی بے پروائی پر غصہ آ رہا تھا۔ اُسے پہلے ہی کسی دوسرے دروازے کے امکان کے متعلق سوچ لینا چاہیے تھا۔ اب صرف کاسٹیلو باہر تھا اور ڈیوڈ چوکنا ہو چکا تھا۔ وہ یقیناً اپنے آدمیوں کو منظم کرے گا۔ گویا کاسٹیلو کے بچ نکلنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

ایرک نیچے اُتر آیا۔ اُس نے دروازے کا جائزہ لیا۔ وہ اسٹیل کا بھاری دروازہ تھا۔ اُس کی موٹائی آدھ انچ سے کم نہیں ہو گی... پھر ایرک نے کمرے کو چاروں طرف سے دیکھا، وہاں کوئی پورٹ ہول نہیں تھا۔ وہ اسٹیل کی دیواروں میں مقیّد ہو چکے تھے۔ ڈیوڈ انھیں یہیں چھوڑ دیتا تو بھی وہ جہاز کے ساتھ غرق ہو جاتے۔ اولف ایک ایک دیوار کو ٹٹول رہا تھا۔ میجر ایرک کے ساتھ کھڑا تھا۔ باہر سے کاسٹیلو کی مشین گن کی ریٹ ٹیٹ سُنائی دے رہی تھی۔ اس کے بعد کوئی رائفل گرجی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

ایرک الارم کی طرف دیکھ رہا تھا۔ الارم بیل کے بائیں جانب اُسے اسٹیل کا ایک باکس نظر آیا۔ اس باکس سے بھی ویسے ہی زرد اور سبز تار نکلے چلے گئے تھے، جیسے اُس نے نیچے، قید کے دوران دیکھے تھے۔ ایرک یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ موت کا یہ جال ڈیوڈ نے یہاں کیوں بچھایا تھا۔

اُسی وقت باہر ایک آواز گونجی۔ "ہر شخص کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ریڈیو رُوم والا علاقہ چھوڑ دے۔ وہاں خطرہ ہے۔" پھر اعلان دُہرایا گیا۔

"اولف..." ایرک نے چیخ کر کہا۔ "ہوشیار... کوئی ڈھنگ کی جگہ تلاش کرو۔" اس کے ساتھ ہی اُس نے میجر کو لوہے کے ڈیسک کے نیچے دھکیلا پھر خود بھی اُس پر گر گیا۔ "اپنا مُنہ کُھلا رکھنا۔" اُس نے چیخ کر میجر کو ہدایت کی۔

اُسی وقت دھماکا ہُوا۔ کان پھاڑ دینے والے دھماکے نے ریڈیو رُوم کے چیتھڑے اُڑا دیے تھے۔ ایرک نے خود کو خلا میں اُڑتا محسوس کیا پھر وہ فرش پر گر گیا۔ ہوش و حواس برقرار رکھتے ہُوئے وہ لُڑھکتا ہُوا، دیوار کی طرف چلا گیا۔ وہ خاموشی سے وہیں پڑا، اُس دُھند سے لڑتا رہا جو اُس کے ذہن کو گرفت میں لے رہی تھی۔ اُس نے لڑکھڑاتے ہُوئے اُٹھنے کی کوشش کی پھر اولف کی آواز سُنائی دی اور کسی نے سہارا دے کر اُسے کھڑا کر دیا۔ ہر طرف نیلی چنگاریاں اُڑ رہی تھیں۔ بہت سی لائنوں میں شارٹ سرکٹ ہو گیا تھا۔ الیکٹرونک کے آلات سے نارنجی شعلے لپک رہے تھے۔ ایرک نے خود کو سنبھالا اور دیوار سے ٹیک لگاتے ہُوئے میجر کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔

"وہ خیریت سے ہے، جناب!" اولف نے کہا۔

دھماکے نے چھت میں ایک بہت بڑا سُوراخ کر دیا تھا۔ میجر پہلے ہی مصرُوف تھا۔ وہ بالائی حصّے میں باہر نکلنے کے لیے راستہ صاف کر رہا تھا۔ اُوپر دُھواں بھرا ہُوا تھا۔ وہاں دو لاشیں بھی پڑی تھیں۔ اُن میں سے ایک کو ایرک نے پہچان لیا۔ وہ مشہور پیشہ ور قاتل ونسنٹ تھا۔ وہ کبھی گرفتار نہیں ہو سکا تھا۔

اب وہ اس برج تک پہنچ چکے تھے جسے ایرک نے جہاز کے عقبی حصّے سے دیکھا تھا۔ اس سے کچھ اُوپر شیشے کا ایک کمرا تھا... وہاں گھومنے والی ایک کُرسی اور اَن گنت ڈائل اور پینل نظر آ رہے تھے۔ وہ یقیناً طیّارے کا کنٹرول رُوم ہو گا۔

دھماکے کے بعد نچلے ڈیک سے فائرنگ کی آواز نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ امکان یہ تھا کہ کاسٹیلو بچ نہیں سکا ہو گا۔ وہ اولف کے کھولے ہُوئے دروازے سے گزرنے والا ہی تھا کہ اُسے کاسٹیلو کی مشین گن کی ریٹ ٹیٹ سُنائی دی۔ ایرک نے دو قدم اُوپر جا کر آبزرویشن رُوم سے دیکھنا چاہا۔ اُسے کاسٹیلو تو نظر نہیں آیا لیکن ڈیوڈ کے چھ سات آدمی فائرنگ کرتے نظر آئے۔ کاسٹیلو شاید زینوں میں چھُپا ہُوا تھا۔

ایرک نے سُوئچ آن کر کے چیک کیا۔ ڈائل پر سُرخ روشنی نمُودار ہوتے ہی اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ دھماکے نے کنٹرول رُوم کو متاثر نہیں کیا تھا۔ اُس نے بٹن دبایا اور ڈیک کی طرف دیکھا۔ دُور سے اُس نے پوشیدہ ڈیک نمُودار ہوتے دیکھا۔

فائرنگ کرنے والے، عملے کے افراد نے ڈیک کو متحرک پایا تو وہ ششدر رہ گئے... پھر ایک کے سوا سب نے اپنے ہتھیار پھینکے... اور مرکزی ڈیک کی طرف بھاگے۔ رہ جانے والے کو چھلانگ لگانی پڑی... نیچے سے کاسٹیلو کی مشین گن پھر گرجی۔ ڈیوڈ کے تین آدمی ڈھیر ہو گئے۔ دوسرے دو لمحہ بھر ہچکچائے پھر پلٹ گئے۔ آگے والا لڑکھڑایا اور چیخ مارتا ہُوا دھماکے کی وجہ سے پیدا ہونے والے سُوراخ میں گر گیا۔ دوسرا عرشے سے ملنے والے فاضل عرشے کی زد میں آ گیا۔ اُس کی چیخ بے حد کریہہ تھی۔

ایرک نے دوسرا سُوئچ دبایا اور فلائٹ ڈیک اپنی پوزیشن میں آ گیا۔ "میجر..." ایرک نے اپنی مشین گن چیک کرتے ہُوئے کہا۔ "نیچے کہیں ایک طیّارہ ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت پڑے گی۔" میجر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اور اولف! تم کاسٹیلو کے ساتھ رہو گے۔ اُسے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"اور آپ؟"

"ڈیوڈ کے خیال میں ہم مر چکے ہیں۔ اُس کے مقابلے میں حیرت کا عنصر میرے ساتھ ہو گا۔"

ان دونوں نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن دوسرے ہی لمحے عمل کے لیے آگے بڑھ گئے۔

جو کریٹ جہاز کے قریب گرے تھے، وہ پہلے لائے گئے تھے۔ اَن میں سے سونا نکال کر کارگو پلیٹ فارم پر ڈھیر کر دیا گیا۔ ڈیوڈ اب تک چوالیس کریٹ گن چکا تھا۔ اب کشتیوں اور غوطہ خوروں نے اپنا دائرہ وسیع کر لیا تھا۔ ڈیوڈ نے بے چینی سے گھڑی پر نظر ڈالی پھر اُس نے مین ڈیک کے انٹرکام کا سُوئچ آن کیا۔ "میکسیکن اس وقت کہاں ہے؟"

"ہم نے اُسے زینوں میں گھیر لیا تھا لیکن کسی نے فلائٹ ڈیک ڈیک کھول دیا اور ہمارے چھ آدمی کام آ گئے۔"

ڈیوڈ نے سوچا اور ونسنٹ کو فلائٹ ڈیک کھولنے کے لیے بھیجا تھا لیکن کیا وہ اتنے احمق تھے کہ بغیر وارننگ کے ایسا کرتے... "اُسے بہر قیمت پکڑو۔" اُس نے کہا۔

"اب وہ تین ہیں، جناب!"

"کتنے ہی ہوں، اُنھیں ختم کر دو۔" ڈیوڈ نے برج کا سُوئچ آن کیا۔ "ونسنٹ!" وہ چیخا لیکن اُسے کوئی جواب نہیں مِلا۔ اُس نے دو بار اور پکارا... پھر اُسے ایک اجنبی آواز سُنائی دی۔

"ونسنٹ جہنم رسید ہو چکا ہے، ڈیوڈ! میں ایرک ہُوں۔"

کیپٹن نے جو سونا بار ہوتے دیکھ رہا تھا، بڑی بے یقینی سے ڈیوڈ کی طرف دیکھا۔ ڈیوڈ بڑی نفرت سے اِنٹرکام کو گھور رہا تھا۔ اُس کے خیال میں ایرک دھماکے سے پہلے ریڈیو رُوم سے نہیں نکل سکتا تھا... دروازہ اُس نے خود مقفّل کیا تھا۔ نچلے دروازے سے کوئی باہر بھی نہیں آیا تھا۔

ڈیوڈ نے مائیکروفون پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تمام کشتیاں واپس بُلا لو، کیپٹن! جلدی کرو۔" کیپٹن نے فوری طور پر بگل بجا دیا۔ ڈیوڈ، برٹن کی طرف مُڑا۔ "برج کے وسط میں کنٹرول پینل تک جاؤ اور فلائٹ کنٹرول رُوم والا بٹن دبا دو۔"

برٹن تیزی سے پینل کی طرف لپکا۔ اب اُس کی نظریں بٹنوں میں اُلجھی ہُوئی تھیں۔

"تم خوش نصیب ہو۔" ڈیوڈ نے مائیکروفون میں ایرک سے کہا۔ "کیوں نہ دُو بدُو ہو جائے؟" اُس نے مائیکروفون پر ہاتھ رکھا اور برٹن کی طرف مُڑا۔ وہ اب بھی بٹنوں میں اُلجھا ہُوا تھا۔ "بائیں جانب، نیچے والا۔" اُس نے ہدایت دی۔

"ٹھیک ہے، میں آ رہا ہُوں۔" ایرک کی آواز سُنائی دی... اور اسپیکر آف ہو گیا۔

"تم... احمق... گدھے..." ڈیوڈ چلّایا پھر وہ خود پینل کی طرف لپکا اور ایک بٹن دبا دیا۔ دُور ایک دھماکا سُنائی دیا۔ ڈیوڈ تیزی سے برٹن کی طرف مُڑا۔ "جاؤ، اُسے تلاش کرو۔ اگر وہ زندہ ہے تو اُسے ختم کر دو۔" وہ پھر پینل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جہاز کو غرق کرنے والے دھماکے کے علاوہ اُس نے پندرہ مختلف مقامات پر بم رکھے تھے۔ پینل پر ایسے ہر مقام پر سُرخ روشنی اس بات کی نشاندہی کرتی تھی کہ وہاں کوئی موجود ہے۔ اس وقت ایسے سات مقامات پر لوگ موجود تھے۔ اَن میں وہ کاریڈور بھی تھا، جس میں اسٹیسی اور ڈاکٹر پیا تھر کے کمرے تھے۔ ڈیوڈ کو یہ علم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہاں موجود افراد اُس کے اپنے ہیں یا دشمن۔

ایرک نے فلائٹ کنٹرول رُوم میں نصب اسٹیل کے باکس کو تاڑ لیا تھا۔ ڈیوڈ کو ونسنٹ کی جگہ جواب دینے سے پہلے ہی وہ پورٹیبل مائیکروفون اُٹھا کر، باکس سے بیس فٹ دُور چلا آیا تھا... پھر اسپیکر آف کرتے ہی وہ تیزی سے بھاگا تھا۔ چند لمحے بعد دھماکے نے کنٹرول رُوم کے چیتھڑے اُڑا دیے تھے لیکن وہ محفوظ تھا۔

نیچے اُس کے سامنے، دو کاریڈور تھے۔ دونوں کا اختتام زینوں پر ہوتا تھا۔ دونوں کی چھتوں پر اسٹیل باکس نصب تھے... ایرک قریبی کاریڈور کی طرف بڑھ گیا۔ قدموں کی آہٹ سُنائی دیتے ہی وہ زینوں کے نیچے چھُپ گیا۔ آنے والے شخص کا رُخ، تباہ شدہ کنٹرول رُوم

کی طرف تھا۔ ایرک کو زینوں سے ملحقہ کوٹھری میں تیل کا پچاس گیلن والا ڈرم مل گیا۔ کاریڈور کے قریب لا کر اُس نے ڈرم کو لُڑھکا دیا اور خود کوٹھری میں واپس آگیا۔ ڈرم لُڑھکنے کی آواز سُنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔ ایرک نے تین تک گِنا تھا کہ کاریڈور میں زبردست دھماکا ہُوا۔ اُوپر سے بھاگتے قدموں کی آہٹ سُنائی دی پھر اُوپری کاریڈور میں بھی دھماکا ہُوا۔ ایرک نے دُھویں کے باوجود اُوپر جھانکا۔ ڈیوڈ اب کوئی خطرہ مول نہیں لے رہا تھا۔ اُسے اس بات کی بھی پروا نہیں رہی تھی کہ اُس کے اپنے آدمی بھی شکار ہو سکتے ہیں۔

ایرک نہایت محتاط انداز میں تباہ شدہ کاریڈور میں نکل آیا۔ نیچے سے اِکّا دُکّا فائر کی آواز آ رہی تھی۔ اُس کے آدمی ڈٹے ہُوئے تھے۔ اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ برج پر ڈیوڈ کے ساتھ کتنے آدمی ہو سکتے ہیں۔ وہاں اُسے دیوار پر نصب ٹیلی فون نظر آیا۔ اُس نے کچھ سوچتے ہُوئے ریسیور ہُک سے اُتار لیا۔ جواب کسی جرمن نے دیا تھا۔ "ڈیوڈ سے کہو، میں دُو بدُو لڑنے کے لیے تیار ہُوں۔" پھر اُسے جو آوازیں سُنائی دیں، اُن سے اُس نے اندازہ لگایا کہ جرمن، ڈیوڈ کو مطلع کر رہا ہے۔ ڈیوڈ نے بڑی برہمی سے پُوچھا تھا، 'وہ کہاں ہے؟" ایرک ریسیور لٹکتا چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

اب پورے جہاز سے دُھواں اُٹھ رہا تھا۔ ایرک نے زینوں پر پہنچ کر کچھ دیر توقف کیا۔ برج کی طرف سے ڈیوڈ کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ وہ اِنٹرکام پر اپنے آدمیوں کو احکامات جاری کر رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ دھیرے سے کسی سے کچھ کہتا، جو اُس کے قریب موجود تھا۔

چھٹی حِس کے زیرِ اثر ایرک نے خود کو دیوار سے چپکا لیا۔ اُس کی مشین گن تیار تھی، اُوپر خاموشی تھی... پھر دو مسلّح آدمی سیڑھیوں سے اُترے اور دُھواں دُھواں کاریڈور میں آگے بڑھ گئے۔ ایرک نے بہت تیزی سے سیڑھیاں پھلانگیں اور برج کے دروازے میں داخل ہو گیا۔

ڈیوڈ اور کیپٹن، کمرے کے وسط میں کھڑے کھڑکی سے جھانک رہے تھے۔ ایرک کے بائیں جانب کافی دُور ایک مسلّح گارڈ کھڑا تھا... ایرک نے اُس کی طرف چھوٹا سا برسٹ مارا اور پھر ڈیوڈ کو کوَر کر لیا۔

ڈیوڈ نے مُڑ کر دیکھا تو اُس کا مُنہ حیرت سے کھُلا رہ گیا۔ وہ کبھی ایرک کو دیکھ رہا تھا اور کبھی مشین گن کو۔

"ساکت کھڑے رہو اور آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ کمونو کی جیب سے نکال لو۔" ایرک نے کہا۔ "اور کیپٹن! تم بھی یہی کرو۔"

اُن دونوں کے پاس تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

ایرک احتیاط سے کھڑکی کی طرف بڑھا۔ سامنے کوارٹر ڈیک تھا۔ سونا نکال نکال کر جمع کیا جا رہا تھا۔ بیشتر چھوٹی کشتیاں جہاز کے قریب آ چکی تھیں۔ اب انھیں اُوپر اُٹھانے کی تیاری کی جا رہی تھی۔

"کیپٹن! جہاز پوری رفتار سے چلانے کی ہدایت کرو۔" ایرک نے کہا۔

کیپٹن نے خوف زدہ انداز میں ڈیوڈ کی طرف دیکھا لیکن آگے نہیں بڑھا۔ ڈیوڈ سرد نگاہوں سے ایرک کو دیکھتے ہُوئے اپنے غصّے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ڈیوڈ! اسے سمجھاؤ۔" ایرک نے خشک لہجے میں کہا۔

ڈیوڈ مُسکرایا۔ "کیپٹن جیسا یہ کہے، ویسا ہی کرو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بیشتر سونا جہاز پر لادا جا چکا ہے۔"

کیپٹن نے انجن رُوم کو سگنل دیا اور فون پر تصدیق کی کہ احکامات پر عمل ہو رہا ہے۔ جہاز کی رفتار بڑھ گئی تھی۔

"تم اس جہاز سے زندہ نہیں نکل سکتے۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "لیکن وقتی طور پر تم اچھی پوزیشن میں ہو۔ چنانچہ سودے بازی ہو سکتی ہے۔"

ایرک کو اپنے بھائی پر رشک آ گیا۔ اُس کے انداز میں ٹھہراؤ اور وقار تھا۔ "کیا چاہتے ہو، تم؟" اُس نے پُوچھا۔

"حفاظت سے سوئٹزر لینڈ واپسی... اور کافی سونا جو جہاز پر بار نہیں ہو سکا ہے، اپنے آقاؤں کو لوٹا دینا۔ وہ خوش ہوں گے کہ تمھارا مِشن جُزوی طور پر تو کامیاب ہُوا۔"

"میرے آقا تو صرف اس بات پر خوش ہوں گے۔" ایرک نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ "کہ میں تمھیں زندہ اُن کے سامنے پیش کر دُوں۔"

نیچے سے فائرنگ کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ ایرک نے کھڑکی سے جھانکا۔ آٹھ دس افراد، فائرنگ کے کوَر میں ڈیک پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ "اپنے آدمیوں کو فائرنگ روکنے کا حُکم دو۔"

"بہت اچھا۔" ڈیوڈ نے مُسکراتے ہُوئے اِنٹرکام سنبھالا۔

"جلدی کرو۔"

ڈیوڈ نے اُسے تیز نظروں سے دیکھا پھر اچانک گھُوم گیا۔ تیزی سے دو قدم بڑھا کر، وہ کنٹرول پینل کی طرف لپکا۔ دروازے کی طرف جست لگاتے ہُوئے اُس کے ہاتھ سے متعدد سُوئچ دَب گئے تھے۔

ایرک نے فوری طور پر فائرنگ شروع کر دی۔ اُس نے ٹرائیگر سے اُنگلی نہیں ہٹائی۔ مشین گن ڈیوڈ کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی رہی تھی۔ جست لگانے کے دوران کئی گولیاں ڈیوڈ کے لگی تھیں، اگلے ہی لمحے ڈیوڈ چھلنی ہو کر رہ جاتا لیکن ڈیک اچانک اُٹھ گیا تھا۔

جہاز کے مرکز میں زبردست دھماکا ہُوا تھا۔ ایرک گر پڑا... اور مشین گن اُس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اُس نے ڈیوڈ کو لڑکھڑاتے ہُوئے دروازے سے گزرتے دیکھا۔ ایرک بھی سنبھل کر اُٹھا اور ڈیوڈ کے پیچھے لپکا۔ اُس نے کیپٹن کو نظر انداز کر دیا تھا۔ لہٰذا عقب سے سر پڑنے والی

ضرب نے اُسے زمین بوس کر دیا۔

کیپٹن اُس کے سینے پر سوار تھا۔ ایرک نے پہلو بدل کر اپنا ہاتھ آزاد کرایا اور اُس کا گلا پکڑ لیا۔ زخمی پسلیوں میں ایک زوردار گھونسہ لگا لیکن اُس کی اُنگلیاں، کیپٹن کی شہ رگ تک پہنچ چکی تھیں پھر اُس نے پوری طاقت استعمال کر ڈالی۔ کیپٹن کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔

ہلتے لرزتے ڈیک پر اُس نے بہ مشکل قدم جمائے۔ نیچے سے اب فائرنگ کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ سیڑھیوں سے دھوئیں کے بادل اُٹھ رہے تھے۔ اچانک دُھوئیں میں میجر نمُودار ہُوا۔

"طیّارہ مِل گیا ہے، جناب! اور جہاز ڈُوب رہا ہے۔" میجر نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

ایرک نے مشین گن سنبھالی اور کھڑکی سے عرشے کی طرف جھانکا۔ عملے کے افراد سمندر میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔

"سب لوگ طیّارے میں سوار ہو جاؤ۔" ایرک نے کہا۔ وہ کُودنے والے لوگوں میں ڈیوڈ کو تلاش کر رہا تھا لیکن وہ اُسے کہیں نظر نہ آیا۔ بالآخر وہ مُڑا اور دروازے کی طرف چل دیا تھا۔

زینوں تک خُون کے قطرے اس کے راستے کی نشاندہی کر رہے تھے۔ نچلی سیڑھیوں پر اُس کا خُون آلُود کمونو پڑا ہُوا تھا۔ نشانات مرکزی ڈیک کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ ایرک ٹھٹکا لیکن پھر وہ طیّارے کی طرف بڑھ گیا۔ اگر ڈیوڈ اب بھی زندہ ہے تو جہاز کے ساتھ غرق ہونا اُس کا مقدّر ہے۔

جہاز اب خطرناک حد تک جُھک رہا تھا۔ عقبی حصّہ پانی میں ڈُوب چکا تھا۔ ایرک نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ چاند نے مغربی اُفق کو منوّر کر دیا تھا۔ ایرک فلائٹ ڈیک کی طرف بڑھتا رہا۔ سرد ہَوا اُسے تھپیڑے مار رہی تھی۔

جیٹ کا انجن پہلے ہی گنگنا رہا تھا۔ میجر نے اُسے اُوپر چڑھنے میں مدد دی۔

"کیا بس یہی لوگ ہیں؟" ایرک نے پُوچھا۔ کیونکہ وہاں ڈاکٹر پراتھر، اسٹیسی کوپر اور نشے میں ڈُوبی ہُوئی ایک لڑکی کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"میرے خیال میں اولف اور کاسٹیلو کام آ چکے ہیں، جناب!" میجر نے کہا۔ "اور یہ لڑکی ہمیں نچلے ڈیک سے ملی تھی۔ یہ کسی اسکول کے بارے میں کچھ بڑبڑاتی رہتی ہے۔ شاید صدمے کی حالت میں ہے۔ نیچے بہت سی لاشیں پڑی ہیں۔"

ایرک ہچکچایا۔ شاید جہاز پر ایسے لوگ موجود ہوں جو بچائے جانے کے مستحق ہوں... ڈیوڈ کے ظُلم کے شکار، جو اُس کے ہاتھوں اپنا آپ کھو بیٹھے ہوں... لیکن جہاز بہت تیزی سے غرق ہو رہا تھا۔ اُس وقت بھی ٹیک آف کچھ آسان نہ تھا۔ طیّارے کو ٹیک آف کے لیے ڈھلانی سفر کرنا تھا۔ وہ میجر کی مدد سے پائلٹ سیٹ پر جا بیٹھا... اسٹیسی کوپر، اُس کے عین پیچھے بیٹھی تھی۔ اُس کا چہرہ سُوجا ہُوا تھا۔ وہ ایرک کی طرف دیکھ کر مُسکرائی۔

ایرک نے انسٹرومنٹ پینل کا جائزہ لیا... اب زیادہ وقت نہیں تھا۔

جہاز نے دوڑنا شروع کر دیا۔ ایرک جانتا تھا کہ اس پرواز کا انجام کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ پیچھے اُس کے مسافر دم بخود بیٹھے تھے۔ جہاز کو پانی میں سے بھی گزرنا تھا۔ فلائٹ ڈیک کا ایک تہائی حصّہ زیرِ آب آ چکا تھا۔

جہاز پانی میں سے گزر رہا تھا۔ اب اُسے جہاز کو اُٹھانا تھا... جہاز اِس وقت نہ اُٹھ سکا تو پھر کبھی نہیں اُٹھے گا۔ نیچے ڈیک لرز رہا تھا۔ جہاز اُٹھا لیکن اُس سے زیادہ رفتار سے پانی بلند ہو رہا تھا... اُن کی نگاہوں کے سامنے اُفق دُھندلا کر رہ گیا تھا۔

پھر جب طیّارہ پرواز کی پوزیشن میں آیا تو اُن سب نے خُدا کا شکر ادا کیا۔ وہ موت کے مُنہ سے نکل آئے تھے۔ اُنھوں نے نیچے ڈُوبتے ہُوئے گریدپر الوداعی نظر ڈالی۔ اب جہاز کا صرف برج ہی نظر آ رہا تھا۔

طیّارے کی رفتار سیٹ کر کے ایرک، اسٹیسی کی طرف پلٹا۔ "تم ٹھیک تو ہو؟ اب تمھیں میٹھی ٹکیوں کی ضرورت تو نہیں؟"

"میں بالکل ٹھیک ہُوں۔ تمھاری محبّت نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔"

"اور ڈیوڈ کا خُدا بھلا کرے۔" ڈاکٹر نے مداخلت کی۔ "وہ، مجھے تھیٹرین کے استعمال سے متعلق نئی راہ دِکھا گیا ہے۔ ایرک اب میں تمھارا علاج کر سکوں گا۔"

ایرک نے مُسکرا کر اسٹیسی کی طرف دیکھا اور اسٹیسی نے نظریں جُھکا لیں، اُس کے رُخسار تمتمانے لگے تھے۔

طیّارہ اپنی منزل کی طرف محوِ پرواز تھا۔